

50 تقاریر

بابت

تربیت اولاد

حصّہ دوم

یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''

45

ابو سعید حنیف احمد محمود

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ

(الروم:22)

50 تقاریر

بابت

تربیتِ اولاد

(حصّہ دوم)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

45

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے



ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

''تربیّتِ اولاد'' کی تاء

برائے حصّہ دوم

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اُس کی دی ہوئی توفیق سے '' مشاہدات'' کے پلیٹ فارم سے تربیت کے مختلف عناوین پر تقاریر کے مجموعے بطور کتب تیار ہو کر آن لائن کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذالك

اِس وقت '' تربیّتِ اولاد'' کے عنوان پر تقاریر کو جمع کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اِس کے تین حصّے ہوں گے اور اِن تین مجموعوں میں 150 تقاریر ہوں گی۔ اِن شاءاللہ العزیز۔ 50 تقاریر پر مشتمل پہلا مجموعہ تیار ہو کر منظرِ عام پر آنے کے لئے دو قدم پر ہے اور دوسرے حصّے کے لئے ابتدائیہ زیرِ تحریر ہے۔

پرورِش (راء کی زیر کے ساتھ) اور تربیت قریباً مترادفات سمجھے جانے والے الفاظ ہیں۔ لغات میں ان کے معنوں میں لکھا ہے۔ پالنا، نشوونما کرنا، مہربانی کرنا اور تعلیم وتربیت۔ لیکن بعض مستند لغات پرورِش اور تربیت میں ایک فرق کرتی ہیں کہ پرورش کے معنی صرف پالنے کے ہیں۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ اس لیے اعلیٰ مقام تک رسائی کے لیے والدین، اساتذہ اور دیگر تربیتی ادارے انسانی جنریشن کی پرورش کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت بھی کرتے ہیں۔ آزاد دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا میں ان الفاظ کے تحت لکھا ہے۔

پرورش

''بچوں کی پرورش میں کسی بچے کی جسمانی، جذباتی، سماجی اور دانشورانہ ترقی کا نومولودگی سے بلوغ تک خیال رکھا جاتا ہے اور ان کے آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ پرورش میں حیاتیاتی رشتے کے علاوہ سے کسی بچے کے بڑھنے کے دوران کی پیچیدگیوں کا خیال رکھنا بھی شامل ہے۔''

تربیت

"تربیت (Training) ایک تدریسی عمل ہے جو خود پر یا کسی اور پر مرکوز ہو سکتا ہے۔ اس میں کسی بھی ہنر یا مخصوص معلومات کا حصول یا اخذ کرنا شامل ہو سکتا ہے جو کسی خاص مفید صلاحیتوں سے متعلق ہو۔ تربیت میں کسی کی صلاحیت، کارکردگی، تخلیقی نوعیت اور عملی کیفیت بہتر ہو۔ یہ ملازمت کے لیے تربیتی پروگراموں کا کلیدی حصّہ ہے اور جدید تکنیکی ادارہ جات کے تدریسی مواد میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم ہے۔

تربیت ہر شعبے سے تعلق رکھتی ہے اور اپنی جگہ اہم اور تسلیم شدہ ہے۔ مذہبی حلقوں میں مؤذنوں کو اذان کے لیے، ائمہ کو جماعت کے لیے اور بالخصوص تراویح کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ نیم تدریسی عملوں کو ابتدائی طبّی امداد اور شدید بیماروں میں زندگی کی بازیابی کی تدریس دی جاتی ہے۔ اسکولی تعلیم میں سب سے بڑا چیلنج نونہالوں کو اسکولی ماحول سے ہم آہنگ کرنا اور ابتدائی حروف تہجی اور گنتی سکھانا ہے۔ آلات موسیقی میں صحیح استعمال کا طریقہ اور آواز اور ساز میں تال میل قائم کرنے کی تربیت ہوتی ہے۔ شعراء کو ردیف اور قافیہ کے علاوہ کلام میں توازن اور زبان کی جاذبیت کی تربیت دی جاتی ہے۔ کمپیوٹر کے کثیر الاستعمال ہونے کی وجہ سے عام سافٹ ویئر پلیٹ فارم اور آفس سافٹ ویئر کی تربیت ہر کمپیوٹر کے عامل کو دی جاتی ہے۔ اسی طرح طبّ اور کئی اور شعبوں کے لوگوں کو دی جاتی ہے۔"

اس ناطے پرورِش کے معانی تربیت کے معنی میں آجاتے ہیں لیکن تربیت کے معنوں میں جو وُسعت ہے وہ پرورِش کے لفظ میں نہیں۔ وہ جماعتیں جن کا تعلق تعلیم وتربیت اور تبلیغ سے ہے بالخصوص جماعت احمدیہ۔ جس میں جماعت بطور من حیث الجماعت اور ذیلی تنظیموں اور نظام وقفِ نو میں ان الفاظ کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے۔ جس کی ایک جھلک آپ قارئین کو" مشاہدات" کے اِن تینوں مجموعوں میں نظر آئے گی۔ تربیت کا لفظ ربّ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں پالنے والا، پرورش کرنے والا۔ گویا ماں باپ مجازی طور پر اپنی آل اولاد کے "ربّ" ہوتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب

قرآن مجید میں والدین کی عزت و حرمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی توحید کے ذکر کے ساتھ باندھ دیا ہے۔

تربیت کے لفظ کو دنیا کی تمام ڈکشنریوں اور لغات میں ان کی زبانوں میں دیکھیں تو بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز معنی ملتے ہیں۔ جیسے اولاد کو بلندی پر چڑھانا خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی۔ تربیت کے ایک معنی جو ڈکشنری سے ملتے ہیں وہ مالی اور باغبان کی طرح درخت کو کانٹ چھانٹ کر اور گوڈی کر کے خوبصورت بنانے اور کیڑے مکوڑوں سے محفوظ بنانے کے ہیں۔ انگلش میں تربیت کے ان معانی کے لئے cultivation کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

تربیت کے ایک معنی تھپکی دینے کے بھی ہیں۔ بظاہر یہ معنی اولاد کی تربیت پر اس طرح اطلاق نہیں پاتے لیکن اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو والدین کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت میں سختی پن نہ ہو۔ نرمی، پیار اور تھپکی و شاباش دے کر کام کروایا جائے۔

تربیت کے ایک معنی Breeding کے ہیں۔ جس طرح ماں دودھ پلاتے یا غذا دیتے اپنے بچوں کو پیار کی نظر سے دیکھ رہی ہوتی ہے اور اندر ہی اندر دل کی گہرائی سے دعائیں دے رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح والدین اپنے بچوں کو اخلاق، اچھے اوصاف، اچھے طور طریق اور روحانی امور Breed کریں۔

تربیت کے ایک اہم معنی نرسنگ کے ہیں۔ والدین کو نرس بھی کہا جاتا ہے۔ جس طرح ہسپتالوں میں اور اعلیٰ گھرانوں میں بھی بعض کمزور افراد کے لئے نرس رکھنے کا رواج ہے جو دیکھ بھال کرتی اور اسے سکھلاتی ہے۔ اسی طرح ماں باپ، اپنے بچوں کو جو بظاہر کمزور و ناتوان ہوتے ہیں کی دیکھ بھال کرتے اور نرس کی طرح روحانی و مادی doze دیتے رہتے ہیں۔

تربیت کے معنوں میں سے ایجوکیٹ کرنا۔ ڈسپلن میں لانا، تیار کرنا بھی ہیں۔ ان تمام کی وضاحت چھوڑتے ہوئے انگلش کے ایک معنی Training کو لیتا ہوں۔ ڈکشنری میں لکھا ہے کہ یہ لفظ Train سے مشتق ہے۔ جس طرح ریل گاڑی پٹڑی پر سیدھے چلتی ہے اور انجن اپنی Power سے نہ صرف ڈبوں کو کھینچتا ہے

بلکہ ڈبوں کے اندر Power بھی مہیا کرتا ہے۔ اس طرح والدین جو انجن کا کام دیتے ہیں۔ اپنی خداداد Power (طاقت) سے اپنے بچوں کو جو ریل گاڑی کے ڈبے ہیں دینی، اخلاقی اور روحانی طاقت وانرجی سے اس طرح مستفیض کرتے رہیں۔ کہ جس طرح ریل گاڑی پٹری پر چلتی ہے اسی طرح ان کی آل اولاد اسلام کی دی ہوئی تعلیمات کی پٹری پر چلتی رہے اور والدین بطور مُرَبِّیْ کام کریں اور اپنی اولاد کو مُرَبّیٰ کے طور پر اسلامی ڈکشنری کی زینت بنائیں۔ مُرَبّیٰ کے معانی وہ پھل ہوں گے جو تربیت کے نتیجہ میں نکلے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے انجن اور ڈبوں کی مثال خلیفۃ المسیح اور احباب سے دی ہے اور خلیفہ بھی روحانی باپ کے زمرہ میں آتا ہے۔

اگر ہم میں ہر باپ، ماں اپنے بچوں کی، بڑے بہن بھائی اپنے سے چھوٹے بہن بھائیوں کی، خاندان اور فیملی کے بڑے اپنے سے چھوٹوں کی اور جماعت وذیلی تنظیموں کے عہدیداران اپنے ماتحتوں کی اس نوع وطریق پر تربیت کریں تو ایک ایسا معجون اور تریاق تیار ہو گا جو "مُربّی" یعنی تعلیم یافتہ اور مہذّب کہلائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کی تربیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

"کاش! دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرالیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ صدقہ دینا تو بہت اچھا ہے، مگر اولاد کی تربیت سے لامتناہی سلسلہ صدقات کا شروع ہو جاتا ہے۔ اچھی تربیت والی اولاد جو آئندہ کے لئے نیکی کا موجب بنتی ہے وہ صدقہ دیتی ہے اور اس کی اولاد آگے اُولاد اور یہ محبت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چلتا ہے۔ پس یہ معنی ہیں کہ ایک صدقہ تم دے دو تو وہیں رُک جائے گا مگر اولاد کی تربیت اچھی کرو گے تو اولاد تمہارے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہو گی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ان بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اِدراک انہیں بچپن سے حاصل ہو جائے۔ انصار کو خود بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے اور گھر کی خواتین کو بھی اسے ذہن نشین کرواتے رہنا چاہئے۔“

اس پینتالیسویں علمی اور تربیتی مائدہ کی تیاری اور آپ تک پہنچانے میں درج ذیل احباب وخواتین کا تعاون شامل رہا۔

مکرم منہاس محمود۔جرمنی، عزیزم زاہد محمود، عزیزم فضل عمر شاہد۔لٹویا، عزیزم سعید الدین احمد۔ برطانیہ، عزیزم عامر محمود۔برطانیہ، مکرمہ عائشہ چوہدری۔جرمنی، مکرمہ صدف علیم صدیقی۔کینیڈا، مکرمہ عطیۃ العلیم۔ہالینڈ اور مکرمہ زکیہ فردوس کوملّ۔برطانیہ۔فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

خاکسار

اسلام، احمدیت کا ادنیٰ خادم

ابو سعید حنیف احمد محمود

واقفِ زندگی، مربّی سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ و الفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

25/ اکتوبر 2026ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ای میل: hanifahmadmahmood@hotmail.com

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی وذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہدہ اور ہماری ذمّہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)

6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)

7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)

8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ

9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ

10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام

11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ

12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)

13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ

14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)

15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)

16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)

17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)

18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت

19۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)

20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

22۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

23۔ 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

24۔ 20 تقاریر بعنوان صحبتِ صالحین

25۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ سوم)

26۔ 30 تقاریر بابت قولِ سدید و قولِ زور

27۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد دوم)

28۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد سوم)

29۔ 50 تقاریر برائے نَونہالانِ جماعت

30۔ "مشاہدات" کی مالا کے 1000 موتی

31۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد چہارم)

32۔ 50 تقاریر بابت وجودِ باری تعالیٰ (جلد اول)

33۔ 25 تقاریر بابت عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم

34۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2026ء (ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)

35۔ 75 تقاریر بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی احبابِ جماعت کو پند و نصائح

36۔ 25 تقاریر بعنوان اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات (حصہ اول)

37۔ 5 تقاریر بابت دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری

38۔ "مشاہدات" کی مالا کے 1200 موتی

39۔ 10 تقاریر بابت "متاعِ آسمانی"

40۔ 10 تقاریر بابت جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات

41۔ 5 تقاریر بعنوان مَنْطِقُ الطَّیْرِ

42۔ "مشاہدات" کی مالا کے 1300 موتی

43۔ 50 تقاریر بابت ایمان اور اِس کی 70 شاخیں

44۔ 50 تقاریر بابت تربیت اولاد (حصّہ اوّل)

45۔ 50 تقاریر بابت تربیت اولاد (حصّہ دوم)



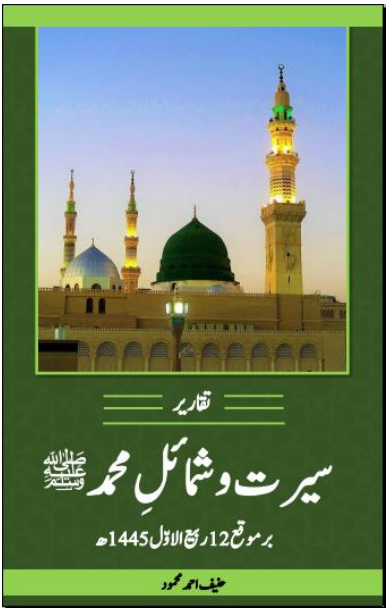
زیر ترتیب کتب

1۔ 50 تقاریر بابت تربیت اولاد (حصّہ سوم)

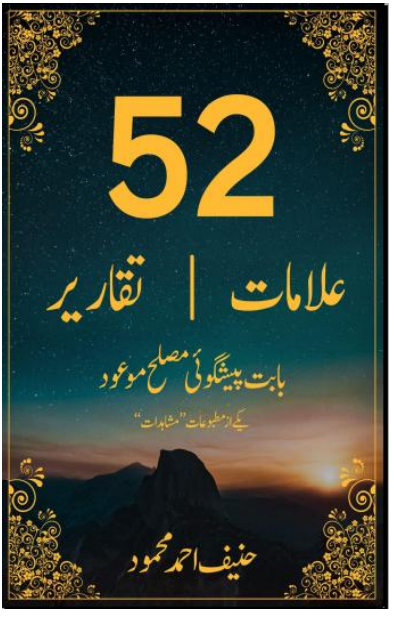
2۔ 50 تقاریر بابت عبادات

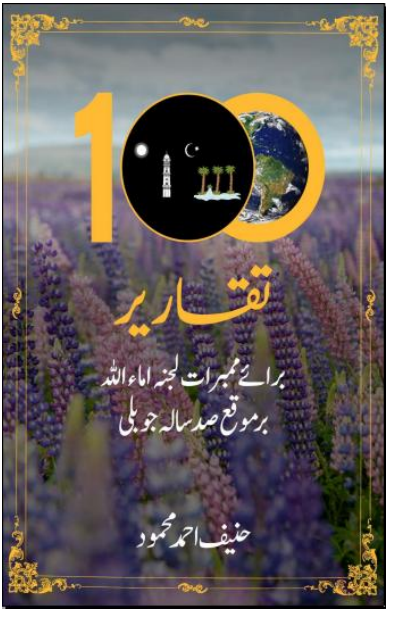
3۔ 50 تقاریر بعنوان قرآنی آیات

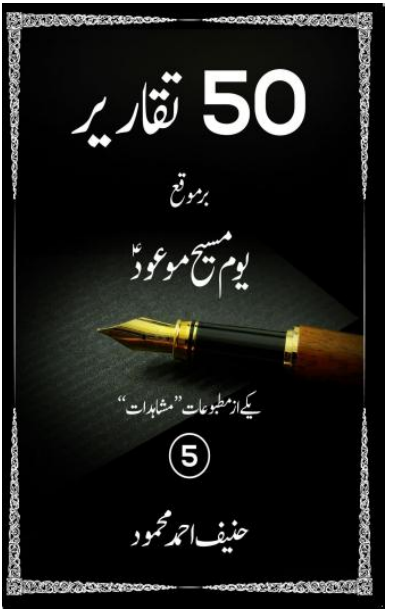


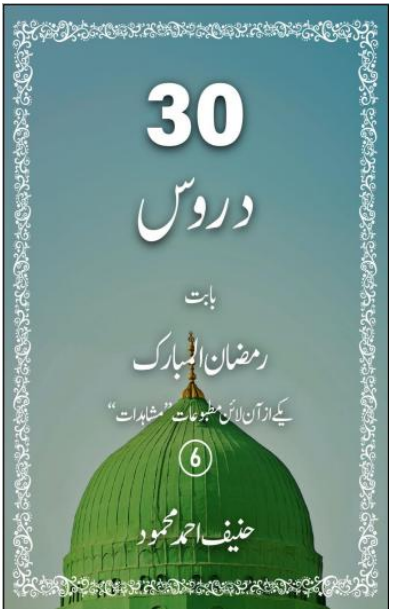

تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ
حنیف احمد محمود

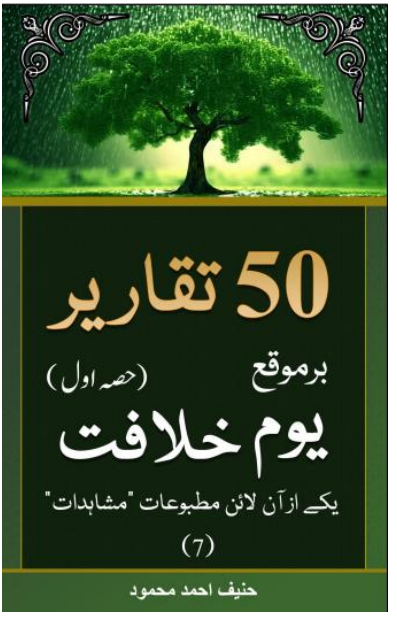

تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

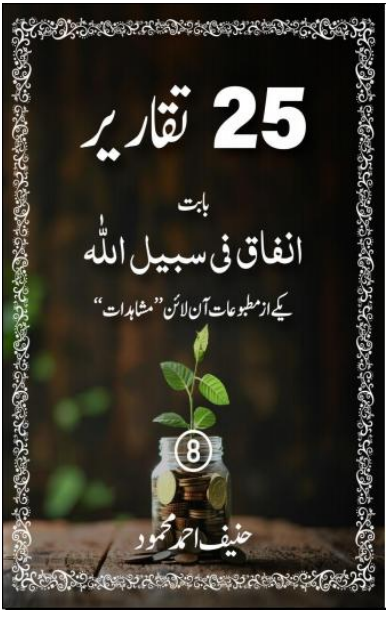

52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
کے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

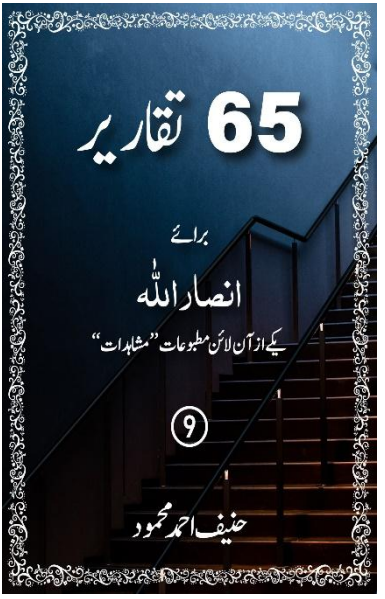

100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
بر موقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

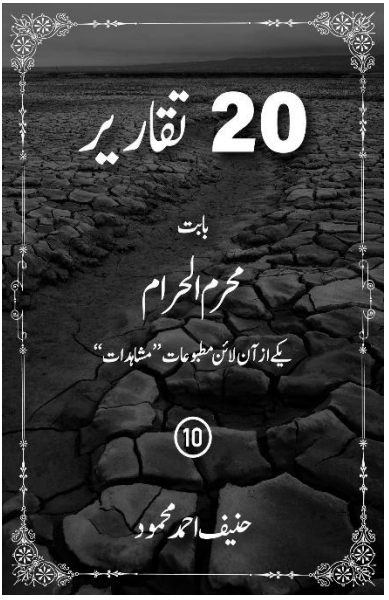

50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود


30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

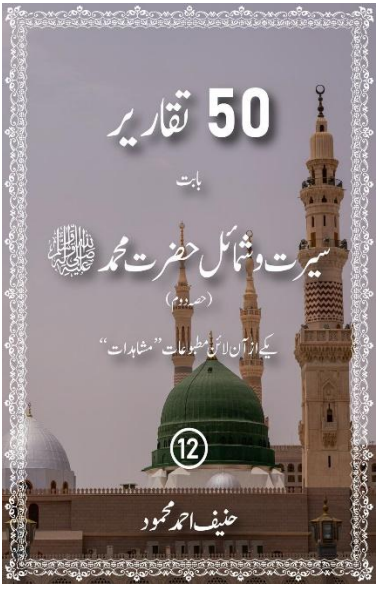

50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

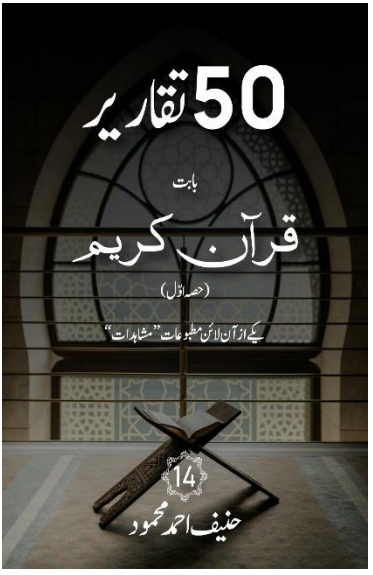

25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

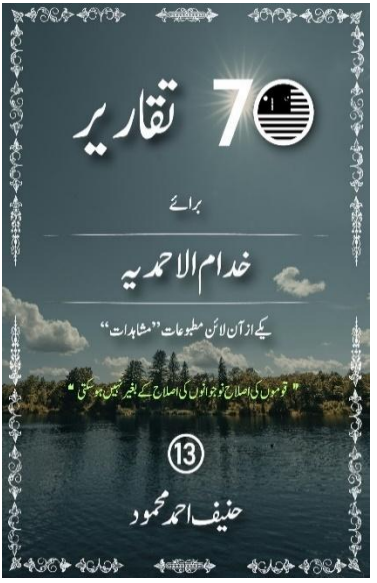

65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑨
حنیف احمد محمود

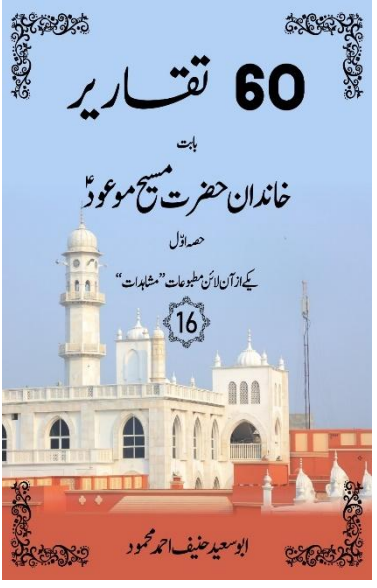

20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑩
حنیف احمد محمود

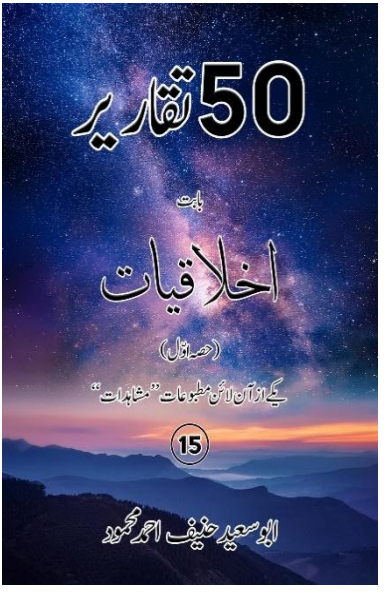

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑪
حنیف احمد محمود

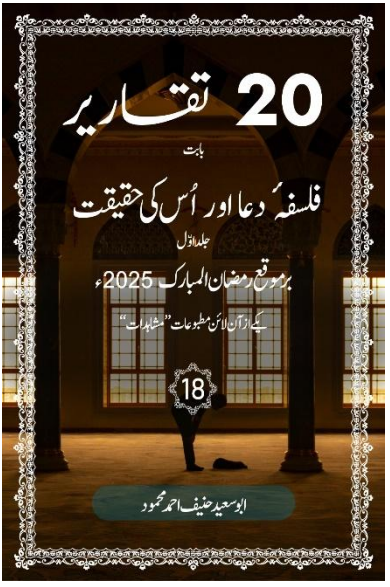

50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑫
حنیف احمد محمود

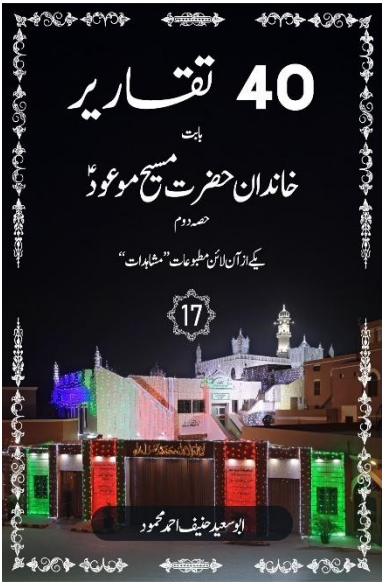

50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اول)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
14
حنیف احمد محمود

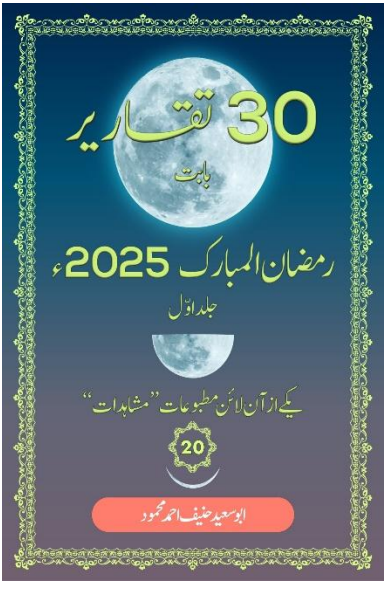

70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
13
حنیف احمد محمود

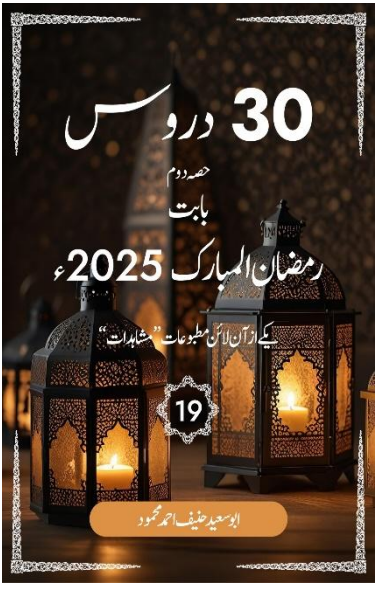

60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اول
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
16
ابو سعید حنیف احمد محمود

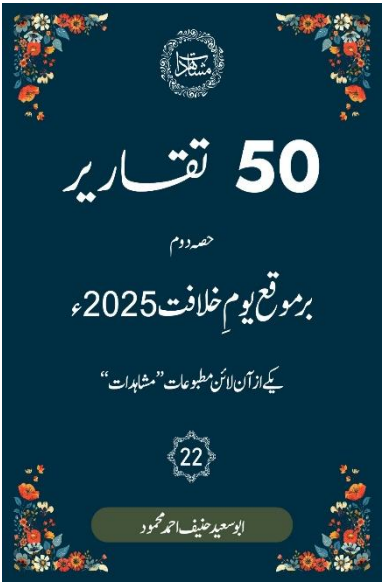

50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اول)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
15
ابو سعید حنیف احمد محمود

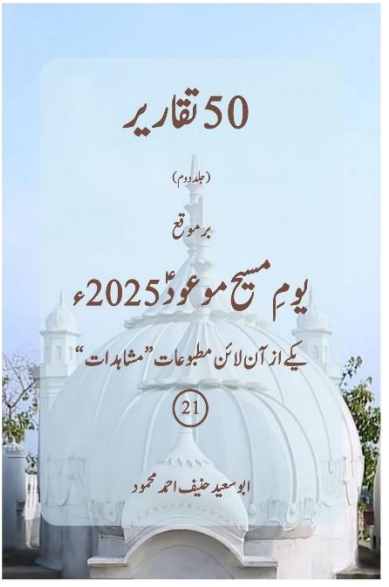

20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
برموقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابو سعید حنیف احمد محمود

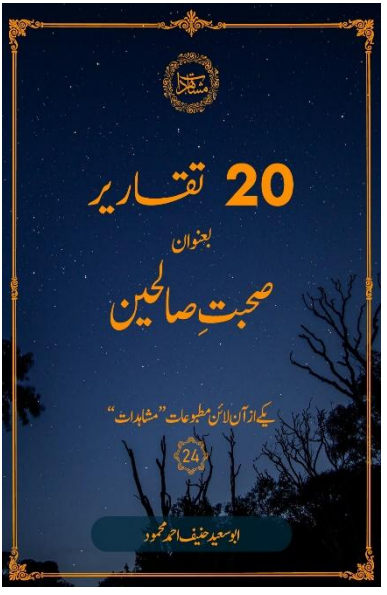

40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابو سعید حنیف احمد محمود

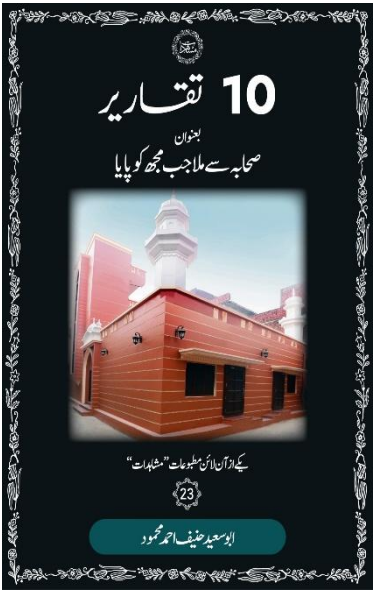

30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابو سعید حنیف احمد محمود

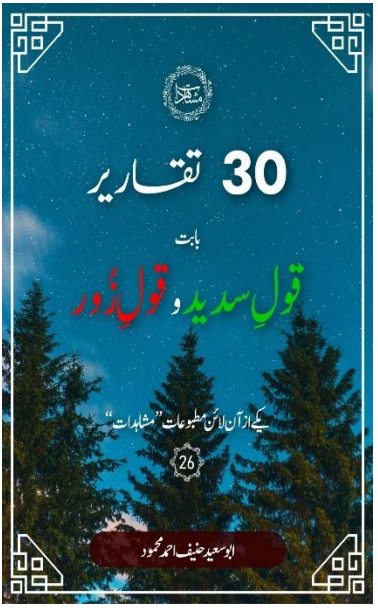

30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابو سعید حنیف احمد محمود

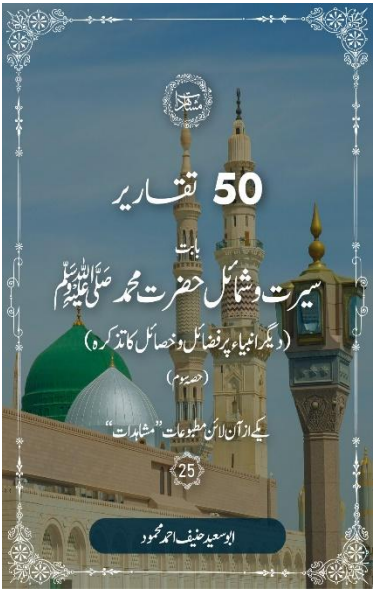

50 تقاریر
حصہ دوم
برموقع یومِ خلافت 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
22
ابو سعید حنیف احمد محمود

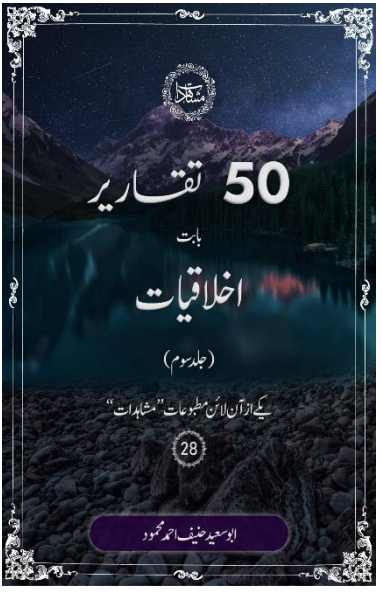

50 تقاریر
(جلد دوم)
برموقع
یوم مسیح موعودؑ 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
21
ابو سعید حنیف احمد محمود


20 تقاریر
بعنوان
صحبتِ صالحین
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
24
ابو سعید حنیف احمد محمود


10 تقاریر
بعنوان
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
23
ابو سعید حنیف احمد محمود

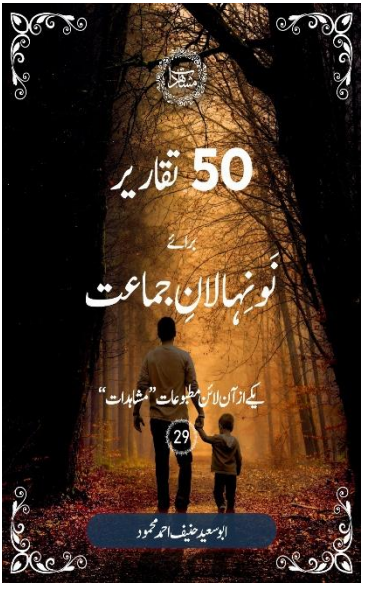

30 تقاریر
بابت
قولِ سدید و قولِ زُور
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
26
ابو سعید حنیف احمد محمود

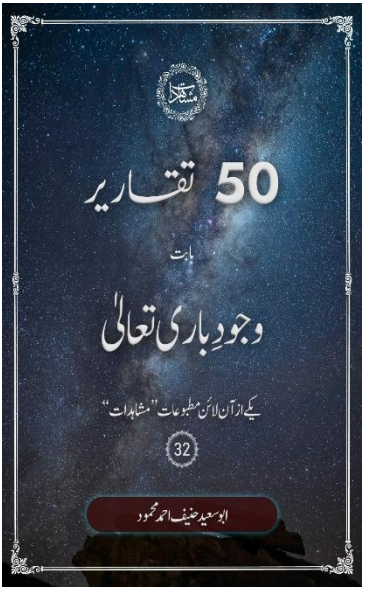

50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(دیگر انبیاء پر فضائل و خصائل کا تذکرہ)
(حصہ سوم)
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
25
ابو سعید حنیف احمد محمود

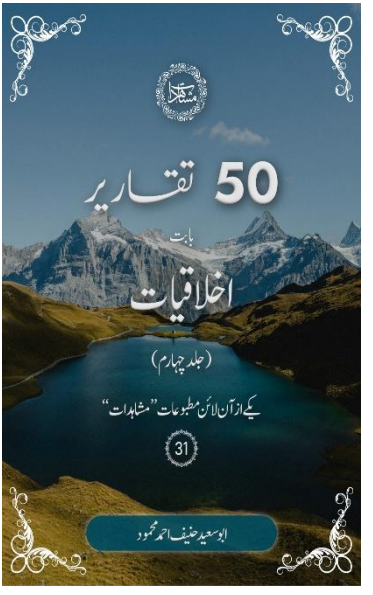

50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد سوم)
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
28
ابو سعید حنیف احمد محمود

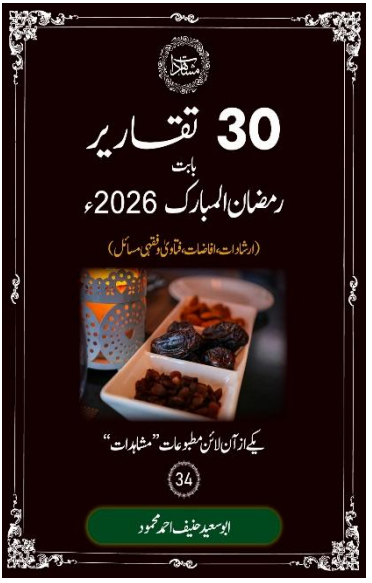

50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد دوم)
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
27
ابو سعید حنیف احمد محمود

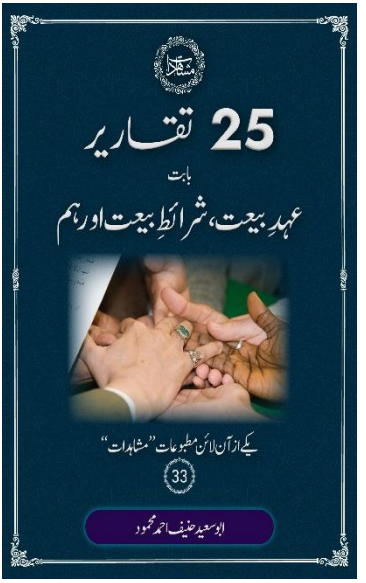

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1000
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
30
ابو سعید حنیف احمد محمود

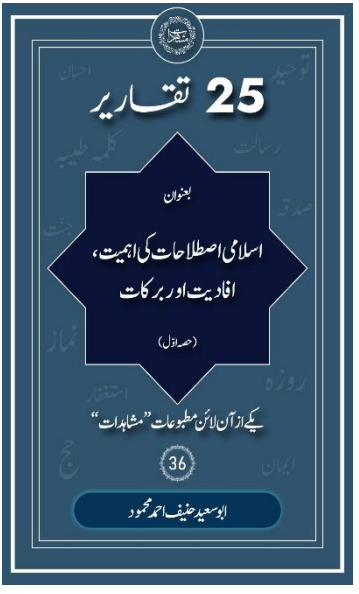

50 تقاریر
برائے
نونہالانِ جماعت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
29
ابو سعید حنیف احمد محمود

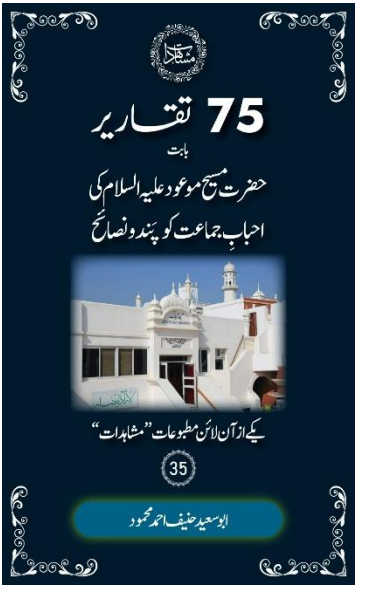

50 تقاریر
بابت
وجودِ باری تعالیٰ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
32
ابو سعید حنیف احمد محمود


50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد چہارم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
31
ابو سعید حنیف احمد محمود

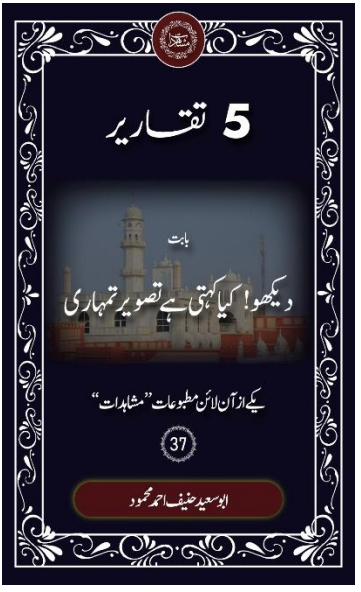

30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2026ء
(ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
34
ابو سعید حنیف احمد محمود

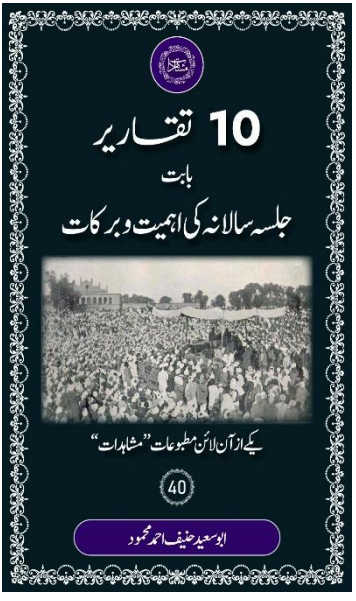

25 تقاریر
بابت
عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
33
ابو سعید حنیف احمد محمود

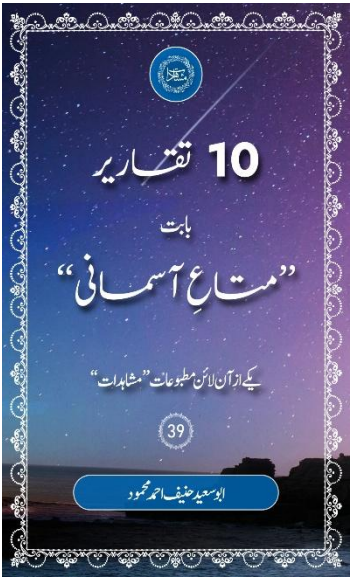

25 تقاریر
بعنوان
اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
36
ابو سعید حنیف احمد محمود

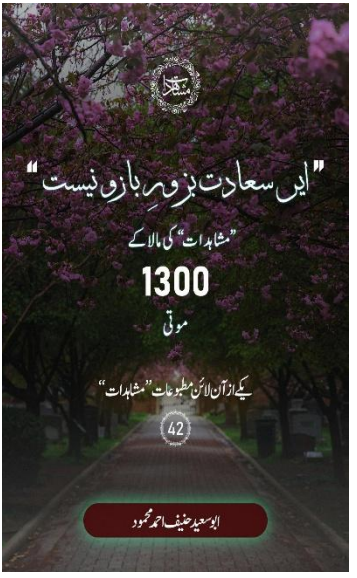

75 تقاریر
بابت
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
احبابِ جماعت کو پند و نصائح
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
35
ابو سعید حنیف احمد محمود

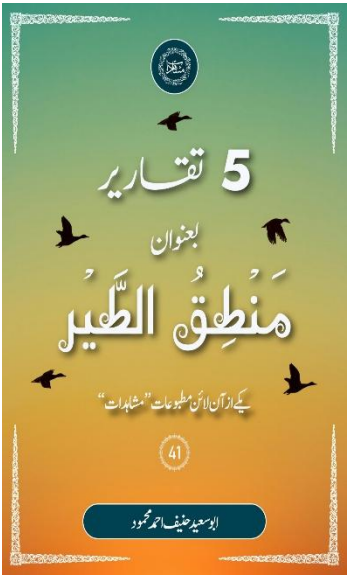

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1200
موتی
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
38
ابو سعید حنیف احمد محمود

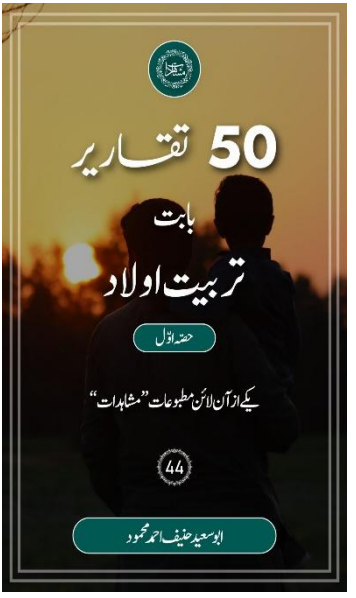

5 تقاریر
بابت
دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
37
ابو سعید حنیف احمد محمود

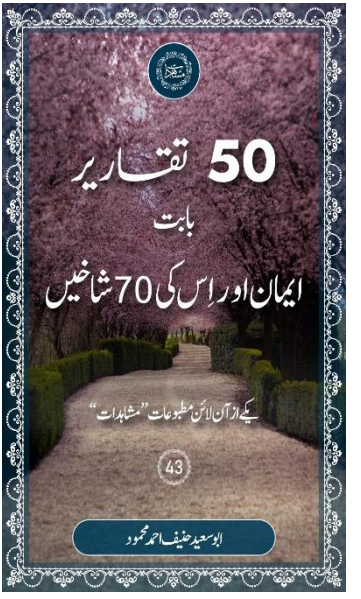

10 تقاریر
بابت
جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
40
ابو سعید حنیف احمد محمود

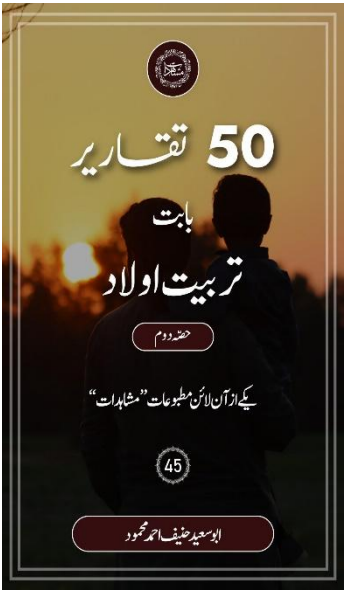

10 تقاریر
بابت
"متاعِ آسمانی"
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
39
ابو سعید حنیف احمد محمود


"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1300
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
42
ابو سعید حنیف احمد محمود


5 تقاریر
بعنوان
مَنطِقُ الطَّیر
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
41
ابو سعید حنیف احمد محمود


50 تقاریر
بابت
تربیت اولاد
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
44
ابو سعید حنیف احمد محمود


50 تقاریر
بابت
ایمان اور اس کی 70 شاخیں
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
43
ابو سعید حنیف احمد محمود



50 تقاریر

بابت

تربیتِ اولاد

(حصہ سوم)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

46

ابو سعید حنیف احمد محمود

40 اقوالِ رسول ﷺ

(اردو اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

47

ابو سعید حنیف احمد محمود

50 تقاریر

بابت

عبادات

(زیرِ ترتیب)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

48

ابو سعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد 200 مرتبہ، 15 سے 25 سال کے افراد 100 مرتبہ یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین 3، 4 دفعہ دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers 200 times, individuals aged 15 to 25 should recite them 100 times, and parents should repeat these prayers with young children three or four times:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

"جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہوگی"

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اول :۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم :۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم :۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم :۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم :۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور ہر بہر حالت راضی بقضاء ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم :۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم :۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم :۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم :۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم :۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

"جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہو گی"

Conditions of Initiation (Bai'at)

I. That he/she shall abstain from Shirk (association of any partner with God) right up to the day of his/her death.

II. That he/she shall keep away from falsehood, fornication, adultery, trespasses of the eye, debauchery, dissipation, cruelty, dishonesty, mischief and rebellion; and will not permit himself/herself to be carried away by passions, however strong they might be.

III. That he/she shall regularly offer the five daily prayers in accordance with the commandments of God and the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); and shall try his/her best to be regular in offering the Tahajud (pre-dawn supererogatory prayers) and invoking Darood (blessings) on the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); that he/she shall make it his/her daily routine to ask forgiveness for his/her sins, to remember the bounties of God and to praise and glorify Him.

IV. That under the impulse of any passions, he/she shall cause no harm whatsoever to the creatures of Allah in general, and Muslims in particular, neither by his/her tongue nor by his/her hands nor by any other means.

V. That he/she shall remain faithful to God in all circumstances of life, in sorrow and happiness, adversity and prosperity, in felicity and trial; and shall in all conditions remain resigned to the decree of Allah and keep himself/herself ready to face all kinds of indignities and sufferings in His way and shall never turn away from it at the onslaught of any misfortune; on the contrary, he/she shall march forward.

VI. That he/she shall refrain from following un-islamic customs and lustful inclinations, and shall completely submit himself/herself to the authority of the Holy Quran; and shall make the Word of God and the Sayings of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) the guiding principle in every walk of his/her life.

VII. That he/she shall entirely give up pride and vanity and shall pass all his/her life in humbleness, cheerfulness, forbearance and meekness.

VIII. That he/she shall hold faith, the honor of faith, and the cause of Islam dearer to him/her than his/her life, wealth, honor, children and all other dear ones.

IX. That he/she shall keep himself/herself occupied in the service of God's creatures for His sake only; and shall endeavor to benefit mankind to the best of his/her God-given abilities and powers.

X. That he/she shall enter into a bond of brotherhood with this humble servant of God, pledging obedience to me in everything good, for the sake of Allah, and remain faithful to it till the day of his/her death; that he/she shall exert such a high devotion in the observance of this bond as is not to be found in any other worldly relationship and connections demanding devoted dutifulness.

(Translated from Ishtehar Takmeel-e-Tabligh, January 12, 1889)

www.mushahedat.com | hanifahmadmahmood@hotmail.com | +44 7376 159966

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	1157	اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کو ترویج دینا (تقریر نمبر 1)	1
2	1158	اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کو ترویج دینا (ارشادات مسیح موعودؑ اور خلفاء کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	12
3	947	قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا	27
4	973	وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ	34
5	637	فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَات	48
6	117	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حسن معاشرت	55
7	33	شادی ایک مدرسہ ہے	64
8	25	پرسکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن	71
9	974	گھریلو جھگڑوں و عائلی تنازعات کی وجہ۔ جھوٹ اور قولِ زور	77
10	27	بچوں کے رشتوں کے لیے انتخاب کے لیے زریں ہدایات	91
11	24	بدرسوم کے خلاف جہاد اور لجنہ کی ذمّہ داری	100
12	79	جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا	108
13	23	سوشل میڈیا کا استعمال اور لجنہ کی ذمّہ داریاں	117
14	183	شادی بیاہ کے موقع پر پردے کا معیار	126
15	177	تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار (از ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)	134
16	278	ذیلی تنظیموں کا قیام، حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ	150

17	319	جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات	162
18	697	چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب	173
19	1027	یوم والدین	182
20	1028	یومِ اُمّہات (Mother's day)	192
21	357	مدّرز ڈے (Mother's day)	199
22	1026	فادرز ڈے (Father's day)	206
23	1212	اسلام ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے؟	215
24	52	ابراہیم بنو	229
25	790	"زکریا والی توبہ کرو"	242
26	791	سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کا نادر و نایاب نسخہ	251
27	380	اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو	257
28	290	ذاتی اصلاح کے لئے عملی کوششیں	267
29	297	ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے	277
30	291	ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں (تقریر نمبر 1)	281
31	636	ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں (تقریر نمبر 2)	287
32	91	خود احتسابی، ترقی کا ایک زینہ ہے	294
33	302	عبادِ صالحین کیسے بنا جائے	303
34	299	عبادِ صالحین کی صفات	309
35	31	تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا ضروری ہے	317
36	160	صحبت صالح ترا صالح کند	322
37	248	صحبتِ صالحین (ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں)	336

38	575	اَمَرَبِالْمَعْرُوْفْ وَنَھٰی عَنِ الْمُنْکَرْ	347
39	301	نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے	354
40	874	قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (حضرت محمدؐ) نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے	359
41	39	نماز کی اہمیت وضرورت اور انصار اللہ	369
42	55	نماز باجماعت اور مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے ذرائع	377
43	953	مساجد کے آداب	385
44	57	تلاوت قرآن کریم کی اہمیت، برکات اور آداب	388
45	3	تلاوت قرآن کریم اور بعض مسنون کلمات	399
46	286	ترجمہ قرآن کریم کی اہمیت	404
47	574	درست تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت وضرورت	413
48	571	حفظِ قرآنِ کریم کی اہمیت وبرکات	420
49	722	رمضان اور محفوظ قلعے میں داخل کرنے والی دعائیں	429
50	549	اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا	436

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ يَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

﴿1﴾ ﴿مشاہدات۔1157﴾

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کو ترویج دینا

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْھَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُھَا وَ قَالَ لَھُمْ خَزَنَتُھَا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ (الزمر:74)

یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کیا وہ بھی گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے حتّٰی کہ جب وہ اس تک پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے تب اس کے داروغے ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔ تم بہت عمدہ حالت کو پہنچے۔ پس اس میں ہمیشہ رہنے والے بن کر داخل ہو جاؤ۔

دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا

معزز سامعین! آج سے ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہونے جارہا ہے۔ اِسے کسی حدّ تک الفضل آن لائن میں قسط وار حصّہ بنایا جا چکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی جارہی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔ جیسے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کے عنوان پر ہی دو تقاریر تیار ہو گئی

ہیں۔ امام الزمان حضرت مسیح موعودؑ نے اِس کے متعلق فرمایا ہے کہ ''**ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کے لیے ایک دعا ہے۔**''

سامعین! سوشل میڈیا پر جو پوسٹیں روزانہ کی بنیاد پر شیئر ہو رہی ہوتی ہیں اُن پر ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' جیسی پاکیزہ اسلامی اصطلاح بھی درست نہیں لکھی گئی ہوتی۔ بعض اوقات الف لام کے بغیر ''اسلام علیکم'' اور بعض اوقات درمیان میں ''واؤ'' کا اضافہ کر کے ''السلام و علیکم'' لکھتے ہیں۔ جو غلط العام ہے جن کو پڑھ اور دیکھ کر بہت کوفت محسوس ہوتی ہے۔ درست طریق یوں ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ اور جب یہ پورا السلامُ علیکم بولا یا لکھا جائے جیسا کہ مَیں اوپر بتا آیا ہوں تو رَحْمَۃُ میں گول تاء کے بعد گول ھاء ڈالنا درست نہیں کیونکہ بعض دوست گول ۃ کے بعد گول ہ بھی ڈال دیتے ہیں جو درست نہیں۔

سب سے پہلے اِس حکم کو قرآنِ شریف میں دیکھتے ہیں۔ تقریر کے آغاز پر جس آیت کی تلاوت خاکسار کر آیا ہے۔ اُس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے متعدّد بار سلام کرنے اور اِس کا بہترین رنگ میں جواب دینے کا حکم دیا ہے جیسے

وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَآ اَوْ رُدُّوْھَا (النساء:87)

اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (النور:62)

پس جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں پر سلامتی بھیجا کرو۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے کو سلام کہنے کی بہت تاکید فرمائی اور آپؐ کے صحابہ بھی اس کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ مکمل سلام کہنا یا لکھنا حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے ساتھ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہنے سے 10 نیکیاں جبکہ وَبَرَکَاتُہٗ ساتھ لگانے کے مزید 10 نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' کہا، آپؐ نے اسے سلام کا جواب دیا، پھر وہ بیٹھ گیا، تو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کو دس نیکیاں ملیں“ پھر ایک اور شخص آیا، اس نے ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ“ کہا، یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے ساتھ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کا اضافہ کیا تو آپؐ نے اسے جواب دیا، پھر وہ شخص بھی بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: ”اس کو بیس نیکیاں ملیں“ پھر تیسرا شخص آیا اس نے مکمل سلام یعنی ”اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ“ کہا، آپؐ نے اُسے بھی جواب دیا، پھر وہ بھی بیٹھ گیا، آپؐ نے فرمایا: ”اسے تیس نیکیاں ملیں“۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 495 صفحہ 483)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ کونسا اِسلام بہتر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ یعنی تم کھانا کھلاؤ اور سلام کہو ہر اُس شخص کو جسے تم جانتے ہو یا نہیں جانتے۔

(سنن ابوداؤد، ابواب السلام)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ تم جنت میں نہ جاؤ گے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ اور تم کامل مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھنے لگو۔ کیا مَیں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اُسے کرنے لگو گے تو تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ آپس میں سلام کو عام کرو اور ایک روایت میں ہے کہ تم آپس میں سلام کرنے میں پہل کرو۔

(سنن ابوداؤد، ابواب السلام)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ اے لوگو! سلام کو رواج دو، ضرورت مند کو کھانا کھلاؤ۔ صلہ رحمی کرو اور اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔ اگر تم ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 493 صفحہ 482)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی (مجمع میں زیادہ لوگوں) کو سلام کرتے تو تین مرتبہ سلام کرتے اور جب کوئی بات کرتے تو (سمجھانے کے لئے) تین دفعہ بات کرتے۔

(بخاری، کتاب الاستئذان)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوار پیدل چلنے والے کو اور پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو اور تھوڑے زیادہ آدمیوں کو سلام کریں (یعنی سلام میں پہل کریں۔)

(بخاری، کتاب الاستئذان باب سلام الراکب علی الماشی بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث 497 صفحہ 484)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کہے پھر جب کوئی درخت یا دیوار یا پتھر درمیان میں حائل ہو جائے یعنی وہ ایک دوسرے سے اوجھل ہو جائیں اور دوبارہ آپس میں ملیں تو پھر ایک دوسرے کو سلام کہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 498 صفحہ 484)

حضرت محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ مَیں حضرت ابو امامہ باہلیؓ کا ہاتھ مسجد میں پکڑے ہوئے تھا اور وہ گھر کی طرف واپس آرہے تھے کہ راستہ میں چھوٹا بڑا مسلمان عیسائی جو کوئی بھی ملتا آپؓ اسے سلام کہتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے کہا اے بھتیجے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے سلام پھیلانے کا حکم فرمایا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 505 صفحہ 488)

مخالفوں کو سلام کہنا

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں مسلمان، مشرکین، بت پرست، یہود سب ملے جُلے بیٹھے تھے۔ آپؐ نے ان کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 506 صفحہ 488)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو یہود و نصاریٰ سلام کریں تو اس کے جواب میں وَعَلَیْکُمْ کہو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 507 صفحہ 489)

ایک صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا کہ حضور! مخالفوں سے جو ہمیں اور حضور کو گلی گلوچ نکالتے ہیں اور سخت سست کہتے ہیں السلام علیکم جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا:

"مومن بڑا غیرت مند ہوتا ہے کیا غیرت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ تو گالیاں دیں اور تم ان سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کرو؟ ہاں البتہ خرید و فروخت جائز ہے۔ اس میں حرج نہیں کیونکہ قیمت دینی اور مال لینا کسی کا اس میں احسان نہیں۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 291 ایڈیشن 1984ء)

فرمایا۔

"بیماری کی شدت سے موت اور موت سے خدا یاد آتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ انسان چند روز کے لئے زندہ ہے۔ ذرہ ذرہ کا وہی مالک ہے جو حَیّ و قیّوم ہے۔ جب وقت موعود آتا ہے تو ہر ایک چیز اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہتی ہے اور سارے قویٰ رخصت کر کے الگ ہو جاتے ہیں اور جہاں سے یہ آیا ہے وہیں چلا جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 331 ایڈیشن 1984ء)

ترجمہ از عربی:

"تم ہر شخص کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو اور (لوگوں کی) غم خواری کے لئے ہر دم تیار کھڑے رہو۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 223)

ایک روز حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلم میں ایک کتابوں کی دکان پر کھڑے تھے۔ ایک غیر احمدی حافظ کو آپ نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا، حافظ صاحب نے سلام کا جواب نہ دیا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ مرزا صاحب کے ساتھ ہو گئے ہیں اور وہ قرآن کے خلاف ہیں اس لئے ہم آپ کا سلام قبول نہیں

کرتے۔ حضرت برہان الدین صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب کون سی آیت کے خلاف حضرت مرزا صاحب کا عمل ہے؟

حافظ صاحب نے کہا کہ آیت لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے خلاف مرزا صاحب نے اس طرح کہا ہے کہ انہوں نے لوگوں کے معبودوں کو گالیاں دے کر سچے معبود کو گالیاں نکلوائی ہیں اور آپ ان کے ساتھ ہیں۔ اس لئے ہم آپ سے سلام نہیں کر سکتے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب! کوئی ایسی آیت نکالو جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو بُرا نہ کہو۔ حافظ صاحب لاجواب ہو گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو کافر مشرک اور جہنمی کہا ہے۔

(ماہنامہ انصار اللہ جولائی 1995ء صفحہ 24)

سامعین! گھر کے اندر جاتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر اجازت طلب کرنا

حضرت سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اپنی غربت کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو اگر کوئی گھر میں ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا کرو اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ دیا کرو۔ اپنے اوپر ہی سلامتی بھیجا کرو۔ والسلام تمہیں مل جائے گا اور ایک دفعہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھا کرو۔ تو اس آدمی نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا رزق عطا کیا کہ اس کے ہمسائے بھی اس سے فیضیاب ہونے لگے۔

(روح البیان لاسماعیل حقی بن مصطفیٰ زیر آیت سورۃ الاخلاص جلد 10 صفحہ 558)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے! جب تم گھر جاؤ تو سلام کہو اس طرح تجھے بھی برکت ملے گی اور تیری خاندان کو بھی۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 496 صفحہ 483)

حضرت ربعی بن حراشؒ بیان کرتے ہیں کہ بنی عامر کے ایک آدمی نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی جب کہ آپؐ گھر میں تشریف فرما تھے کہ اندر آجاؤں؟ آپؐ نے اپنے خادم کو کہا۔ جاؤ اور اس سے کہو کہ اندر آنے کی اجازت اس طرح مانگتے ہیں۔ پہلے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

کہیں، پھر پوچھیں۔ کیا مَیں اندر آ سکتا ہوں؟ جب اس آدمی نے یہ بات سنی تو ایسا ہی کیا۔ سلام کہا۔ پھر عرض کیا۔ اندر آ سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اجازت ہے آجاؤ۔ چنانچہ وہ اندر حاضر ہو گیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 508 صفحہ 490)

حضرت عطاء بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا مَیں گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں اجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہیے۔ اس شخص نے کہا مَیں تو ماں کے ساتھ ہی اس گھر میں رہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا اجازت لے کر اندر داخل ہوا کرو۔ اس شخص نے کہا مَیں تو اس کا خادم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا گھر میں اطلاع دے کر داخل ہوا کرو۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اپنی ماں کو ننگی حالت میں دیکھو یعنی وہ بے خیالی میں اس حالت میں بیٹھی ہو کہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر کپڑا نہ ہو۔ اس شخص نے عرض کیا مَیں تو اسے پسند نہیں کرتا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا پھر اجازت لے کر اندر جایا کرو۔ یعنی بغیر اجازت خواہ اپنی ماں کا ہی گھر ہو اندر نہیں جانا چاہیے کیونکہ اکیلے ہونے کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑے وغیرہ بدل رہی ہو یا گرمی کی وجہ سے کپڑے اتار کر لیٹی ہوں۔ کئی احتمالات ہیں۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 509 صفحہ 490-491)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”جب تم دوسروں کے گھروں میں جاؤ تو داخل ہوتے ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہو اور اگر ان گھروں میں کوئی نہ ہو تو جب تک کوئی مالک خانہ تمہیں اجازت نہ دے ان گھروں میں مت جاؤ اور اگر مالک خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 336)

مصافحہ کو رواج دینا

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب اہلِ یمن آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مصافحہ کو رواج دیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 499 صفحہ 485)

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عیادت کا ایک عمدہ طریق یہ ہے کہ آدمی مریض کے پاس جائے اس کی پیشانی یا نبض کی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کا حال احوال پوچھے اور آپس میں ملنے کا عمدہ طریق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ملتے وقت مصافحہ کرو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 500 صفحہ 485)

حضرت ایّوب بن بشیر قبیلہ عنزہ کے ایک شخص کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس شخص نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ملاقات آپ لوگوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت ابوذرؓ نے بتایا کہ مَیں جب کبھی بھی حضورؐ سے ملا مصافحہ کیا ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ حضورؐ نے مجھے بلا بھیجا۔ مَیں اس وقت گھر پر نہیں تھا۔ جب مَیں گھر آیا اور مجھے بتایا گیا تو مَیں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت بستر پر تھے۔ حضورؐ نے مجھے اپنے گلے کے ساتھ لگا لیا اور معانقہ کیا۔ اس خوش نصیبی کے کیا کہنے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 501 صفحہ 486)

حضرت شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالبؓ سے ملے تو حضور نے بوقتِ ملاقات ان سے معانقہ کیا اور ان کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 502 صفحہ 486)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مصافحہ کرنے اور عہدیداران کو کھڑے ہو کر مصافحہ کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک روایت میں آتا ہے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا اور آپؐ سے گفتگو کرتا، آپؐ اس سے اپنا چہرہ مبارک نہ ہٹاتے۔ یہاں تک کہ وہ خود واپس چلا جائے اور جب کوئی آپؐ سے مصافحہ کرتا تو آپؐ اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ چھڑاتے یہاں تک کہ وہ خود ہاتھ چھڑا لے اور کبھی آپؐ کو اپنے ساتھ بیٹھنے والے سے آگے گھٹنے نکال کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ (ابن ماجه، كتاب الادب باب اكرام الرجل جليسه)۔ اس سے جہاں ہم سب کے لیے نصیحت ہے، خاص طور پر جماعت کے عہدیداران کو بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں، ان کو بھی سبق لینا چاہیے کہ ملنے کے

لیے آنے والے کو اچھی طرح خوش آمدید کہنا چاہیے۔ خوش آمدید کہیں، ان سے ملیں، مصافحہ کریں، ہر آنے والے کی بات کو غور سے سنیں۔ بعض لکھنے والے مجھے خط لکھ دیتے ہیں کہ ہمارے بعض معاملات ہیں کہ آپ سے ملنا تو شاید آسان ہو لیکن ہمارے فلاں عہدیدار سے ملنا بڑا مشکل ہے۔ تو ایسے عہدیداران کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ کو یاد رکھنا چاہیے، ملنے والے سے اتنے آرام سے ملیں کہ اس کی تسلی ہو اور وہ خود تسلی پا کر آپ سے الگ ہو۔ پھر دفتروں میں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ہر آنے والے کو کرسی سے اٹھ کر ملنا چاہیے، مصافحہ کرنا چاہیے۔ اس سے آپ کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے اور یہی عاجزی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہے۔ دیکھیں آپ بیٹھتے وقت بھی کتنی احتیاط کیا کرتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ ستمبر 2004ء)

سامعین! عورتوں سے مصافحہ کی ممانعت

حضرت اُمیمہ بنت رقیہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا۔ مَیں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملاتا یا عورتوں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت نہیں لیتا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 503 صفحہ 487)

حضرت اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں سے گزرے۔ وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی آپؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان کو سلام کیا۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 504 صفحہ 487)

آداب ملاقات

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار یا معزز آدمی آئے تو (اس کی حیثیت کے مطابق) اس کی عزّت و تکریم کرو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث 491 صفحہ 481)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وقفہ دے کر اور کبھی کبھی ملنے سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔ (روز روز ملنے چلے آنے سے چاہت کم ہو جاتی ہے۔)

(حدیقۃ الصالحین حدیث 492 صفحہ 481)

مَرْحَبًا (خوش آمدید) کہنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنے والوں سے محبت کے اظہار کے لئے مَرْحَبًا فرماتے۔

حضرت عائشہؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا تھا "مَرْحَبًا، میری بیٹی!" اور اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مَیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَرْحَبًا، اُمّ ہانی!۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب قبیلہ عبد القیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرحبا! ان لوگوں کو جو تشریف لائے۔ نہ ان کی تحقیر ہو گی اور نہ وہ شرمندہ ہوں گے ان کو یعنی ان کو ہمارے ہاں عزت ملے گی۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قبیلہ ربیع کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اور چونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مُضرّ کے کافر لوگ حائل ہیں اس لیے ہم آپ کی خدمت میں صرف حرمت والے مہینوں ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ آپ ہم کو ایسی بات بتا دیں جس پر عمل کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ نہیں آسکے ہیں انہیں بھی اس کی دعوت پہنچائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چار چیزیں ہیں۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال کو ادا کرو اور دُباء، حنتم، نقیر اور مزفّت میں نہ پیو۔ (یعنی شراب اور شراب بنانے کے لئے استعمال ہونے والے برتن استعمال نہ کرو)

(صحیح بخاری، کتاب الادب)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کی سلامتی حاصل کرنے کے لئے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی راستہ بتایا ہے کہ سلام کو رواج دو۔ اس سے آپس میں دلوں کی کدورتیں بھی دور ہوں گی، محبت بھی بڑھے گی، عفو اور درگزر کی عادت بھی پیدا ہو گی اور پھر اس سے معاشرے میں ایک پیار اور محبت کی فضا پیدا ہو جائے گی جو کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک بڑا اہم حکم ہے جس سے حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ پیدا ہو جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 رمئی 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں سلام کو رواج دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔1158﴾

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کو ترویج دینا

(ارشادات مسیح موعودؑ اور خلفاء کی روشنی میں)

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (النساء:87)

اور اگر تمہیں کوئی خیر سگالی کا تحفہ پیش کیا جائے تو اس سے بہتر پیش کیا کرو یا وہی لوٹا دو۔

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری

معزز سامعین! آج سے ”مشاہدات“ کے پلیٹ فارم سے اسلامی اصطلاحات کے درست اور بر محل استعمال پر تقاریر کا ایک مبارک سلسلہ شروع ہونے جارہا ہے۔ اِسے کسی حدّ تک الفضل آن لائن میں قسط وار حصّہ بنایا جاچکا ہے لیکن اِس بار اِس سلسلے کو وسعت دی جارہی ہے اور مزید حوالہ جات اور نئے مواد سے تقاریر کو مزیّن کیا گیا ہے۔ جیسے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کے عنوان پر ہی دو تقاریر تیار ہو گئی ہیں۔ دوسری تقریر حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے ارشادات کی روشنی میں مزیّن کی گئی ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

آپؑ فرماتے ہیں۔

”سلام تو وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ خدا تعالیٰ کا سلام وہ ہے جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے سلامت رکھا۔ جس کو خدا کی طرف سے سلام نہ ہو بندے اس پر ہزار سلام کریں اس کے واسطے کسی کام نہیں آسکتے۔ قرآن شریف میں آیا ہے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ (یٰس:59)۔ ایک دفعہ ہم کو کثرت پیشاب کے باعث بہت تکلیف تھی۔ ہم نے دعا کی۔ الہام ہوا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اسی وقت تمام بیماری جاتی رہی۔ سلام وہی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ باقی سب رسمی سلام ہیں۔“

(ملفوظات جلد نمبر 9 صفحہ 318 ایڈیشن 1984ء)

فرمایا۔

”مَیں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہی آدمیوں کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی خصوصیت سے وصیت فرمائی۔ یا اویسؓ کو یا مسیحؑ کو۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 270 ایڈیشن 2016ء)

فرمایا۔

”حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعود کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا ہے اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ باوجود لوگوں کی سخت مخالفتوں کے اور ان کے طرح طرح کے بد اور جاں ستاں منصوبوں کے وہ سلامتی میں رہے گا اور کامیاب ہو گا۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 172 ایڈیشن 2016ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اس پُر آشوب زمانہ میں کہ چاروں طرف خیالات فاسدہ کی کثرت پائی جاتی ہے اگر محقّانِ دینِ اسلام جو بڑی مردی اور مضبوطی سے ہر یک منکر اور ملحد کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کر رہے ہیں اپنی اس خدمت اور چاکری سے خاموش رہیں تو تھوڑی ہی مدت میں اس قدر شعار اسلام کا ناپدید ہو جائے کہ بجائے

سلام مسنون کے گڈ بائی اور گڈ مارننگ کی آواز سنی جائے۔ پس ایسے وقت میں دلائل حقیقت اسلام کی اشاعت میں بدل مشغول رہنا حقیقت میں اپنی ہی اَولاد اور نسل پر رحم کرنا ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ اول، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 8)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا۔

"اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق وفجور کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبّر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں اگر ایک غریب ان کو السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لئے عار سمجھتے ہیں بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بے باکی کی حرکت خیال کرتے ہیں حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں کوئی اپنی کسرِ شان نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بے جا تکبّر نے ان کی نظر میں **ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کے لیے ایک دعا ہے** حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعارِ اسلام کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 327)

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"ایک رات مجھے خدا نے اطلاع دی کہ اس نے مجھے اپنے لئے اختیار کر لیا ہے۔ تب یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اسی رات ایک بڑھیا کو خواب آئی جس کی عمر قریباً اَسّی برس کی تھی اور اس نے صبح مجھ کو آکر کہا کہ مَیں نے رات سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے اور ساتھ ان کے ایک اور بزرگ تھے اور دونوں سبز پوش تھے اور رات کے پچھلے حصہ کا وقت تھا۔ دوسرا بزرگ عمر میں ان سے کچھ چھوٹا تھا۔ پہلے انہوں نے ہماری جامع مسجد میں نماز پڑھی اور پھر مسجد کے باہر کے صحن میں نکل آئے اور مَیں ان کے پاس کھڑی تھی اتنے میں مشرق کی طرف سے ایک چمکتا ہوا ستارہ نکلا تب اس ستارہ کو دیکھ کر سید عبد القادر بہت خوش ہوئے اور ستارہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اور ایسا ہی ان کے رفیق نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ اور وہ ستارہ مَیں تھا۔ اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی وَیُرٰی لَہٗ۔ منہ۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ششم صفحہ 32)

حضورؑ فرماتے ہیں:

”میں نے خواب میں دیکھا کہ اوّل گویا کوئی شخص مجھ کو کہتا ہے کہ میرا نام فتح اور ظفر ہے اور پھر یہ الفاظ زبان پر جاری ہوئے۔ اَصْلَحَ اللّٰہُ اَمْرِیْ کُلَّہٗ (خدا تعالیٰ نے میرے سارے کام اپنے فضل سے درست کر دیے)۔ اور پھر دیکھا کہ ایک مکان شبیہ مسجد میں ہوں اور ایک الماری کے پاس کھڑا ہوں اور حامد علی بھی کھڑا ہے۔ اتنے میں میری نظر پڑی مَیں نے میاں عبداللہ غزنوی کو دیکھا کہ بیٹھے (ہیں) اور میرا بھائی مرزا غلام قادر بھی بیٹھا ہے۔ تب مَیں نے نزدیک ہو کر اُن کو السلام علیکم کہا تو انہوں نے بھی وعلیکم السلام کہا اور بہت سے دعائیہ کلمات ساتھ ملا دیئے جن میں صرف یہ لفظ محفوظ رہا کہ اَخَّرَکَ اللّٰہُ مگر معنی یہی یاد رہے کہ ان کے کلمات ایسے ہی تھے کہ تیرا خدا مددگار ہو۔ تیری فتح ہو، پھر میں اس مجلس میں بیٹھ گیا اور کہا کہ میں نے خواب بھی دیکھی ہے کہ کسی کو مَیں نے السلام علیکم کہا ہے اور اس نے جواب دیا ہے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَالظَّفَرُ۔“

(تذکرہ صفحہ 220 مطبوعہ 2023ء)

فرمایا:

”اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں۔ اگر ایک غریب ان کو السلام علیکم کہے تو اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لیے عار سمجھتے ہیں بلکہ غریب کے منہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بے باکی کی حرکت خیال کرتے ہیں حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں کوئی اپنی کسر شان نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بے جا تکبر نے ان کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کے لیے ایک دعا ہے حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔“

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 327)

سامعین! اب مَیں آپ کے سامنے خلفائے احمدیت کے اِرشادات پیش کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"آٹھویں صدی ہجری میں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مَیں ہند میں آیا تو مسلمانوں میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا رواج نہیں تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ اب بالکل تباہ ہو جائیں گے کیونکہ ان میں سلامتی کی دعا نہیں رہی۔ ہند میں یہ رواج بہت ہی کم ہے۔ رامپور کی طرف مَیں نے دیکھا ہے یوں ہوتا ہے کہ ایک کہتا ہے خان صاحب دوسرا کہتا ہے میاں۔ بس سلام ہو گیا۔ گھروں میں تو بالکل ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نہیں کہتے۔ حتّٰی کہ میاں، بی بی کو اور بی بی، میاں کو نہیں کہتی حالانکہ سورہ نور میں صریحاً لکھا ہے۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (النور: 62)۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اکثر گھر دُکھ اور مصیبت کے گھر بن گئے ہیں۔"

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 119-120)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کو رواج دیں۔ اس کی یہاں تک تاکید ہے کہ اگر خالی مکان میں بھی کبھی جانا ہو تو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ کہیں۔"

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 491)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنے کی عادت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات پڑھ کر دیکھو کہ آپؐ ہمیشہ سلام کہنے میں سبقت کرتے تھے اور کبھی اس بات کے منتظر نہ رہتے تھے کہ کوئی غریب آدمی آپ کو خود بڑھ کر سلام کرے بلکہ آپؐ کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ آپؐ ہی پہلے سلام کہیں۔ اس کے متعلق مَیں اس جگہ ایک ایسے شخص کی گواہی پیش کرتا ہوں جس کو آپؐ کی مدینہ کی زندگی میں برابر دس سال آپؐ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ میری مراد حضرت انسؓ سے ہے جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے پر ملازم رکھا تھا اور جو آپؐ کی وفات تک برابر آپؐ کی خدمت میں رہے۔ ان کی نسبت امام بخاریؒ روایت کرتے ہیں عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ مَرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہٗ یعنی حضرت انسؓ ایک دفعہ ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں لڑکے کھیل رہے تھے تو آپؓ نے ان کو سلام کہا اور پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے یعنی آپؐ بھی جب لڑکوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کو سلام کہا کرتے تھے۔ ان واقعات پر سرسری نظر ڈالنے والے انسان کی نظر میں شاید یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہو لیکن جو شخص کہ ہر ایک بات پر غور کرنے کا عادی ہو وہ اس شہادت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منکسرانہ طبیعت کے کمال کو معلوم کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں امراء کے لیے اپنے سے چھوٹے آدمی کو پہلے سلام کہنا ایک نہایت سخت مجاہدہ ہے اور ممکن ہے کہ کبھی کبھار کوئی امیر ایسا کر بھی دے لیکن ہمیشہ اس پر قائم رہنا ایک ایسی بات ہے جس کا ثبوت کسی دنیاوی بادشاہ کی زندگی سے نہیں مل سکتا۔ پھر بچوں کو سلام میں ابتدا کرنا تو ایک ایسی بات ہے جس کی بادشاہ تو الگ رہے امراء سے بھی امید کرنا بالکل محال ہے اور امراء کو بھی جانے دو، کتنے بالغ و جوان انسان ہیں جو باوجود دنیاوی لحاظ سے معمولی حیثیت رکھنے کے بچوں کو سلام میں ابتدا کرنے کے عادی ہیں اور جب گلیوں میں بچوں کو کھڑا پاتے ہیں تو آگے بڑھ کر ان کو سلام کرتے ہیں۔ شاید ایسا آدمی جو اس پر تعہّد سے قائم ہو اور ہمیشہ اس پر عمل کرتا ہو ایک بھی نہ ملے گا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حضرت انسؓ جیسے واقف کار صحابی جو ہر وقت آپؐ کے ساتھ رہتے تھے فرماتے ہیں کہ آپؐ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کو سلام کہتے تھے۔ اس شہادت میں آپؓ نے کئی باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اوّل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکسار کے اس اعلیٰ درجہ پر قدم زن تھے کہ بچوں کو سلام کہنے سے بھی آپؐ کو عار نہ تھا۔ دوم یہ کہ آپؐ ان کو سلام کہنے میں ابتدا کرتے تھے۔ سوم یہ کہ ایک یا دو دفعہ کی بات نہیں آپؐ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"

(انوار العلوم جلد اول صفحہ 620-621)

پھر حضورؓ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کو رواج دینے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ نے دو ایسے حکم دیے ہیں جو اگرچہ شریعت کے قوانین نہیں ہیں۔ تمدّن سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ ان کا اثر دین پر پڑتا ہے وہ حکم یہ ہیں: اوّل یہ کہ جب کسی مکان میں

داخل ہونے لگو تو داخل ہونے سے پہلے مکان میں رہنے والوں سے اجازت حاصل کر لو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو داخل ہو جاؤ۔ دوم یہ کہ جب مکان میں داخل ہو جاؤ تو اُنہیں سلام کرو۔

پہلے حکم کے متعلق یہ اَور فرمایا کہ اگر اندر آنے کی اجازت نہ ملے تو پھر داخل مت ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی اَور تشریح فرمادی ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ پہلے اِذن مانگو اور پھر اگر اجازت پاؤ تو مکان میں داخل ہو اور اگر اجازت نہ ہو تو نہ داخل ہو۔ اس اِذن مانگنے کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے کہ یہ اِذن تین دفعہ مانگو۔ تین دفعہ کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ آؤ۔ یہ نہیں کہ بار بار آوازیں دیتے یا کنڈی کھٹکھٹاتے رہو۔ اگر کسی کو داخل ہونے کی اجازت مل جائے تو اس کے لئے قرآن کریم نے یہ دوسرا حکم دیا ہے کہ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَھْلِھا۔ اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَآبُّوْا۔ اَوَلَآ اَدُلُّکُمْ عَلٰی شَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْہُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔ کہ اسی ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم جنت میں نہیں داخل ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو اور مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو اور کیا مَیں تمہیں آپس میں محبت کرنے کی ترکیب بتاؤں؟ وہ یہ کہ آپس میں سلام خوب پھیلاؤ یعنی کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کہو..... پھر سلام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی کثرت کرنی چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس طرح آپس میں محبت پیدا ہو گی۔ جب کوئی دوسرے کے لئے سلامتی کی دعا کرتا ہے تو ضرور ہے کہ اس کے دل میں محبت ہو اور جوں جوں وہ زیادہ دعا کرے وہ محبت بھی بڑھتی جائے گی۔ آجکل تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے معنٰی ہی نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کی محبت پیدا نہ ہو تو اَور بات ہے لیکن جو سمجھتے ہیں ان میں ضرور محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے اور جب ایک انسان دوسرے کے لئے دعا کرے گا تو خود اس کے لئے بھی اور دوسرے کے لئے بھی وہ دعا بہت سے فوائد اور برکات کا موجب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بہت محبت اور پیار کرتا ہے اس لئے جو کوئی اس کی مخلوق سے محبت کرتا ہے اس سے وہ بھی محبت کرتا ہے۔ تو ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کہنے کی وجہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ تمہاری آپس میں محبت ہو گی اور آپس کے تعلقات درست ہوں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ

تمہیں ایمان حاصل ہو گا اور جب ایمان حاصل ہو گا تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے..... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مکان پر جا کر دستک دیتے تو اُس کے دوسری طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور جب اندر سے کوئی آتا تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر اس کی طرف لوٹتے۔ اس طرح کرنا بھی نہایت ضروری ہوتا ہے۔ کئی مکان ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی کمرہ میں تمام گھر کے آدمی رہتے ہیں جب اس کا دروازہ کھلتا ہے تو سامنے مستورات بیٹھی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی دروازہ کے سامنے منہ کر کے کھڑا ہو گا تو اس کی نظر ضرور اندر پڑے گی اور اس طرح بے پردگی ہو گی۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں طرف مڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔"

(الفضل 4 نومبر 1916ء)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنے کے متعلق حضورؓ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (النساء:87) جب تمہاری نسبت کوئی کلمہ نیک استعمال کیا جائے تو تم کو بھی چاہئے کہ اس کے قائل کی نسبت اس سے بہتر کلمہ نیک یا کم سے کم وہی کلمہ استعمال کرو جیسا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جو غیر محدود خزانوں والا ہے اور بہتر سے بہتر بدلہ دینے والا ہے اپنے بندوں سے اس طرح معاملہ نہ کرے وہ کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک قدم آتا ہے تو مَیں دو قدم آتا ہوں جب وہ تیز چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر آتا ہوں۔"

(انوار العلوم جلد 2 صفحہ 103)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الثالثؒ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَور وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی معہود کو سلام بھیجا تھا تو وہ صرف ایک شخص کے لئے نہیں تھا بلکہ مہدی علیہ السلام کی وساطت سے آپ کی جماعت کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سلامتی کی یہ دعا پہنچی ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام تو اب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپؑ

کے ماننے والے، آپؑ کے فدائی، آپؑ کی باتوں کو سن کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے والے اور دینِ متین اسلام کو دنیا میں پھیلانے والے تو موجود ہیں اور یہ سب اپنے اپنے رنگ میں اس اجتماعی کوشش میں حصہ لے رہے ہیں جو اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے لئے شروع ہے۔ اس لئے جماعت میں سے ہر ایک شخص کی بڑی عزت ہے اور بڑا وقار ہے خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی نگاہ میں۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد آپ ایک دوسرے کو سلام نہ کہیں تو یہ بڑی عجیب بات ہو گی۔ مَیں دوستوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جب بھی راستے میں ایک دوسرے سے ملیں سلام کہیں۔ ہماری فضا کو تو ہمیشہ السلام علیکم اور وعلیکم السلام کی آوازوں سے گونجتے رہنا چاہئے۔"

(خطابات ناصر جلد دوم صفحہ 238)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یہ عادت ایسی ہے جس کو بہت پختہ کر لینا چاہئے۔ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کہیں۔ مجھے یاد ہے قادیان میں تو یہ ایسا رواج تھا کہ ہمارے استاد حافظ صاحب دور سے بھینس کے قدموں کی آواز بھی سنتے تھے تو سلام کہہ دیا کرتے تھے۔ نظر تو آتا نہیں تھا کون ہے مگر چاپ سن کر اس لئے سلام کرنے میں جلدی کرتے تھے کہ پہلے مجھے ثواب مل جائے۔ پس آپ بھی سلام کرنے میں جلدی کیا کریں اور اس کا ثواب حاصل کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے عظیم عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ مورخہ 23 جولائی 1999ء)

پھر حضورؒ کیا کمال اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کا فلسفہ بیان فرماتے ہیں۔

"ہر ایک سے اچھی بات کہیں اور سلام کو رواج دیں۔ سلام کو رواج دینا مسلمان کو ہمیشہ اس کی حیثیت کی یاددہانی کراتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلام کا رواج بہت ہے لیکن سلام کا رواج تو دنیا کی ہر قوم میں ملتا ہے۔ مختلف قسم کے سلام ہیں اور مختلف قسم کے آداب ہیں لیکن اسلام نے ہمیں سلام کا جو پیغام ہمیں سکھایا ہے اس کے ساتھ امن کی ضمانت شامل ہو جاتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمہیں صرف خدا کی طرف سے سلامتی پہنچے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے تم امن میں ہو اور اس حیثیت سے میں

خدا سے بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں امن عطا کرے اور اس کی رحمت بھی تم پر ہو۔ پس مومن سے دوسرا مومن ہی نہیں بلکہ ہر مذہب والا امن میں رہتا ہے اور مومن کا سلام ہر ایک کو امن کی ضمانت دیتا ہے۔ اس ضمانت کے بہت سے تقاضے ہیں۔ آپ کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ نہ آپ کی زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کے عمل سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کی نگاہ سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ آپ کے لَمس سے کسی کو تکلیف پہنچے بلکہ اس کے برعکس سلام کا اگلا مضمون یہ ہے کہ اس کے دکھوں کو آپ امن میں تبدیل کرنے والے ہوں۔ یہ دونوں پہلو ہیں جو ہر احمدی کے ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئیں۔

سلام کا ایک پہلو یہ ہے کہ مجھ سے تمہیں ضَرر نہیں پہنچے گا یعنی سلام کہنے والا یہ یقین دلاتا ہے کہ میری طرف سے تم امن میں ہو۔ میری طرف سے تمہیں کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ دوسرا اسلام کا پہلو یہ ہے کہ تمہاری تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کروں گا، تمہاری بے قراری کو قرار میں بدلوں گا، جو کچھ مجھ سے ممکن ہے مَیں تمہیں روحانی اور قلبی اور ذہنی سکون پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ پس یہ دوسرا پہلو ایسا ہے کہ جس میں آپ کو اپنے چاروں طرف دیکھتے رہنا چاہیے، ہوشیار رہنا چاہیے۔ کسی بچے کو تکلیف میں دیکھیں تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں، کسی راہ ڈھونڈتے ہوئے کو پریشان دیکھیں تو آگے بڑھ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر اپنی خدمات پیش کریں اور پوچھیں کہ اِسے کیا تکلیف ہے اِسے کس چیز کی ضرورت ہے۔ غرض یہ کہ محض منفی پہلو اختیار نہ کریں بلکہ مثبت پہلو بھی آگے بڑھ کر اختیار کریں۔ بعض دفعہ بعض غیروں کو جو ہمارے جلسوں میں یا کسی اور موقع پر تشریف لاتے ہیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ جس طرح ہمارا اعزاز ہونا چاہیے تھا ویسا اعزاز ہمیں نہیں دیا گیا بعض دفعہ یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہم کسی شخص کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور اس نے جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو اور کس چیز کی ضرورت ہے، کچھ لوگ گپوں میں مصروف تھے ہم پاس سے گزرے ان کو کوئی پرواہ نہیں ہوئی کہ کون آیا ہے اور کون گیا؟ اور ایسی شکایات بعض دفعہ مختلف ممالک سے بعض غیر مسلم یا غیر احمدی مسلمان لکھ کر بھی مجھے بھیجتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں کس نظر سے جماعت کو دیکھا جا رہا ہے اور کیسی کیسی اس سے توقعات کی جا رہی ہیں۔ یہ ایک پہلو سے جماعت کو ایک عظیم خراج تحسین بھی ہے یعنی جن برائیوں کی اطلاع دی جاتی ہے ان برائیوں میں بھی ایک خراج تحسین پوشیدہ ہے۔"

(خطبہ جمعہ 31/ جولائی 1992ء خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 518-519)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ ایک سوال کہ جب ہم نماز ختم کرتے ہیں تو السّلام علیکم کیوں کہتے ہیں؟ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"نماز پڑھنے کے بعد آپ زیادہ بہتر (فرمانبردار) بن چکے ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے گویا سب کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہم تمہیں سلامتی بھیجتے ہیں اور دائیں اور بائیں سب دنیا کو ہم سلامتی بھیجتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کسی کے خلاف کوئی بدارادہ نہیں باندھنا چاہئے بلکہ دنیا کو امن کا پیغام دینا چاہئے۔ تو یہ نماز میں تربیت ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو۔ واپس دنیا میں آؤ۔ تو سلام لے کر واپس آؤ۔"

(حضورؒ کی اطفال سے ملاقات، ریکارڈ شدہ 10 مئی 2000ء روزنامہ الفضل 9 اپریل 2000ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 7 جون 2003ء کی چلڈرن کلاس میں ربوہ کے اطفال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"ربوہ کے بچے ماشاء اللہ آپ لوگوں کی طرح بہت ہی پیارے بچے ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ احمدیوں کو سلام کو رواج دینا چاہیے یعنی ہر احمدی کو یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ ہر ملنے والے کو سلام کہے اور اس کے لئے حضرت صاحبؒ نے قادیان کی مثال دی تھی کہ وہاں ہر بڑا چھوٹا سلام کہتا تھا اور ایک بہت پیارا اور محبت والا ماحول تھا۔ تو عمومی طور پر حضرت صاحبؒ نے سارے بچوں کو اور بڑوں کو یہ کہا تھا کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کہیں، خوش اخلاقی سے ملیں، لیکن ربوہ کے بچوں کو خاص طور پر کہا تھا کہ وہاں کا ماحول ایسا ہے کہ سلام کی عادت ڈالیں۔ تو ربوہ کے بچوں کے لئے یہی میرا پیغام ہے کہ ربوہ کے ماحول کو ایسا بنا دیں کہ ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آرہی ہوں، بڑے بھی، چھوٹے بھی، بچے بھی۔ بعض دفعہ بڑوں سے سستیاں ہو جاتی ہیں تو بچے اس کی پابندی کریں کہ انہوں نے بہرحال ہر ایک کو سلام کہنا ہے اور سلام کرنے میں پہل کرنی ہے تو اس طرح ربوہ کے ماحول پر بڑا خوشگوار اثر پڑے گا۔ ان شاء اللہ۔"

(الفضل ربوہ 10 جون 2003ء)

پھر فرمایا۔

"اپنے بچوں کو سلام کہنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ یہ تو ٹریننگ کا ایک مستقل حصہ ہے، بچے کو سمجھاتے رہیں کہ وہ سلام کرنے کی عادت ڈالے، گھر سے جب بھی باہر جائے سلام کر کے جائے اور گھر میں جب داخل ہو تو سلام کر کے داخل ہو۔ پھر بچوں کو اس کا مطلب بھی سمجھائیں کہ کیوں سلام کیا جاتا ہے تو بہر حال بچوں، بڑوں سب کو سلام کہنے کی عادت ہونی چاہیے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3/ ستمبر 2004ء)

پھر فرمایا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں۔

"بیان کیا مجھ سے شیر علی صاحب نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے کسی حوالے وغیرہ کا کوئی کام میاں معراج دین صاحب عمر لاہوری اور دوسرے لوگوں کے سپرد کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں میاں معراج دین صاحب چھوٹی چھوٹی پرچیوں پر لکھ کر بار بار حضرت صاحب سے کچھ دریافت کرتے تھے اور حضرت صاحب جواب دیتے تھے کہ یہ تلاش کرو یا فلاں کتاب بھیجو وغیرہ۔ اسی دوران میں میاں معراج دین صاحب نے ایک پرچی حضرت صاحب کو بھیجی اور حضرت صاحب کو مخاطب کر کے بغیر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھے اپنی بات لکھ دی اور چونکہ بار بار ایسی پرچیاں آتی جاتی تھیں۔ اس لئے جلدی میں ان کی توجہ اس طرف نہ گئی کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بھی لکھنا چاہیے۔ حضرت صاحب نے جب اندر سے اس کا جواب بھیجا تو اس کے شروع میں لکھا کہ **آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھنا چاہیے تھا۔**

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بظاہر یہ ایک معمولی سی بات نظر آتی ہے مگر اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کو اپنی جماعت کی تعلیم و تادیب کا کتنا خیال تھا اور نظر غور سے دیکھیں تو یہ بات معمولی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مسلّم سچائی ہے کہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں میں ادب و احترام اور آداب کا خیال نہ رکھا جاوے تو پھر آہستہ آہستہ بڑی باتوں تک اس کا اثر پہنچتا ہے اور دل پر ایک زنگ لگنا شروع ہو جاتا ہے علاوہ ازیں ملاقات کے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا اور خط لکھتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھنا شریعت کا حکم بھی ہے۔

نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دستور تھا کہ آپ اپنے تمام خطوط میں بِسْمِ اللّٰہِ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھتے تھے اور خط کے نیچے دستخط کر کے تاریخ بھی ڈالتے تھے۔ مَیں نے کوئی خط آپ کا بغیر بِسْمِ اللّٰہِ اور سلام اور تاریخ کے نہیں دیکھا اور آپ کو سلام لکھنے کی اتنی عادت تھی کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ ایک دفعہ کسی ہندو مخالف کو خط لکھنے لگے تو خود بخود اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ لکھا گیا۔ جسے آپ نے کاٹ دیا لیکن پھر لکھنے لگے تو پھر سلام لکھا گیا چنانچہ آپ نے دوسری دفعہ اسے پھر کاٹا لیکن جب آپ تیسری دفعہ لکھنے لگے تو پھر ہاتھ اسی طرح چل گیا۔ آخر آپ نے ایک اور کاغذ لے کر ٹھہر ٹھہر کر خط لکھا۔"

(سیرت المہدی جلد اوّل مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد ایم اےؓ۔ روایت نمبر 269-270 صفحہ 299)

مولوی مہر دین صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں:

"مَیں ایک روز حسبِ معمول جہلم سبق کے لئے مولوی صاحب کے ہاں حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ آپ ڈپٹی راجہ جہاں داد خان کی کوٹھی پر گئے ہوئے ہیں۔ مَیں..... ڈپٹی صاحب کی کوٹھی پر پہنچا دروازے پر ان کا نوکر کھڑا تھا۔ مَیں نے اس سے کہا کہ اندر جو لال داڑھی والا انسان (مولوی برہان الدین صاحب) بیٹھا ہے۔ اس کو جا کر کہہ دو مہر الدین لالہ موسیٰ والا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ عرض کرتا ہے۔ جواب میں آپ نے پیغام بھیجا کہ اس کو اندر آنے دو۔ مَیں نے وہاں پہنچ کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ راجہ جہاں داد خاں نے کہا کہ یہ بھی احمدی ہے؟ مَیں نے کہا ہاں!..... مولوی صاحب نے فرمایا کہ کیا گاڑی میں کچھ وقت ہے؟ مَیں نے عرض کی پندرہ منٹ ہیں۔ راجہ صاحب نے کہا کہ آج تم نہ جاؤ۔ یہاں ہی رہ جاؤ۔ مَیں نے کہا وجود وقف کر دیا ہوا ہے۔ اس لئے مَیں رہ نہیں سکتا۔ اس جگہ پر ایک سیّد صاحب بھی تھے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مولوی صاحب سے مناظرہ کر رہے تھے اور راجہ پینڈے خاں صاحب دارا پوری بھی موجود تھے۔ سیّد صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ مرزا صاحب کے فریب میں آ گئے ہیں..... مولوی صاحب نے کہا جب مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کتاب لکھی۔ مَیں نے اس کتاب کو پڑھا، تو مَیں نے خیال کیا کہ یہ شخص آئندہ کچھ ہونے والا ہے۔ اس لئے مَیں اس کو دیکھ آؤں۔ مَیں ان کو دیکھنے کے لئے قادیان پہنچا تو مجھے علم ہوا کہ آپ ہوشیار پور تشریف لے گئے ہیں۔ مَیں نے کہا بار بار آنا مشکل ہے اس لئے

ہوشیار پور جا کر دیکھ آؤں..... مَیں ہوشیار پور پہنچا۔ پوچھ کر آپ کے مکان پر پہنچا اور دستک دی خادم آیا اور پوچھا کون ہو؟ مَیں نے کہا برہان الدین جہلم سے حضرت مرزا صاحب کو ملنے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھہرو۔ مَیں اجازت لے لوں۔ جب وہ پوچھنے کے لئے گیا تو مجھے اس وقت فارسی میں الہام ہوا کہ

"جہاں تم نے پہنچنا تھا پہنچ گیا ہے۔ اب یہاں سے نہیں ہٹنا"

خادم کو حضرت صاحب نے فرمایا کہ ابھی مجھے فرصت نہیں۔ ان کو کہہ دیں پھر آئیں۔ خادم نے جب یہ مجھے بتلایا۔ تو مَیں نے کہا مَیں یہاں ہی بیٹھتا ہوں۔ جب فرصت ملے گی تب ہی سہی۔ جب خادم یہ کہنے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرت صاحب کو عربی میں الہام ہو کہ "مہمان آوے تو مہمان نوازی کرنی چاہئے"۔ جس پر حضرت صاحب نے خادم کو حکم دیا کہ جلدی سے دروازہ کھول دو۔ مَیں جب حاضر ہوا تو حضور بہت خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور فرمایا کہ ابھی مجھے الہام ہوا ہے۔ مَیں نے عرض کی مجھے فارسی میں یہ الہام ہوا ہے کہ اس جگہ سے جانا نہیں۔ مَیں چند دن حضرت کے پاس رہا اور حضرت کے حالات دیکھے کہ تین وقت تک آپ نے کھانا نہیں کھایا اور نماز کے وقت جلدی سے باہر تشریف لاتے اور نماز ہمارے ساتھ ادا کر کے اندر تشریف لے جاتے۔ وہاں مرزا اعظم بیگ ہوشیار پوری مہتمم بندوبست تھا۔ وہ میرا واقف تھا۔ مَیں ان سے ملنے گیا۔ اس نے پوچھا مولوی صاحب! آپ کیسے آئے؟ تو مَیں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کو دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کون سے مرزا صاحب؟ مَیں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ اس نے کہا کہ آدمی تو بہت اچھا تھا۔ لیکن خراب ہو گیا۔ مَیں نے کہا کس طرح؟ اس نے کہا کہ بچپن کی حالت میں لڑکوں سے کھیلا نہیں کرتا تھا۔ اس کا والد اس پر ناراض ہی رہتا تھا کہ تم باہر نہیں نکلتے۔ مَیں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا کون سا موقع ہے۔ مَیں نے کہا جس زمانہ کا مَیں واقف نہیں تھا اس کے متعلق تم نے شہادت دے دی کہ آپ بچپن میں ہی نیک تھے اور موجودہ حالت مَیں نے خود دیکھ لی ہے۔"

(بحوالہ ماہنامہ انصار اللہ جولائی 1995ء صفحہ 26 اور 40 غیر مطبوعہ رجسٹر روایات نمبر 3)

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"حافظ محمد ابراہیم صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں۔ اکثر حضور علیہ السلام، السلام علیکم پہلے کہا کرتے تھے۔ (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 114)

تو یہ سب کچھ اس محبت کی وجہ سے تھا جو آپؑ کے دل میں اپنے ماننے والوں کے لئے تھی بلکہ کوئی بھی بیٹھا ہو تو آپؑ اس طریقے سے سلام کیا کرتے تھے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں سے ہمدردی کا جذبہ رکھتے تھے اور اسی جذبے کے تحت آپ سلام کو پھیلایا کرتے تھے... پس آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس شعار اسلام کو اتنا رواج دیں کہ یہ احمدی کی پہچان بن جائے۔ اس کے لئے خود بھی کوشش کریں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی کہیں ان دنوں میں، جلسہ کے دنوں میں دعاؤں کے ساتھ جہاں وقت گزار رہے ہوں گے، جلسے کی کارروائی سننے میں جہاں وقت گزار رہے ہوں گے، وہاں ہر ملنے والے کو سلامتی کی بھی دعا دیں تاکہ اس مجمع میں، یہاں جو لوگ اکٹھے ہوئے ہیں ان میں جو دینی اور روحانی حالت کی بہتری کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں، یہاں جو آپ آپس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق رشتہ محبت و اخوت قائم کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں اس رشتے کی مضبوطی کے لئے سلامتی کی دعائیں بھی بھیجیں۔ دنیا میں ہر جگہ احمدی پاک دل کے ساتھ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعائیں دینا شروع کر دیں تو بہت جلد اس یکجہتی اور دعاؤں کی وجہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ احمدیت کی ترقی کو دیکھیں گے... اس ملک میں رہنے والے ہر احمدی کا بھی یہ فرض بنتا ہے کہ جس طرح ان لوگوں نے آپ کو اپنے ملک میں رہنے اور کمانے، اپنے حالات بہتر بنانے کی اجازت دی ہے اور ایک احسان کیا ہے کہ بہت سوں کے حالات اپنے ملک میں اتنے اچھے نہیں تھے یہاں کی نسبت تو اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے آپ کا فرض بنتا ہے کہ اس خوبصورت تعلیم پر عمل کرتے ہوئے جو اسلام نے آپ کو دی ہے، جس کو اس زمانے میں صحیح رنگ میں ہمارے سامنے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا ہے۔ اس کو ان لوگوں تک پہنچائیں۔ اسلام سلامتی کا پیغام ہے، ہر احمدی کو اس کو دنیا میں پھیلانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 3/ ستمبر 2004ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِس اہم حکمِ الٰہی پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔947﴾

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۔ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (الاحزاب:71-72)

اے خدا دل کو مرے مزرعِ تقویٰ کر دیں
ہوں اگر بد بھی تو تُو بھی مجھے اچھا کر دیں

معزز سامعین! مجھے آج آپ حاضرین کے سامنے قولِ سدید کے حوالے سے کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ الفاظ سورۃ احزاب کی آیت 71 میں بیان ہوئے ہیں جس کو آیت 72 کے ساتھ پڑھا جائے تو ترجمہ یوں ہو گا۔

"اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اُس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔"

یہ دو آیات جن کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا ہوں اُن چار آیات میں شامل ہیں جو خطبہ نکاح میں تلاوت کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِن دو آیات میں قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا کو تقویٰ اختیار کرنے کے ساتھ باندھا ہے اور صاف اور سیدھی بات کرنے کا حکم دینے کے بعد اِس کے نتائج کا ذکر یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ کے الفاظ میں فرمایا ہے کہ اگر تقویٰ اختیار کرتے ہوئے صاف سیدھی بات کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ قول سدید اختیار کرنے پر اِن دو انعامات کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری دی ہے کہ ہم میں سے جو بھی اللہ کے احکام اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے ارشادات اور فرمودات پر عمل پیرا ہو گا اُسے کامیاب ہونے اور رہنے کی ضمانت دی جاتی ہے۔

پیارے بھائیو! اس اہم اور ضروری مضمون میں آگے بڑھنے سے قبل قولِ سدید کے لغوی معنوں کو جاننا ضروری ہے۔ قولِ سدید اور صدق یعنی سچائی میں کیا فرق ہے۔ صدق کے معنی سچائی یا حقیقت کے ہیں جبکہ سَدِیْد کے اردو معانی مضبوط، مُحکم، درست اور ٹھیک کے ہیں جبکہ سدید، سَدُّ الرَّمْحِ سے ہے جس کے معنی ہیں نیزے کو سیدھا کرنا۔ یعنی سدید بات جو نیزے کی طرح درست ہو۔ اِس میں ذرا بھر کجی اور ٹیڑھا پن نہ ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اِس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ "صاف سیدھی بات کیا کرو"۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اِس کا ترجمہ کیا ہے "وہ بات کہو جو پیچیدہ نہ ہو بلکہ سچی ہو"۔ سورۃ النساء آیت 10 میں قَوْلًا سَدِیْدًا کے تحت حضورؒ لکھتے ہیں کہ "ایسی سچی بات جس میں کوئی فریب یا اخفاء نہ ہو"۔ جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ "سیدھی سادی تحقیقی بات کہو"۔ اور حضرت میر محمد اسحاقؓ صاحب نے لفظی ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کہو بات مضبوط"۔

اور حضرت مسیح موعودؑ نے یہ ترجمہ فرمایا کہ "وہ باتیں کیا کرو جو سچی اور حق اور حکمت پر مبنی ہوں"

(ست بچن)

کسی نے قولِ سدید سے وہ کلام مراد لیا ہے

"جو عین مطابق حقیقت ہو۔ جو واقعاتی تجزیہ پر مبنی ہو۔ جو ٹھوس دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے۔ وہ بات اصل حقیقت سے کچھ بھی اِدھر یا اُدھر ہٹی ہوئی نہ ہو۔"

قولِ سدید اختیار کرنے کی ایک دُعا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ لِسَانِی

(سنن ابن ماجہ حدیث 3830)

کہ اے اللہ! میری زبان کو قولِ سدید کی توفیق دے۔

اوپر بیان ہونے والے تراجم اور آنحضورؐ کی اس دُعا سے قولِ سدید کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قولِ سدید کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ قول سدید یہ ہے کہ
"وہ بات منہ پر لاؤ جو بالکل راست اور نہایت معقولیت میں ہو اور لغو اور فضول اور جھوٹ کا اس میں سرِ مُو دخل نہ ہو۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 209-210 حاشیہ نمبر 11)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ قولِ سدید کی تشریح میں فرماتے ہیں:
"اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے اور یہ قولِ سدید کا حکم تو ایسا ہے کہ اس پر معاشرے کے امن کی بنیاد ہے۔ معاشرے کی اصلاح کی بنیاد اس پر ہے۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح جو مرد اور عورت کے بندھن کا اسلامی اعلان ہے اور آئندہ نسل کے جاری ہونے کا ایک سلسلہ ہے، اس میں ان آیات کو شامل فرمایا ہے۔ (سنن ابن ماجه كتاب النكاح باب خطبة النكاح حدیث 1892)۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا، اس کا دائرہ صرف گھر تک محدود نہیں ہے بلکہ پورے معاشرے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس سے معاشرے میں فساد بھی پیدا کیا جا سکتا ہے اور امن اور سلامتی بھی پیدا کی جا سکتی ہے۔ پس اس پر جس طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے اُس طرح عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔
اللہ تعالیٰ پھر اگلی آیت میں فرماتا ہے کہ تمہاری تقویٰ کی باریک راہوں کی تلاش کی کوشش، اور قولِ سدید کی جزئیات پر قائم رہنے کی کوشش تمہیں خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کرے گا۔ سچائی کے اختیار کرنے سے تمہارے سے پھر نیک اعمال ہی سرزد ہوں گے۔
پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قولِ سدید کی وجہ سے تم لغو باتوں سے بھی پرہیز کرنے والے بن جاؤ گے۔ لغو بات سے پرہیز بذاتِ خود پھر نیک اعمال کی طرف لے جاتا ہے۔ بُرائیوں سے دور کرتا ہے۔ ایک بڑی مشہور حدیث ہے۔ ہم اکثر سنتے ہیں۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ "آج تم یہ عہد کر لو کہ تم نے ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا ہے، جھوٹ کبھی نہیں بولنا" اگر اس پر عمل کرتے رہے تو فائدہ ہو گا۔ تمہاری بُرائیاں چھٹ جائیں گی۔ تو اس نے اس پر عمل کرتے ہوئے اپنی تمام چھوٹی بڑی بُرائیوں اور گناہوں سے چھٹکارا پا لیا۔ (التفسیر الکبیر لامام رازیؒ جزء 16 صفحہ 176 تفسیر سورۃ التوبۃ زیر آیت نمبر 119)"

(خطبہ جمعہ 21/ جون 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے بھی ایک خطبہ میں اِس طرف توجہ دلائی تھی کہ بعض لوگ کسی کے منہ پر کوئی ایسی بات کر دیتے ہیں جو سچی تو ہوتی ہے مگر موقع محل پر نہیں ہوتی اور بڑے فخر سے اس امر کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ مَیں نے تو سچی بات اُس کے منہ پر کر دی تھی اور اِس سے لڑائی جھگڑا ہوتا ہے یا لڑائی جھگڑا میں اضافہ ہوتا ہے۔

سامعین! مجھے چونکہ بڑے شہروں میں خدمت بجالانے کی توفیق ملتی رہی ہے اس لئے ایسے بے شمار واقعات سننے کو ملتے رہے جو نکاح یا شادی کے موقع پر ہوتے ہیں جو خاندانوں میں دڑاریں ڈالنے کا مُوجب ہوتے ہیں اور بعض ایسے خوش کن واقعات بھی سننے کو ملتے رہے جو ہمارے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ جیسے ایک پڑھی لکھی ڈبل پی ایچ ڈی بچی کا رشتہ آیا۔ والد نے بچی سے پوچھا۔ بیٹی! لڑکا پڑھا لکھا اور شریف النفس ہے اور خاندان بھی جماعت کی خدمت کرنے والا ہے۔ لیکن لڑکے کی ٹانگ میں ذرا پیدائشی نقص ہے۔ کیا تم اس سے شادی کرنا پسند کرو گی۔ اس سعادت مند لڑکی نے جواباً اپنے والد کو کہا کہ اگر آپ کو پسند ہے تو مَیں راضی ہوں جہاں تک ٹانگ میں نقص کا تعلق ہے وہ تو شادی کے بعد بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اُدھر لڑکے کی والدہ نے بھی قولِ سدید سے کام لیتے ہوئے تعارف میں ہی بتا دیا تھا کہ میرے لڑکے کی ٹانگ میں پیدائشی طور پر نقص ہے گو چلتے ہوئے محسوس نہیں ہوتا۔

ہمارا ایشائی معاشرہ سچ اور جھوٹ کی ملونی سے بہت مجروح ہے۔ قولِ سدید سے متعلق کئی واقعات، کہاوتیں سبق دینے کے لئے معاشرہ میں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بچی ہکلاتی تھی۔ اُس کے رشتہ پر ماں باپ نے اُسے کہا کہ آپ نے بولنا نہیں ہے۔ وہ سارا وقت خاموش رہی اور آخر پر اپنی والدہ سے مخاطب ہو کر بولی کہ امی! مَیں تو نہیں توئی یعنی کُوئی۔ لوگ گونگی بچیوں کو دھوکے سے بیاہ دیتے ہیں۔ لاہور میں میرے بعض غیر از جماعت حضرات سے تعلقات تھے۔ ایک دفعہ شادی بیاہ کے موقع پر قولِ سدید پر بات شروع ہو گئی تو ایک غیر از جماعت صحافی دوست نے ایک واقعہ مبنی بر حقیقت سنایا کہ لڑکے والوں نے اپنے بچے کے کاروبار کا ذکر کرتے ہوئے لڑکی والوں سے کہا کہ اُس کی ٹمبر کی دکان ہے۔ جب لڑکی والے دیکھنے گئے تو وہ گھنٹہ گھر فیصل آباد پر مسواکیں لگا کر بیٹھا تھا۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے رشتہ کی تلاش کے وقت تقویٰ کی نصیحت کے ساتھ قولِ سدید کی تلقین فرمائی اور ساتھ اِس کے نتائج اور انعامات کا ذکر بھی کیا۔

سامعین! قَوْلًا سَدِیْدًا کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دو دفعہ استعمال فرمائے ہیں۔ ایک تو سورۃ الاحزاب میں جس کا ذکر مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ دوسرا ذکر سورۃ النساء آیت 10 میں ملتا ہے۔ جس میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو اپنی اولاد کے بارے میں یہ سوچیں کہ اُن کی وفات کے بعد اولاد کا کیا بنے گا وہ کمزور رہ گئے ہیں یا کمزور رہ جائیں گے۔ انہیں چاہئے کہ وہ یتیموں کے متعلق سوچیں فَلْیَتَّقُوا اللّٰہَ وَلْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا کہ وہ اللہ سے ڈریں اور صاف سیدھی بات کریں۔ یعنی قرآن میں دونوں جگہ تقویٰ اختیار کرنے کے بعد صاف سیدھی بات کرنے کا ذکر ہے۔

جھوٹ ایک لعنت ہے جس کے نتائج بھی اچھے نہیں ہوتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے دربارِ رسولؐ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضورؐ! مَیں بہت سی بُرائیوں میں مبتلا ہوں۔ مَیں چوری بھی کرتا ہوں، مَیں شراب بھی پیتا ہوں اور مَیں زنا بھی کر لیتا ہوں۔ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ ترک کر دو۔ وہ جھوٹ چھوڑنے کا عہد کر کے دربارِ رسولؐ سے روانہ ہوا۔ اُسی رات اُس شخص کو چوری کی عادت نے اُسے مجبور کیا تو یہ سوچ کر رُک گیا کہ اگر چوری کی تو یہ گناہ ہو گا اور اگر چوری کرنے کے بعد حضورؐ نے پوچھا تو اگر مَیں نے کہا نہیں کی تو یہ جھوٹ ہو گا۔ اِسی طرح اُس شخص نے شراب پینے یا زنا کرنے پر سوچا تو آہستہ آہستہ اُس کی تمام بُرائیاں جاتی رہیں اور جھوٹ بولنا بھی چھوڑ دیا۔ پس جھوٹ تمام گناہوں کا سردار ہے۔ اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور سچ بالخصوص قولِ سدید کو اپنانا چاہئے تا ہماری ترقیات کے راستے وا ہوتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور لقا کے راستے آسان ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِسی امر پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک اور مسئلہ جو آج کل عائلی مسئلہ رہتا ہے اور روزانہ کوئی نہ کوئی اس بارہ میں توجہ دلائی جاتی ہے بچیوں کی طرف سے کہ سسرال یا خاوند کی طرف سے ظلم یا زیادتی برداشت کر رہی ہیں۔ بعض دفعہ لڑکی کو لڑکے کے حالات نہیں بتائے جاتے یا ایسے غیر واضح اور ڈھکے چھپے الفاظ میں بتایا جاتا ہے کہ لڑکی یا لڑکی کے والدین اس کو معمولی چیز سمجھتے ہیں لیکن جب آپ بیچ میں جائیں تو ایسی بھیانک صورتحال ہوتی ہے کہ خوف آتا ہے۔ یہ بھی بات سامنے آئی ہے کہ بعض صورتوں میں جب اس قسم کی زیادتیاں ہوتی ہیں، جب لڑکی کے بحیثیت بہو اختیارات اس کے پاس آتے ہیں تو پھر وہ ساس پر بھی زیادتیاں کر جاتی ہے اور اس پر

ظلم شروع کر دیتی ہے۔ اس طرح یہ ایک شیطانی چکر ہے جو ایسے خاندانوں میں جو تقویٰ سے کام نہیں لیتے جاری رہتا ہے۔ حالانکہ نکاح کے وقت جب ایجاب و قبول ہوتا ہے، تقویٰ اور قول سدید کے ذکر والی آیات پڑھ کر اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ایسا جنت نظیر معاشرہ قائم کرو اور ایسا ماحول پیدا کرو کہ غیر بھی تمہاری طرف کھنچے چلے آئیں۔ لیکن گو چند مثالیں ہی ہوں گی جماعت میں لیکن بہر حال دکھ اور تکلیف دہ مثالیں ہیں۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہر بات سے پہلے، ہر کام سے پہلے سوچ کہ اس کا انجام کیا ہو گا اور جو کام تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ خیال ہوتا ہے زیادتی کرنے والوں کا کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ہم گھر میں بیٹھے کسی کی لڑکی پر جو مرضی ظلم کرتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ تو پھر اگر یہ خیال دل میں رہے کہ اللہ تعالیٰ اگر دیکھ رہا ہے اور اللہ کو اس کی خبر ہے تو حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) فرماتے ہیں کہ ان بُرائیوں سے بچا جاسکتا ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 18/ جولائی 2003ء)

شادی کے وقت تلخی کی ایک وجہ سچائی کا نہ ہونا کے ضمن میں ایک موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے بندے اور الٰہی جماعتیں جو ہیں انہوں نے تو اونچائی کی طرف جانا ہے اور ان سے تو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ ان کے لئے ترقی کی منازل ہیں جو انہوں نے طے کرنی ہیں اور اوپر سے اوپر چلتے چلے جانا ہے۔ اُن میں اگر جھوٹ آجائے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے نہیں رہتے جن پر اللہ تعالیٰ فضل فرماتا ہے یا جن سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمانے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ پس احمدیوں کو اپنی گواہیوں میں بھی اور اپنے معاملات میں بھی جب پیش کرتے ہیں تو سو فیصد سچ سے کام لینا چاہئے۔ مثلاً عائلی معاملات ہیں۔ نکاح کے وقت اس گواہی کے ساتھ رشتہ جوڑنے کا عہد کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم قول سدید سے کام لیں گے۔ سچ سے کام لیں گے۔ ایسا سچ بولیں گے جس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔ جس سے کوئی اور مطلب بھی اخذ نہ کیا جاسکتا ہو۔ صاف ستھری بات ہو۔ لیکن شادی کے بعد لڑکی لڑکے سے غلط بیانی کرتی ہے اور

لڑکا لڑکی سے غلط بیانی کرتا ہے۔ دونوں کے سسرال والے ایک دوسرے سے غلط بیانی کر رہے ہوتے ہیں اور یوں ان رشتوں میں پھر دڑاریں پڑتی چلی جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ یہ ختم ہو جاتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ستمبر 2009ء)

سامعین! میاں بیوی کے درمیان بے اعتمادی پیدا ہو جانے کی بہت بڑی وجہ کسی ایک فریق یا دونوں کا جھوٹ کی بدعادت میں مبتلا ہونا ہے۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بہت سے جھگڑے خاوند بیوی کے اس لئے ہو رہے ہوتے ہیں کہ بے اعتمادی کا شکار ہوئے ہوتے ہیں۔ عورت کو شکوہ ہوتا ہے کہ مرد سچ نہیں بولتا۔ مرد کو شکوہ ہوتا ہے کہ عورت سچ نہیں بولتی اور اس کو سچ بولنے کی عادت ہی نہیں اور اکثر معاملات میں یہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوتے ہیں کہ میرے سے غلط بیانی سے کام لیا یا مستقل ہر بات میں غلط بیانی کرتے ہیں یا کرتی ہیں۔ پھر سچ پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے بچوں پر بھی اثر پڑتا ہے اور بچے بھی جھوٹ بولنے کی عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

مزید فرمایا:

"پھر یہ بھی نصیحت ہے کہ اگر تم اس طرح سچ پر قائم رہو گے اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرتے رہو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری ان کوششوں کے نتیجہ میں تمہاری اصلاح کرتا رہے گا۔ تمہیں نیکیوں پر چلنے کی توفیق دیتا رہے گا۔ تمہارے گناہوں سے، تمہاری غلطیوں سے، صَرفِ نظر کرتے ہوئے تمہارے گھروں کو جنت نظیر بنا دے گا۔ سچ پر قائم رہنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ سچ پر قائم رہ کر ہی ایک دوسرے پر اعتماد قائم ہوتا ہے اور سچ پر قائم رہ کر ہی آپس کے تعلقات کو اچھی طرح ادا کر سکتے ہو اور سچ پر قائم ہو کر ہی اپنی نسلوں کی صحیح تربیت کر سکتے ہو اور ان کو معاشرے کا ایک مفید وجود بنا سکتے ہو۔"

(الفضل انٹرنیشنل یکم مئی 2015ء)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿4﴾ ﴿مشاہدات۔973﴾

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)

یہ (ہم نے حکم دیا) اور جو بھی اُن چیزوں کی تعظیم کرے گا جنہیں اللہ نے حرمت بخشی ہے تو یہ اس کے لئے اس کے ربّ کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لئے چوپائے حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جن کا ذکر تم سے کیا جاتا ہے۔ پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

معزز سامعات! مَیں نے آج آپ بہنوں کے سامنے ایک قرآنی حکم وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ پر کچھ کہنا ہے جو سورۃ الحج کی آیت 31 کا حصّہ ہے جس کے معانی ہیں جھوٹ کہنے یا بولنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ نے اِس حکم کو بُت پرستی (جو شرک ہے) سے بچنے اور خدا کا کسی کو شرک نہ بنانے کے حکموں کے درمیان لاکر یہ بتایا ہے کہ جھوٹ بھی ایک قسم کا شرک ہے جس پر انسان اللہ سے ناامید ہو کر انحصار کرتا ہے۔ مَیں نے آج اِس عنوان کو اِس لئے چُنا ہے کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ماہ ستمبر 2025ء میں منعقد ہونے والے برطانیہ کے ذیلی تنظیموں کے تینوں سالانہ اجتماعات سے علیحدہ علیحدہ خطاب میں جھوٹ سے بچنے اور سچائی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور مؤرخہ 27 ستمبر کو لجنہ ممبرات سے خطاب میں جھوٹ کے خلاف منصوبہ بندی کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

”ایک مؤمنہ عورت کی صفت سچائی پر قائم رہنا ہے۔ جب ایک احمدی سچائی پر قائم رہتی ہے اور جھوٹ سے بچتی ہے تو وہ ایک روحانی جہاد پر روانہ ہوتی ہے۔ یہ جہاد اُسے نہ صرف ہر قسم کے شرک سے بچاتی ہے بلکہ

اُس کی اولاد اور دیگر معاشرے کے لئے بھی ایک نمونہ قائم کرتی ہے جو اُنہیں جھوٹ سے پرہیز کرنے اور شرک کو مٹانے کا سبق دیتا ہے۔ جو شخص سچائی کو قائم کرتا ہے اور دوسروں میں بھی یہ وصف پیدا کرتا ہے وہ یقیناً معاشرے کو خوبصورت بنانے میں ایک کلیدی کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ جھوٹ، فساد اور گھروں اور معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کُنجی ہے۔ چونکہ احمدیت کی اگلی نسل آپ کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اِس لئے ضروری ہے کہ آپ ہمیشہ سچائی پر قائم رہیں۔

مجھ سے جب بھی مائیں اِس غیر اسلامی ماحول میں بچوں کی اچھی تربیت کے لئے رہنمائی لیتی ہیں تو میرا یہی جواب ہوتا ہے کہ اپنا عملی نمونہ اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائیں کیونکہ بچہ چھوٹی عمر سے ہی ماں کے پاس زیادہ ہوتا ہے اور اِسے دیکھ کر اِس کی نقل کرتا ہے۔ اِس لئے احمدی ماؤں کی بڑی ذمّہ داری ہے کہ وہ معاشرے سے شرک کو مٹائیں اور سچائی کو قائم کریں۔ اِسی طرح لجنہ اماء اللہ کو اجتماعی طور پر معاشرے میں سچائی قائم کرنے کے حوالے سے منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اللہ نے جھوٹ کو شرک کے برابر گردانا ہے اور ایک احمدی کے لئے یہ بات کافی ہونی چاہئے کہ وہ اِس سے بچ کر رہے۔ اگر مائیں بچوں کو جھوٹ سے بچا لیں تو وہ ایک ایسی نسل کو پروان چڑھائیں گی جو کہ بہادر اور حق کی بات کرنے والی ہو گی اور پھر اِسی جرات کے نتیجہ میں دنیا کو خدا کے دین کی طرف بلانے والی ہو گی۔"

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 4/ اکتوبر 2025ء)

معزز سامعات! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے لئے کِذب اور قولِ زور جبکہ سچائی کے لئے صِدق اور قولِ سدید کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جہاں تک قولِ زور کے الفاظ کا تعلق ہے۔ ایک دفعہ تو سورۃ الحج میں یہ الفاظ فرما کر اِس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے جس کی تلاوت مَیں آغاز پر کر آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر عباد الرحمان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73)

یعنی یہ وہ (اللہ تعالیٰ کے نیک) بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولِ زُور کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسولَ اللهِ، قالَ: الإِشْرَاكُ باللهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَمَا زَالَ يقولُها، حتَّى قُلتُ: لا يَسْكُتُ

(صحیح بخاری، حدیث:2654)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”کیا مَیں تمہیں وہ گناہ نہ بتاؤں، جو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑے ہیں؟“ اور آپؐ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ ”جی ہاں! اے اللہ کے رسول! پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ”اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ پھر آپؐ بیٹھ گئے، جب کہ آپؐ (تکیے پر) ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا۔ ”خبر دار! اور جھوٹ بولنا بھی (کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ہے)۔“

پھر رمضان اور جھوٹ کے تعلق میں آپؐ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

(بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور)

کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ ایسا شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

سامعات! اَلزُّوْرِ ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں سچائی کو غلط طریقے سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حقائق کو جان بوجھ کر مسخ کرنا شامل ہے۔ جھوٹ صرف کسی بات کو غلط بیان کرنے کا نام ہے، جبکہ الزُّوْرِ میں سچ کو چھپانا یا غلط کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش شامل ہوتی ہے۔ نیز اَلزُّوْرِ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کا مقصد کسی کی بدنامی کرنا، اس کی ساکھ کو نقصان پہنچانا یا اس کے خلاف کوئی غلط تاثر پیدا کرنا ہوتا ہے.

جیسا کہ ہم اوپر سن آئے ہیں کہ جھوٹ کو عربی زبان میں ”کِذب“ کہتے ہیں۔ خلافِ واقعہ کسی بات کی خبر دینا، چاہے وہ خبر دینا جان بوجھ کر ہو، یا غلطی سے ہو، جھوٹ کہلاتا ہے۔ (المصباح المنیر)

جھوٹ بولنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، جن میں شرمندگی سے بچنا، کسی غلط کام کو چھپانا، یا خود کو بچانا شامل ہے. کسی نے کِذب کی تعریف میں لکھا ہے کہ کذب کے معنی ہیں جانتے بوجھتے کسی چیز کے متعلق خلاف حقیقت خبر دینا۔ جیسے سورۃ یوسف میں ہے بِدَمٍ كَذِبٍ۔ جھوٹ موٹ کا خون یعنی ایسا خون جو اُس کا نہ تھا جس کا وہ بتایا گیا تھا۔ یا جیسے اَكَذَبَ الرَّجُلُ اُس وقت کہتے ہیں جب کسی آدمی کو پکارا جائے اور وہ سوتے ہوئے کی طرح چپ سادھ لے یعنی سو نہ رہا ہو بلکہ سوتا ہوا ظاہر کر رہا ہو۔ نیز مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو غلط راستہ بتائے تا کہ وہ گمراہ ہو جائے، تو یہ جھوٹ ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ جہنم کی طرف لے کر جاتا ہے اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے ہو اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر و الصلة)

یہ بات بالکل سچ ہے کہ انسان اگر بغیر چاہے بھی ایک جھوٹ ہی بول دے تو اسے چھپانے کے لئے کئی ایک جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں اور آخر کار فائدہ حاصل کرنے کی بجائے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے جبکہ شرمندگی الگ ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ مجھے مجبوراً جھوٹ بولنا پڑا بالکل غلط بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز کرو۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ بُت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے۔ جیسا احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لیے جھوٹ کو بت بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بُت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بُت پرست بُت سے نجات چاہتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بُت بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بُت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی۔ کیسی خرابی آکر پڑی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیوں بُت پرست ہوتے ہو اس نجاست کو چھوڑ دو تو کہتے ہیں کہ کیوں چھوڑیں۔ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا اس سے بڑھ کر کیا بد قسمتی ہو گی جھوٹ پر

اپنی زندگی کا مدار سمجھتے ہیں مگر مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامیاب ہوتا ہے۔ بھلائی اور اسی کی فتح ہے..... یقیناً یاد رکھو! جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر مَیں کیوں اس کو باور کروں مجھ پر سات مقدمے ہوئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ لکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مدد گار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راست باز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو پھر دنیا میں کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اُٹھ جاوے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238-239)

جھوٹ بولنے کی عادت چونکہ شیطان کی طرف سے ملتی ہے لہذا جھوٹ بولنے والے لوگ اور بھی کئی بُری عادتوں کے مالک بن جاتے ہیں اور نفسانی خواہشات کا حصول ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے اسی لئے جب ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کوئی ایسی عادت بتایئے، جو چھوڑنے سے تمام بُری عادتیں ختم ہو جائیں۔ اِس کے جواب میں آپؐ نے اُسے جھوٹ بولنے سے منع کیا۔ جس پر عمل کر کے رفتہ رفتہ اُسے تمام خراب عادتوں سے نجات مل گئی۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ نے اپنے کئی خطبات میں جھوٹ سے کنارہ کشی اختیار کر کے سچائی کے دامن کو تھامنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بتوں کی ناپاکی سے احتراز کرو۔ بتوں کی ناپاکی سے مراد ہے شرک سے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ بُت پرستی کی گندگی سے احتراز کرو اور وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور جھوٹ سے بھی بچنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ یہاں شرک اور جھوٹ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے اور امر واقع یہ ہے کہ جھوٹ اور شرک ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جب حق نہ بچا سکے جو اللہ ہے تو پھر جھوٹ کی طرف انسان رجوع کرتا ہے جو غیر اللہ ہے تو اَوثان کے ساتھ جھوٹ کو باندھنا یہ بہت ہی اہم مضمون ہے جسے ہمیں کوشش کر کے اپنے نفس کی باریکیوں تک جاری کرنا چاہیے۔"

نیز فرمایا:

"یہ یقین رکھیے کہ سچ کے بغیر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں اِس لئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا چاہئیں کہ بار بار خدام اور انصار اور لجنات اس طرف متوجہ ہوتے رہیں کہ سچائی کی کتنی بڑی قیمت ہے اور اس وقت جماعت کو اور دنیا کو جماعت کی وساطت سے کتنی بڑی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جیسا کہ مَیں نے کہا ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ انسان کو نہیں پتہ کہ چھوٹی نیکی اُس کے لئے کیا ہے اور بڑی نیکی کیا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ایک نیکی ایک کے لئے چھوٹی ہے اور دوسرے کے لئے بڑی، یا اس کی تعریف مختلف ہے۔ مثلاً ایک صحابی کے پوچھنے پر کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ بڑی نیکی کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ بڑی نیکی ہے۔(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللّٰہ تعالیٰ افضل الاعمال حدیث نمبر248)۔ پھر ایک اور موقع پر ایک دوسرے صحابی کے پوچھنے پر کہ بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت کرنا۔(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب فضل الصلاۃ لوقتھا حدیث نمبر527)۔ پھر ایک تیسرے موقع پر ایک تیسرے صحابی کے پوچھنے پر کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تہجد کی نماز ادا کرنا، تہجد کے نفل پڑھنا۔(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم حدیث نمبر2756)

اس طرح آپؐ نے مختلف لوگوں کو بعض مختلف امور کی طرف توجہ دلائی۔ پس بڑی نیکی تین یا تین سے زیادہ تو نہیں ہو سکتیں اور بھی مختلف لوگوں کو اُن کی کمزوریوں کے مطابق توجہ دلائی ہو گی۔ بڑی نیکی تو ایک ہی ہونی چاہئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے بڑا کام اور نیکی وہ ہے جس کی کسی میں کمی ہے۔ پس اگر کوئی شخص ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا یا بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتا تو اُس کے لئے دین کی خدمت بڑی نیکی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ یہ خدمت ذاتی مفاد کے لئے بھی کر رہا ہو یا

نام ونمود کے لئے بھی کر رہا ہو۔ پس ایسے لوگ جن کے گھر والے اُن کے رویوں سے نالاں ہیں اور وہ عہدیدار بنے ہوئے ہیں، اُنہیں اپنی خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے دین کی خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے، ماں باپ اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص چندوں میں بہت اچھا ہے لیکن نمازوں میں سست ہے، نوافل میں سست ہے تو اُس کے لئے نمازیں اور نوافل نیکی ہیں۔ اسی طرح بہت سی نیکیاں ہیں جو ایک کے لئے معمولی ہیں دوسرے کے لئے بڑی ہیں۔ پس چھوٹی بڑی نیکیوں کی کوئی فہرست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی رِیا کی جو مثال دی ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہ مثلاً رِیا تو یہاں بھی اس سے یہی مراد ہے کہ بظاہر چھوٹا نظر آنے والا گناہ دراصل بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ نماز پڑھنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا ذریعہ ہے۔ دین کی معراج ہے لیکن دکھاوے کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں بلکہ الٹا دی جاتی ہیں۔ اسی طرح ایک انسان نمازی ہے لیکن دوسروں کے حقوق غصب کر رہا ہے تو یہ نماز نیکی نہیں ہے بلکہ بہتر ہوتا کہ وہ دوسروں کا حق ادا کرتا اور پھر نماز ادا کر کے نماز کا ثواب حاصل کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس مَیں نے پڑھا ہے جس میں آپ نے ارکانِ اسلام کا ذکر فرمایا۔ روزہ بھی ایک رکن ہے۔ مسلمان رمضان میں روزے کا اہتمام بھی بہت کرتے ہیں لیکن بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جو روزہ رکھ کر جھوٹ، فریب، گالی گلوچ، غیبت وغیرہ کرتے ہیں، ان سے کام لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر یہ سب کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کا روزہ روزہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور، والعمل به فی الصوم حدیث نمبر 1903)۔ پس روزے کا ثواب بھی گیا۔ تو اصل چیز یہ ہے کہ ان اعمال کو اس طرح بجالایا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پس انسانی زندگی کا ہر قدم بڑا پھونک پھونک کر اُٹھانا چاہئے جہاں خالص خدا تعالیٰ کی رضا مقدم ہو، جہاں عقیدے میں پختگی ہو وہاں اعمال کی بھی ایسی اصلاح ہو کہ دنیا کو نظر آجائے کہ ایک احمدی اور دوسرے میں کیا فرق ہے؟ پس ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہئے کہ تمام قسم کی برائیوں سے بچنا ہے۔ تمام قسم کی نیکیوں کو اختیار کرنا ہے تاکہ عملی طور پر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ اپنے چھوٹوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے نوجوانوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے

ساتھ کام کرنے والوں کے لئے نمونہ بنیں، اپنی عملی حالتوں میں ہر چھوٹا بڑا وہ معیار حاصل کرے کہ ہر قسم کی بدی اور برائی کا بیج ہم میں سے ہر ایک میں ختم ہو جائے، اُس کی جڑ ہی ختم ہو جائے۔ اگر افرادِ جماعت میں سے ہر ایک نے اپنی مکمل اصلاح کی کوشش نہ کی تو جماعت میں ہر وقت کسی نہ کسی قسم کی برائی کا بیج موجود رہے گا اور موقع ملتے ہی وہ پھلنے پھولنے لگ جائے گا، پھوٹنے لگ جائے گا۔ پس ہر قسم کی برائیوں کی جڑوں کو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم ہر قسم کی برائیوں کو جماعت میں سے ختم کر کے عملی اصلاح کی حقیقی تصویر بن سکتے ہیں اور تب پھر اللہ تعالیٰ ہمیں فتوحات کے نظارے دکھائے گا۔ تبھی ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قرب ہم پاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 30/ مارچ 2012ء)

سامعات! یاد رکھیں! صرف یہی نہیں کہ ایسا جھوٹ، جس میں فساد و بگاڑ ہو اور ایک آدمی پر اُس جھوٹ سے ظلم ہو رہا ہو، وہی ممنوع ہے، بلکہ لُطف اندوزی اور ہنسنے ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی ممنوع ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "وہ شخص برباد ہو، جو ایسی بات بیان کرتا ہے تاکہ اُس سے لوگ ہنسیں، لہٰذا وہ جھوٹ تک بول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو۔"

(سنن ترمذی، حدیث:2315)

سامعات! یہ ایک ایسی بیماری ہے، جو دوسری بیماریوں کے مقابلے میں بہت عام ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بلاوجہ ہنسی مذاق میں جھوٹ بولتے ہیں اور اِس بات کی پرواتک نہیں کرتے کہ اِس جھوٹ سے اُنہوں نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ حالاں کہ جب لوگوں کو کسی جھوٹے شخص کی پہچان ہو جاتی ہے، تو وہ اُسے بالکل خاطر میں نہیں لاتے۔ ایک جھوٹا شخص کبھی حقیقی پریشانی میں بھی ہو، تب بھی سُننے والے اُس کی بات پر بالکل یقین واعتماد نہیں کرتے۔ دروغ گوئی، کذب وافترا، لوگوں میں بے بنیاد باتیں پھیلانے یا افواہوں کا بازار گرم کرنے سے فوائد تو کچھ حاصل نہیں ہوتے۔ ہاں البتہ، یہ عمل خواہ جان بوجھ کر انجام دیا جائے یا اَن جانے میں، کتنے ہی لوگوں کو ایک دوسرے سے بدگمان و بدظن ضرور کر دیتا ہے۔ لڑائی، جھگڑے،

دنگے فساد کا باعث بنتا ہے، تو کبھی کبھی خون خرابے کا بھی سبب بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ انسان اپنے منہ سے جو بھی بات نکالتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُسے لفظ بہ لفظ نوٹ کرتے رہتے ہیں اور پھر اُسے اُس کے ان ہی افکار و اعمال کے مطابق قیامت کے دن جزا و سزا دی جائے گی۔

دروغ گوئی کوئی معمولی گناہ نہیں، یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ قرآنِ کریم میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔ ''لعنت کریں اللہ کی اُن پر جو کہ جھوٹے ہیں۔'' (آلِ عمران: 61) اِسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی اِس بدترین گناہ کی قباحت و شناعت واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔''، لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو ایمان کے منافی عمل قرار دیا ہے۔

اللہ کے رسول سے ایک دفعہ پوچھا گیا۔ ''کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ ''ہاں۔'' پھر سوال کیا گیا۔ ''کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا۔ ''ہاں۔'' پھر عرض کیا گیا۔ ''کیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا۔ ''نہیں (صاحبِ ایمان جھوٹ نہیں بول سکتا)۔'' (مؤطا امام مالک)۔ ایک اور حدیث شریف میں جن چار خصلتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی علامت قرار دیا، اُن میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے، لہٰذا جو شخص جھوٹ بولتا ہے، وہ خصلتِ نفاق سے متصّف ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جس میں چار خصلتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں اِن خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے، تو اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آں کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (1) جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے۔ (2) جب بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ (3) جب وعدہ کرے، تو دھوکا دے اور (4) جب لڑائی جھگڑا کرے، تو گالم گلوچ کرے۔''

(صحیح بخاری، حدیث: 34)

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ

"جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو رحمت کے فرشتے اُس سے ایک میل دُور ہو جاتے ہیں اور جب آدمی جھوٹ بولتا ہے، تو اُس سے جو بُو آتی ہے، اُس کی وجہ سے فرشتہ اُس سے ایک میل دُور چلا جاتا ہے۔"

(سنن ترمذی:1972)

اِس حدیثِ مبارکہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جھوٹ کس قدر بُرا اور قبیح فعل ہے، مگر ہم اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں، تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ ہمارے یہاں اکثریت دروغ گوئی کو گناہ ہی تصوّر نہیں کرتی۔

سیاست میں تو جھوٹ اِس قدر عام ہے کہ اس کے بغیر سیاست کا دال دلیہ ہی نہیں چل سکتا۔ ہر طرح کے کاروبار میں جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے، لوگوں کو دھڑلّے سے دھوکا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ہمارا یہ عمومی چال چلن، طرزِ زندگی ہو گا، تو ہمارے معاملات سے برکتیں تو خود بہ خود اُٹھ جائیں گی۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ ہماری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، تو بھلا دعائیں کیسے قبول ہوں؟ جب کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، کاروبار سود کی بنیاد پر، بات بات میں جھوٹ، ایک دوسرے کی چغلیاں، غیبتیں، فراڈ، دھوکہ دہی، گالم گلوچ، بلاوجہ لعن طعن اور طرّہ یہ کہ ان سب گناہوں کی ہماری نظر میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔ حالاں کہ ایک وقت آئے گا، جب یہی گناہ پہاڑ بن جائیں گے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیثِ مبارکہ میں جھوٹ بولنے کو "بڑی خیانت" قرار دیا ہے اور خیانت تو خود ہی ایک گناہ اور ناپسندیدہ عمل ہے، تو پھر اس کا بڑا ہونا کس قدر گناہ کی بات ہو گی۔

اِسی طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات بیان کرو، جس حوالے سے وہ تمہیں سچّا سمجھتا ہے، حالانکہ تم اُس سے جھوٹ بول رہے ہو۔"

(سنن ابوداؤد، حدیث:4971)

درحقیقت یہ ایک ایسی بیماری ہے، جو پورے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کے درمیان لڑائی، جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ ناچاقیاں بڑھاتی ہے۔ اور عداوت و دشمنیاں پروان چڑھاتی ہے۔ زیادہ تر اخلاقی اور سماجی برائیوں کی جڑ "جھوٹ" ہی ہے، افواہیں اِسی سے جنم لیتی ہیں، غیبت اور چغل خوری کے تانے بانے بھی اِسی سے جڑے ہوئے ہیں، تہمت تراشی اور الزام سازی بھی جھوٹ ہی کی مروّجہ شکل ہے،

نفاق جیسی مہلک روحانی بیماری بھی جھوٹ ہی سے پیدا ہوتی ہے، غرض ہماری معاشرتی زندگی کے بیش تر مسائل جھوٹ کی لعنت سے پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر جھوٹ کو معاشرے سے ختم کر دیا جائے، تو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے بہت سے مسائل از خود ختم ہو جائیں گے۔

سامعات! اب مَیں تقریر کے آخر پر ایک بار پھر تاکیداً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دو اِرشادات دوبارہ پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف نے دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ یعنی بُتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔"

(نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 403، تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الحج صفحہ 373)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"بُتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بُت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361)

آپؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

"مجھے اس وقت نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو کیونکہ بجز نہایت شریر آدمی کے کون ناحق خون کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ناانصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق چھوڑ کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بُت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلۂ حق سے تمہارا منہ پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بُت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہیے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 550)

آپؑ فرماتے ہیں:

قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ دیکھو! یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے جیسے بت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمع سازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جاوے تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں تب جا کر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہو گی۔"

(الحکم جلد 6 نمبر 31 مورخہ 31 اگست 1902ء صفحہ 3)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"انسان کو اپنی زبان پر کنٹرول ہونا چاہئے۔ یہ زبان پر حکومت ہے۔ نہ یہ کہ جو زبان میں آئے انسان نے بول دیا۔ اس سے پھر جھوٹ سچ ہر بات نکلتی جاتی ہے اور پھر فتنہ اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔ پس ہر وقت یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری زبان ہمیشہ سچائی کے اس معیار پر قائم ہو جو نہ صرف یہ ہے کہ شرک سے محفوظ رکھنے والی ہو بلکہ تقویٰ کے معیاروں کو بھی حاصل کرنے والی ہو۔"

(خطبہ جمعہ 16/ جون 2017ء)

پھر اِسی خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"سب سے اہم بات یا خُلق جو ایک مومن کی بنیادی شرط ہے وہ سچائی پر قائم ہونا ہے اور جھوٹ سے بچنا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)۔ پس تم بُتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔ پس بتوں کی پرستش اور جھوٹ کو ملا کر واضح کر دیا کہ اگر تمہارے اندر سچائی نہیں اور سچی بات کہنے کی عادت نہیں تو یہ ایسا ہی بڑا گناہ ہے جیسے بتوں کو پوجنا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ایمان ہو اور پھر ظاہری یا مخفی

بتوں کی پلیدی میں بھی وہ ملوّث ہو۔ پس ایک ایمان کا دعویٰ کرنے والے کو یہ بہت بڑی اور کھلی اور واضح وارننگ ہے کہ اگر مومن ہو تو سچائی کے اعلیٰ معیار بھی اپنانے ہوں گے ورنہ اپنے ایمان کی فکر کرو۔"

(خطبہ جمعہ 16 جون 2017ء)

پھر ایک موقع پر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی حقیقی مومنوں کی یہی نشانی بتائی ہے کہ لَایَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73) کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ پھر شرک اور جھوٹ کے بارے میں بتایا کہ ان سے بچو۔ اکٹھا کیا شرک اور جھوٹ کو۔ گویا جھوٹ کا گناہ بھی شرک کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ جیسا کہ مَیں نے پڑھا "زُور" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں جھوٹ، غلط بیانی، غلط گواہی، خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرانا، ایسی مجلسیں یا جگہیں جہاں جھوٹ عام بولا جاتا ہو۔ اسی طرح گانے بجانے اور فضولیات اور غلط بیانیوں کی مجالس یہ ساری زُور کے معنوں میں آتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے مومن بندے وہ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔ جو ایسی جگہوں پر نہیں جاتے جہاں فضولیات اور جھوٹ بولنے والوں کی مجلس جمی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بناتے۔ نہ ہی ایسی جگہوں پر جاتے ہیں جہاں مشرکانہ کام ہو رہے ہوں۔ اور پھر کبھی جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔ پس اگر ہم میں سے ہر ایک اس طرح جھوٹ سے بچے تو ایک ایسی تبدیلی وہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے جو حقیقی مومن بناتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 فروری 2016ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پھر ایک بُرائی ہے جھوٹ، کوئی شخص اگر ذرا سی مشکل میں بھی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جھوٹ کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جھوٹ ایسی بُرائی ہے جو سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک بُرائی سے چھٹکارہ پانے کی درخواست کرنے والے کو یہی فرمایا تھا کہ اگر ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو ایک برائی چھوڑ دو اور وہ ہے جھوٹ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے۔ اب بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ صرف اتنا ہے کہ عدالت میں غلط بیان دے دیا۔ اگر چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش

کی۔ اگر کوئی غیر اخلاقی حرکت کی تو جھوٹ بول دیا۔ یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی اور بلاوجہ کسی کو مشکل میں مبتلا کر دیا۔ یقیناً یہ سب باتیں جھوٹ ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں کرنا بھی جھوٹ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مثال دی ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کی تعریف کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا۔ آؤ! مَیں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور اسے دیتا کچھ نہیں تو جھوٹ میں شمار ہو گا۔ یہ جھوٹ کی تعریف ہے۔ اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتہ چلے گا کہ ہم روزانہ کتنی دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مذاق مذاق میں ہم کتنی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جھوٹ ہوتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اگر ہم اس بارے میں گہرائی میں جا کر توجہ کریں گے۔ تب ہم اپنے اندر سے اور اپنے بچوں کے اندر سے جھوٹ کی لعنت کو ختم کر سکتے ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد سوم)

(بتعاون: زاہد محمود و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔637﴾

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں مومنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات (البقرہ::149)

یعنی اے مومنو کی جماعت! تمہارا نصب العین نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا ہے۔

سنو سنو! یہ محبت کی بات ہے لوگو!
پیو پیو کہ یہ آبِ حیات ہے لوگو!
اٹھو اٹھو کہ صدائے ورا ہوئی ہے بلند
چلو چلو کہ یہ راہِ نجات ہے لوگو!

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات

اس آیت میں جس کی مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھیں اور یہی تمہاری زندگی کا مقصد ہونا چاہئے۔

دنیا کے تمام مذاہب، تہذیبوں اور معاشروں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور سبقت لے جانے کی تعلیم ملتی ہے۔ نیکی میں پہل اور اس پر استقامت اختیار کرنا ایک اچھی اور قابلِ داد صفت ہے۔ ہمارے پیارے مذہب اسلام نے ہمیں یہی درس دیا ہے کہ اس مختصر سی زندگی میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائیں کیونکہ وقت زندگی کی کشتی کو مسلسل آگے بڑھائے چلا جارہا ہے ایسے میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم بالارادہ کوشش اور مسلسل جدوجہد کے ساتھ نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔

نیکیوں میں آگے بڑھنے کا مضمون ہمارے لئے رگِ جان کی حیثیت رکھتا ہے۔ سبقت لے جانے کا جذبہ جن دلوں میں جگہ بنالیتا ہے انہیں کسی اور متاع کی ضرورت نہیں رہتی۔ انبیائے کرام کی آمد کا مقصد بھی بنی نوع انسان کو نیکی کے ایسے راستے پر ڈالنا ہوتا ہے جس پر چل کر وہ ہر لحہ کامرانی اور فلاح کی طرف بڑھے۔ یقیناً نیک راہ کو اختیار کرنے سے ہی انسان اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سر زد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے

ہماری مسابقت کی دوڑ انفرادی بھی ہے اور اجتماعی بھی، اپنوں سے بھی اور غیروں سے بھی، ہمارا مقابلہ اندرونی بھی ہے اور بیرونی بھی نیکیوں میں آگے بڑھنے کا ایک مسلسل مقابلہ ہے جسے زندگی کا آخری سانس ہی منقطع کرے گا۔ اس عظیم دوڑ میں دعا، عزم، مسلسل جدوجہد اور توکل ہمارے لئے قوت کے سرچشمے ہیں۔ ہمارا نصب العین وہی ہے جو قرآن حکیم نے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کے الفاظ میں ہمارے لئے متعین فرمایا ہے۔ نیکی کرنا اور نیک اعمال بجالانا تو صرف مومن کا ہی خاصہ ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک بہترین مخلوق ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (البینۃ:8) یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے یہی ہیں وہ جو بہترین مخلوق ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف روایات میں مختلف نیکیوں کو ادا کرنے کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے کہ کس طرح ان کو ادا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جائے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا گُر بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز باجماعت پڑھو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو۔

(مسلم کتاب الایمان)

ایک مومن کے جذبہ ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادت کو سینہ میں جگہ دے اور ہر پہلو سے ان پر عمل پیرا ہو کر نیکیوں کے میدان میں دوسروں سے آگے بڑھے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا عارضی اور چند روزہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک نے ایک دن آخرت کا سفر اختیار کرنا ہے جہاں نیک اعمال ہی سب سے بڑا سرمایہ ہوں گے۔ اسلام کے ابتدائی دَور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلی صف میں بیٹھنے والا زیادہ ثواب کا مستحق ہے تو ہر صحابیؓ کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ پہلی صف میں بیٹھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا رجحان دیکھ کر فرمایا کہ شاید مجھے پہلی صف میں بٹھانے کے لئے قرعہ اندازی کروانی پڑے۔ کہیں اذان دینے کے لئے قرعہ اندازی کا اظہار ہوتا۔

ایک موقع پر حضرت عمرؓ راہِ خدا میں دینے کے لئے اپنے گھر کا آدھا سامان لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس نیت سے حاضر ہوئے کہ آج مَیں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سبقت لے جاؤں گا۔ دربارِ رسالت میں پہنچنے پر علم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے گھر کا سارا مال راہِ خدا میں پیش کر دیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیکی کے ہر میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کو کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

سامعین! مسابقت کی یہ دلفریب ادائیں صحابہ کرامؓ نے محبوب آقا، معلمِ کل جہاں، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ان کے دلوں کو روحانی پاکیزگی عطا فرمائی اور پھر ان دلوں میں نیکی کا بیج بویا' جب یہ بیج پھل لاتا اور مسابقت کا کوئی مظاہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کے سامنے آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے تمتما اٹھتا اُس کسان کی طرح جو اپنی سرسبز اور لہلہاتی ہوئی کھیتی کو دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھتا ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کے نصب العین نے صحابہ کرام کی منزل بدل ڈالی،، ظاہر بدل ڈالا، باطن بدل ڈالا، ڈاکو اور لٹیرے معصوم و ہمدرد بن گئے، جو ذرّہ تھا وہ گوہر بن گیا، جو قطرہ تھا وہ دریا بن گیا، پیاسا تھا ساقی بن گیا، جاہل تھا عالِم بن گیا، جو بُرا تھا نیک ہو گیا۔ ظلم کی جگہ عفو نظر آرہا تھا، حقوق کی ادائیگی سے بے پرواہ لوگ فرض سمجھ کر اپنے حقوق کی ادائیگی کر رہے تھے۔

نیکیوں میں آگے بڑھنے کی دوڑ نے صحابہ کرامؓ کو جن انسانی قدروں سے آشنا کیا اُس نے انہیں اخلاقیات کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ وفا کے پُتلوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزاری اور اپنے عہدوں کو اس طرح نبھایا کہ نہ دن دیکھا نہ رات، نہ مال کی پرواہ کی اور نہ جان کی، سب کچھ راہِ خدا میں دے دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مجھے ہمیشہ خیال آتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا نقش دل پر ہو جاتا ہے اور کیسی بابرکت وہ قوم تھی اور آپؐ کی قوت قدسیہ کا کیسا قوی اثر تھا کہ اس قوم کو اس مقام تک پہنچا دیا۔ غور کر کے دیکھو کہ آپؐ نے ان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ ایک حالت اور وقت ان پر ایسا تھا کہ تمام محرمات ان کے لئے شیر مادر کی طرح تھیں۔ چوری، شراب خوری، زنا، فسق و فجور سب کچھ تھا۔ غرض کونسا گناہ تھا جو ان میں نہ تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور تربیت سے ان پر وہ اثر ہوا اور ان کی حالت میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شہادت دی اور کہا اَللّٰہ اَللّٰہ فِیْ اَصْحَابِیْ گویا بشریت کا چولہ اُتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور ان کی حالت فرشتوں کی سی ہو گئی تھی جو یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم:7) کے مصداق ہیں ٹھیک ایسی ہی حالت صحابہؓ کی ہو گئی تھی۔ ان کے دلی

ارادے اور نفسانی جذبات بالکل دُور ہو گئے تھے۔ ان کا اپنا کچھ رہا ہی نہیں۔ نہ کوئی خواہش تھی نہ آرزو۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور اس کے لئے وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 594-595)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً

فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

تُو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا تو تُو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

صحابہ کرامؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سننے کے لئے ہر وقت مشّاق نظر آتے تھے اور دیوانوں کی طرح اپنے ساتھیوں سے پوچھا کرتے تھے کہ کوئی تازہ ارشاد ہو تو بتاؤ تا اس پر عمل کیا جائے۔ مدینہ کے نواح میں بسنے والے صحابہؓ نے ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں کہ فلاں شخص فجر کی نماز اور فلاں شخص ظہر کی نماز اور فلاں فلاں باقی نمازوں پر مسجدِ نبوی میں حاضر ہو گا اور جو ارشاد ہو اس کو مدینہ کے نواح میں بسنے والے صحابہ تک پہنچائے گا تا وہ مدینہ کے صحابہ سے نیکیوں میں پیچھے نہ رہ جائیں۔

صحابہؓ میں نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی دوڑ لگی ہوئی تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"صحابہ کرام دوسرے کے حق کو خوب یاد رکھتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک گھوڑا ایک صحابی بیچنے لگے اور اس کی قیمت انہوں نے مثلاً دو ہزار مقرر کی۔ دوسری طرف جو صحابی خریدار تھے وہ چار ہزار بتاتے تھے اور ان میں اسی بات پر جھگڑا تھا کہ مالک کم قیمت بتاتا اور خریدار زیادہ دیتا۔ تو مومن کا طریق یہ ہے کہ وہ دوسرے کے حقوق کا بہت خیال رکھتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد 7 صفحہ 310)

یہ کیا لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

سامعین! یہ واقعات ہماری تاریخ ہیں، ہماری بنیاد ہیں، ہمارا سرمایہ ہیں اور بلاشبہ ہمیں ان پر فخر ہے اور ان سے محبت ہے اور سب سے بڑی بات جس پر خدا تعالیٰ کا بے انتہا شکر واجب ہے وہ یہ ہے کہ ہم کوئی ایسی قوم نہیں جنہیں صرف اپنے ماضی پر فخر ہو بلکہ نور کا وہ سلسلہ جو حضرت مسیح موعودؑ کے وجود سے جاری ہوا ہے وہ آج خلافتِ احمدیہ کی صورت میں ہمارے ساتھ ہے اور یوں یہ روشنی ہمارے لئے دائمی ہو چکی ہے۔

صحابہ کرامؓ کی نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کے واقعات کی یادیں ہیں کہ اُمڈی چلی آتی ہیں' ایک کے بعد دوسرا خیال پھوٹتا ہے، بہار میں جیسے کونپلیں۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"ایک روایت میں ہے، آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ہر نماز کے بعد 33 دفعہ سُبحَانَ اللّٰہ پڑھا کرو، 33 دفعہ اَلحَمدُلِلّٰہ پڑھا کرو، اور 34 دفعہ اَللّٰہُ اَکبَر پڑھا کرو۔ یہ تمہیں ان امیروں کے برابر لے آئے گا جو صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ تو صحابہؓ نے یہ عمل شروع کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جو امیر صحابہؓ تھے انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ نماز کے بعد بیٹھ کر وظیفہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان صحابہؓ میں بھی نیکی میں آگے بڑھنے کی ایک لگن تھی۔ چنانچہ اُن امیر صحابہؓ نے بھی ذکرِ الٰہی شروع کر دیا۔ کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جو نیکیوں میں بڑھنے کے مفہوم کو سمجھتے تھے۔ اس پر یہ غریب صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اُن امیر صحابہؓ کو بھی پتہ چل گیا ہے اور انہوں نے بھی ہماری طرح ذکر الٰہی اور وظیفہ شروع کر دیا ہے۔ یہ لوگ پھر ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مَیں کیا کر سکتا ہوں؟ جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی توفیق دے رہا ہے اسے مَیں کس طرح روک سکتا ہوں۔ (صحیح مسلم...) تو دیکھیں یہ صحابہؓ کے ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کے نمونے تھے۔ اور یہ نمونے ہمارے سامنے صرف اس لئے نہیں بتائے جاتے کہ ہم سنیں اور ان سے محظوظ ہوں۔ بلکہ اس لئے ہیں کہ ہم اُن پر

عمل کرنے والے بنیں۔ صحابہؓ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور نیکیوں میں آگے بڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بار بار بڑے تجسّس سے اس بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 اپریل 2005ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"سابق بالخیرات بننا چاہیے۔ ایک ہی مقام پر ٹھہر جانا کوئی اچھی صفت نہیں ہے... ہر وقت قدم آگے ہی رکھنا چاہیے۔ نیکی میں ترقی کرنی چاہیے۔ ورنہ خدا تعالیٰ انسان کی مدد نہیں کرتا اور اس طرح سے انسان بے نور ہو جاتا ہے... خدا تعالیٰ کی نصرت انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 456)

عشاقِ اسلام کے نیکیوں میں آگے بڑھنے کے یہ ایمان افروز نمونے ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں اور ہمیں دعوتِ عمل دے رہے ہیں کہ ان پاک نمونوں کو اپنی زندگیوں میں بھی جاری و ساری کریں اس راہ پر چلنے والوں نے تو اپنی منزل کو پالیا۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ہم بھی ان راہوں پر پوری وفا کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نہ صرف نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں بلکہ ان نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے تقویٰ کے بھی اعلیٰ مدارج حاصل کریں۔ ہمارا ہر قول، ہر فعل، ہمارا اٹھنا بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہو۔ آمین

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے

۞۞۞۞

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔117﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5)

یقیناً تو بہت بڑے خُلق پر فائز ہے۔

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہوجاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
بھیج درود اُس محسن پر تُو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

سامعین! میری آج تقریر کا عنوان ہے۔ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے حُسنِ معاشرت**

میاں بیوی گاڑی کے دو پہیے کی طرح ہیں جو برابر ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر دونوں پہیوں کی ہوا (AIR) میں کمی پیشی ہو یا Wheel balancing اپ سیٹ ہو تو گاڑی ہموار چلنے کی بجائے ڈولتی ہے۔ اسلام نے میاں بیوی کے جو حقوق و فرائض بیان کیے ہیں اُن میں یہی سبق ہے اگر میاں کا ایک فرض ہے تو وہی بیوی کا حق ہے لیکن جو فرض بیوی کا ہے وہ میاں کا حق ہے۔ اِس ناطے فرائض و حقوق بھی دونوں کے برابر ہیں۔ مَردوں کے فرائض کی بات کی جائے تو سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بطور خاوند ایک کامل نمونہ کے طور پر سامنے آتا ہے۔ آپؐ کے وضع کردہ اصول اور آپؐ کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل کر کے انسان کو ایک اچھا اور کامیاب خاوند بنا سکتے ہیں۔

دراصل دوسرے معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میاں بیوی کو ایثار کے پہلو پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی اور ایک دوسرے میں خوبیاں تلاش کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر وقت ایک دوسرے کے عیب ہی تلاش نہ کرتے پھرو۔ اُس کی نیکیوں اور خوبیوں پر نگاہ رکھو۔

(مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھرانہ کو جنت نظیر گھرانہ بنانے کے لیے جو بنیادی ہدایت فرمائی اور اپنے عملی نمونہ سے اِس ہدایت کو زینت بخشی وہ ہدایت اِن الفاظ میں رہتی دنیا تک محفوظ کرلی گئی ہے۔ فرمایا۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ

(ترمذی کتاب مناقب)

کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک میں بہتر ہے اور مَیں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہل خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خُلق قرآنی حکم وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:20) یعنی اپنی بیویوں سے حُسنِ سلوک سے پیش آؤ کی عملی تفسیر تھا۔

تمہاری صبح حسین ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

ایک روایت ہے حضرت سلمان بن احوص روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے بتایا کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضورؐ کے ہمراہ موجود تھے۔ اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد وعظ و نصیحت فرمائی اور پھر فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں ہمیشہ بھلائی کے لئے کوشاں رہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ قیدیوں کی طرح بندھی ہوئی ہیں۔ تم ان پر کوئی حق ملکیت نہیں رکھتے سوائے اس کے کہ وہ

کھلی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں (یعنی تمہارا حق ملکیت نہیں کہ جب چاہو مارنا شروع کر دو جب چاہو جو مرضی سلوک کر لو۔ سوائے اس کے کہ وہ بے حیائی کی مرتکب ہوں) اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے کپڑوں اور کھانے کا بہترین خیال رکھو۔

(ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ فی حق المرأۃ)

معزز بھائیو اور بہنو! بیویوں کے اعتبار سے دُنیا میں تعداد کے لحاظ سے زیادہ وہ لوگ ہیں جو ایک بیوی رکھتے ہیں اور بعض معاشروں میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا اُن کے معاشرے کا حصہ ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک سے زائد بیویاں رکھتے تھے۔ اِن میں برابری کا سلوک کرنا، انصاف برتنا آپؐ ہی کا خاصا تھا۔ آپؐ تمام بیویوں میں عدل برتتے۔ کسی بیوی کی طرف جھکاؤ نظر نہ آتا کہ دوسری بیگمات کی دل شکنی ہو۔ جنگوں میں بیگمات کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ بیگمات میں باریاں تقسیم کر رکھی تھیں۔ سورۃ الاحزاب آیت 52 میں اِس اختیار کے باوجود کہ جس کو چاہیں اس کی باری مؤخر کر دیں جس کو چاہیں پہلے باری کر دیں۔ آپؐ نے ایک دفعہ بھی یہ اختیار استعمال نہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اپنے خاص اندازِ محبت میں کہا کرتی تھیں کہ اگر یہ اختیار مجھے ہوتا تو مَیں تو صرف آپؐ کے حق میں ہی استعمال کرتی۔

(بخاری کتب التفسیر)

عدل و انصاف کا ایک واقعہ بیان کرنا ضروری ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حلوہ بنایا اور حضرت سودہؓ کو کھانے کے لیے دیا جو حضرت سودہؓ کو پسند نہ آیا۔ حضرت عائشہؓ نے کھانے کے لیے اصرار کیا مگر حضرت سودہؓ نہ مانیں۔ تب حضرت عائشہؓ نے اِس مالیدہ کو حضرت سودہؓ کے چہرہ پر مَل دیا۔ حضورؐ محظوظ ہوتے رہے مگر یہ عادلانہ فیصلہ فرمایا کہ حضرت سودہؓ بھی اِس مالیدہ کو حضرت عائشہؓ کے مُنہ پر لگائیں۔

(مجمع الزوائد جلد 4 صفحہ 316)

بیویوں کا آپس میں رشتہ اور تعلق سوکنوں کا بھی تھا اور اِس رشتہ میں اختلاف ہونا طبعی بات تھی۔ مگر آپؐ کمال حکمتِ عملی، صبر و تحمّل سے معاملہ فہمی فرماتے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باری حضرت عائشہؓ کے ہاں تھی کہ آپؐ کی ایک اور زوجہ محترمہ نے جو کھانا اچھا تیار کر لیتی تھیں کھانا تیار کر کے

آپؐ کو بھجوایا جو حضرت عائشہؓ کو اچھا نہ لگا۔ آپؓ نے کھانا لانے والی غلام لڑکی کے ہاتھ کو جھٹک دیا جس سے پیالہ نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے کوئی سختی نہ کی بلکہ خود اُٹھ کر سالن کو اُٹھانے لگے اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اے عائشہ! اِس ٹوٹے ہوئے پیالہ کے بدلے اپنے گھر سے پیالہ دو تا اُن کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔

(سنن نسائی کتاب عشرۃ النساء)

حضرت عائشہؓ گھریلو زندگی میں آپؐ کے متعلق یوں گواہی دیتی ہیں کہ:

نبی کریمؐ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور سب سے زیادہ کریم، عام آدمیوں کی طرح بلا تکلّف گھر میں رہنے والے۔ آپؐ نے کبھی تیوری نہیں چڑھائی۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ آپؐ نے اپنی تمام زندگی کسی بیوی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا اور نہ کسی خادم کو مارا۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہؐ)

حضرت خدیجہؓ وہ عظیم خاتون اور اُمّ المومنین تھیں جنہوں نے حضورؐ کے اخلاق دیکھ کر آپؐ سے شادی کی تھی اور مالدار ہونے کے سبب اسلام کی ہر میدان میں مالی امداد بھی کی اور حضورؐ کو بھی اس مال سے خرچ کرنے سے کبھی نہ روکا۔ آپؓ کی حضورؐ سے رفاقت پندرہ سال رہی۔ آپؓ کے ساتھ حضورؐ کا تعلق مثالی اور شفیق خاوند کا تو تھا ہی۔ آپؓ کی وفات کے بعد بھی حضرت خدیجہؓ کی وفاؤں کے تذکرے کرتے حضورؐ تھکتے نہ تھے۔ آپؓ کی وفات کے بعد ایک دفعہ آپؓ کی بہن ہالہ آئی تو آپؐ نے بے ساختہ کھڑے ہو کر استقبال کیا اور بڑے پیار سے کہا کہ ہماری بہن ہالہ آئی ہے۔ آپؓ کی سہیلیوں کا خیال رکھتے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے کبھی زندہ بیویوں میں سے کسی کے ساتھ غیرت نہیں ہوئی جتنی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پا چکی تھیں۔ ایک دن مَیں نے کہہ ہی دیا کہ اتنی اچھی اچھی بیویوں کی موجودگی میں آپؐ ایک بڑھیا کا تذکرہ بہت پیار سے کرتے ہیں۔ جس پر آپؐ نے فرمایا کہ خدیجہ اُس وقت میرا ساتھی بنی جب مَیں تنہا تھا وہ میری سَپر بنی جب مَیں بے یارو مددگار تھا وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہوئی۔

(مسند احمد بن حنبل۔ جلد 6 صفحہ 118)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خانگی امور میں بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔ آپؐ کپڑے سی لیتے۔ جوتے ٹانگ لیتے اور گھر کا ڈول بھی خود مرمت کر لیا کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ تمام انسانوں کی طرح کے انسان تھے۔ کپڑے کو خود پیوند لگا لیا کرتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور ذاتی کام خود کرتے۔

(مسند احمد بن حنبل)

سامعین / سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیگمات کے ساتھ کون کون سی محبت بھری اداؤں کا ذکر کیا جائے۔ یہ تو بَحر بیکراں ہے جسے ایک مختصر تقریر میں سمونا انسان کے حدّ بَست کی بات نہیں۔ آپؐ کے کمال عفو کی داستان سنیئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ آپؓ کے والدِ محترم حضرت ابو بکرؓ گھر تشریف لے آئے۔ آپؓ نے اپنی بیٹی کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذرا تیز تیز بولتے دیکھا تو آپؓ سے برداشت نہ ہوا۔ آپؓ نے اِسے بے ادبی جانتے ہوئے اپنی بیٹی پر ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کے متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا اور خود حضورؐ نے بھی اپنی اہلیہ حضرت عائشہؓ سے کچھ نہ کہا۔

(ابو داؤد کتاب الادب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مَیں جب کبھی غصّہ میں ہوتی تو حضورؐ اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھ کر یہ دُعا دیتے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا ذَنْبَھَا وَاذْھَبْ غَیْظَ قَلْبِھَا وَاَعِذْھَا مِنَ الفِتَنَ (الوفا باحوال المصطفی لابن جوزی صفحہ 674) کہ اے اللہ! عائشہؓ کے گناہ بخش دے۔ اِس کے دل کا غصہ دور کر دے اور اِسے فتنوں سے بچا اور بعض دفعہ مجھے اے عُویش! کہہ کر غصّہ دور ہونے کی دُعا پڑھایا کرتے تھے۔

اب اس واقعہ کو اپنے ایشین ماحول میں موازنہ میں لا کر دیکھیں جہاں آئے روز میاں بیوی کے درمیان تنازعات کی وجہ بیوی کا تیز طراری کے ساتھ خاوند کے سامنے بولنا ہوتا ہے۔

ازدواجی زندگی ہے مژدہ امن و اسلام
اِس کا مقصدِ ارتقاء، انسانیت کا احترام

اہل خانہ سے کمال محبت کا یہ عالَم تھا کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اَیّام مخصوصہ کے دوران بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ حضورؐ میرے ساتھ مِل بیٹھ کر کھانا تناول فرمالیتے اور گوشت کی ہڈی میرے ہاتھ سے لے کر محبت سے اُسی جگہ سے چُوس لیتے جہاں سے مَیں کھا رہی ہوتی یا چُوس رہی ہوتی اور گلاس کے اُس حصہ کو تلاش کر کے پانی پی لیتے جہاں سے مَیں نے پیا ہوتا۔

(ابوداؤد کتاب الطھارت)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس طریقِ محبت کو آمدِ رسولؐ سے قبل کے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی حالت سے موازنہ کر کے دیکھیں جب ایّامِ مخصوصہ میں عورتوں کو اپنے عزیز و اقارب سے جُدا رہنا پڑتا تھا اور کوئی میل جول نہ ہوتا۔

مُجھے رشک آتا ہے اپنے مقدر پر
ہمیں وہ نبیؐ ملا جو نبیوں کا سردار ہے

میرے بھائیو اور بہنو! ہم میں سے بعض طبعاً ایسے واقع ہوئے ہیں جو اپنی ذات پر تو خرچ کر لیتے ہیں مگر اہل خانہ پر خرچ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ مگر آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالَم تھا کہ آپؐ اپنے تمام گھروں میں نان و نفقہ کا خیال رکھتے۔ آپؐ خود بھوکا رہ لیتے مگر اہل خانہ کو ضرورت کی ہر چیز مہیا فرماتے اور یہ دُعا کرتے کہ اے اللہ! میرے اہل و عیال کو دنیا میں قُوت لَا یَمُوت ضرور عطا فرمانا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 232)

حضرت سودہؓ سے آپؐ کی شادی حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جُدائی سے بچنے کے لئے کی تھی۔ آپؓ بیوہ تھیں اور آپؓ نے جلد بڑھاپے کو پہنچنے پر اپنا حق زوجیت حضرت عائشہؓ کے حق میں چھوڑ دیا تھا۔ جسے حضورؐ نے قبول فرمالیا مگر اِن کے جملہ اخراجات وغیرہ حسب سابق ادا ہوتے رہے۔

(شرح المواھب اللدنیہ از زرقانی جلد 3 صفحہ 229)

میرے بھائیو اور بہنو! حضرت عائشہؓ چھوٹی عمر میں ہی بیاہ کر حُجرہ رسولؐ میں آئی تھیں۔ آپؐ اِن کے نازونخرے برداشت کرتے۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے کھلونوں کے ساتھ کھیلتے، اپنی سہیلیوں کے ساتھ مل کر بیٹھنے کو پسند فرماتے اور حوصلہ بڑھاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ اپنی سہیلیوں کے ساتھ جنگِ بُعاث کے نغمے گا رہی تھیں۔ اِتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔ آپؓ نے حضرت عائشہؓ کو ڈانٹا کہ حضورؐ کے گھر میں نغمے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کی طرف داری کرتے ہوئے فرمایا اے ابو بکرؓ! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج مسلمانوں کی عید ہے اِن بچیوں کو خوشی کر لینے دو۔

(بخاری کتاب العیدین)

جیسا کہ مَیں اوپر بیان کر آیا / آئی ہوں کہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ناز اُٹھاتے تھے۔ ایک دِن آپؐ حضرت عائشہؓ سے کہنے لگے کہ اے عائشہ! مَیں تمہاری ناراضگی اور خوشی کو خوب بھانپ جاتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو اپنی گفتگو میں رَبِّ مُحَمَّد کہہ کر قسم کھاتی ہو اور ناراضگی کی صورت میں رَبِّ اِبراہیم کہہ کر بات کرتی ہو۔ حضرت عائشہؓ نے یہ سُن کر اثبات میں جواب دیا۔

(بخاری کتاب النکاح)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج کے ساتھ تعلق ایسا مثالی تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام بیگمات کو یہ اختیار دیا کہ آپ چاہیں اِس رسول کے ساتھ رہیں اور اگر چاہیں تو جُدا ہو جائیں تو تمام کی تمام ازواج نے آپؐ کے ساتھ ہی رہنے کا فیصلہ فرمایا۔ حضورؐ نے اپنی ازواج کے تعلق اور قربانی کو سراہتے ہوئے بعض نصائح فرمائیں۔

آپؐ اپنی بیگمات کے جذبات کا بھی بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ حضورؐ کو شہد بہت پسند تھا۔ ایک دفعہ آپؐ نے کسی بیوی کے گھر شہد کا شربت پیا۔ آپؐ کو وہاں کچھ دیر ہو گئی تب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ازراہ غیرت عرض کی کہ حضورؐ کے منہ سے فلاں بدبودار بوٹی کے رس کی بُو آ رہی ہے۔ حضورؐ اشارہ سمجھ گئے اور آئندہ شہد یا اِس کا شربت نہ کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم آیت 2 میں

حکم دیا کہ محض اپنی بیویوں کی رضامندی کی خاطر اللہ کی حلال چیزوں کو حرام نہ کرو۔ تب آپؐ نے اِسے دوبارہ پینا شروع کیا۔

بھائیو اور بہنو! جہاں تک ازواجِ مطہرات کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے تو بعض اوقات اس مثالی محبت اور پیار و محبت کے جائز سرزنش بھی فرما دیتے تھے۔ ہر چند حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو چھوٹے قد ہونے کی بنا پر چھوٹی انگلی یعنی چھنگلی دکھلا کر چھیڑا اور پست قد ہونے کا طعنہ دیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی بہت سرزنش فرمائی اور فرمایا یہ ایسا سخت جملہ ہے کہ تلخ سمندر کے پانی میں بھی اِس کو ملا دیا جائے تو وہ اور کڑوا ہو جائے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

مَیں اپنی تقریر کو ایک ایسے واقعہ پر ختم کرتا / کرتی ہوں جو حضورؐ کی کمال ذرہ نوازیوں کا نتیجہ ہے جو آپؐ کی اپنی بیویوں پر تھی۔ اس قسم کا ایک واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میں سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی مجھے سب سے پہلے دوسرے جہاں میں ملے گی تو بیویوں نے حضورؐ سے کمال محبت کی وجہ سے اپنے ہاتھ ماپنے شروع کر دیئے حالانکہ اِس سے مالی قربانی کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپؐ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تھی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔"

(ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 387)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پس آج ہم جو حضرت مسیح موعودؑ کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہمارے اوپر یہ ذمّہ داری، بہت بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اپنے اندر انقلابی تبدیلیاں پیدا کریں۔ اپنے گھروں کو بھی جنت نظیر بنائیں۔ اپنے ماحول میں بھی ایسا تقویٰ پیدا کریں جو اللہ تعالیٰ ہم سے توقع رکھتا ہے۔ مگر ہم سے کوئی فعل سرزد نہ ہو جو اس خدائی بشارت کو ہم سے دُور کر دے۔ پس ہم پر یہ بہت بڑی ذمّہ داری ہے کہ دُعاوں پر بہت زور دیں کیونکہ آج عالمِ اسلام کی حفاظت کی ذمّہ داری سب سے بڑھ کر جماعت احمدیہ پر ہے۔"

(خطبہ جمعہ مورخہ 16 مئی 2003ء بمقام مسجد فضل لندن)

مرد و زن دونوں ہوں ہم خیال و ہمرکاب
ازدواجی زندگی ہے کامگار و کامیاب

۞۞۞۞

﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔33﴾

"شادی ایک مدرسہ ہے"

(حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

معزز سامعات! میری تقریر کا موضوع ہے **" شادی ایک مدرسہ ہے"**

یہ موضوع حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اقتباس سے لیا گیا ہے جس میں آپ شادی جیسے مقدس تعلق کی حقیقت بتاتے ہوئے اسے مدرسے کی حیثیت قرار دیتے ہیں۔

معزز سامعات! مدرسہ کیا ہوتا ہے؟ وہاں کیا کام کیا جاتا ہے؟ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ مدرسہ بھی گویا ایک طرح کا کارخانہ ہے جیسے کارخانوں میں خام مال سے کارآمد اشیاء تیار کی جاتی ہیں ان کو مشینوں سے گزار کر بھٹی میں تپا کر کندن بنایا جاتا ہے اسی طرح مدرسہ بھی ناپختہ دماغوں کو ایک مضبوط سوچ عطا کرتا ہے۔ کم علم والوں کو علم کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ عام انسان کو خاص بنایا جاتا ہے۔ عورت کو ترقی دے کر خاتون بناتا ہے۔ اسے دین و دنیا کے علوم کے بحر بے بیکراں میں شناوری کا ہنر سکھایا جاتا ہے۔ قابل اساتذہ کی بدولت شاگرد کی قسمت چمک جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنا سارا علم و تجربہ اپنے شاگردوں کے ذہنوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ

"شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے"

بلاشبہ مدرسہ کسی بھی انسان کی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اب شادی اور مدرسے کا کیا تعلق بھلا؟ شادی تو دو انسانوں کے مابین ہوا کرتی ہے جس طرح مدرسہ میں بے شمار طلبہ، طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں لیکن استاد اور ہر اک شاگرد کا اپنا ایک الگ تعلق ہوا کرتا ہے اور وہی تعلق شاگرد کی اگلی زندگی کی کامیابی یا ناکامی کا تعین کرتا ہے اسی طرح شادی میں بھی بے شک دوسرے بہت سے رشتے شامل ہوتے ہیں لیکن اصل معاملہ میاں اور بیوی کا ہوتا ہے اگر ان کے درمیان ایک حقیقی اور سچا محبت بھرا تعلق موجود ہے تو پھر باقی سب رشتے بھی درست سمت میں ہی چلتے ہیں۔ اولاد بھی والدین کی محبت اور ایک

دوسرے کے لیے سچی ہمدردی دیکھ کر ان کی فرمانبردار ہوتی ہے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی عائلی زندگی بھی سنوار لیتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ باقی تمام رشتے بھی احسن رنگ میں نبھاتی ہے۔

کتاب رحمان میں خدائے رحمان ورحیم نے فرمایا ہے کہ

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم:22)

اس کے نشانات میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف تسکین حاصل کرنے کے لیے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی یقیناً اس میں ایسی قوم کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ مدرسہ کے قواعد بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :

" جو بچے ابتدائی مرحلہ میں مدرسہ میں بٹھائے جاتے ہیں اُن کے لئے اور کتابیں ہوتی ہیں اور پھر جب اچھی طرح حروف شناس ہو جاتے ہیں تو پھر اور کتابیں اُن کو دی جاتی ہیں اور پھر جب استعداد اُس سے بھی بڑھ جاتی ہے تو دوسری کتابیں حسب استعداد ان کو دی جاتی ہیں اور سب کے بعد انتہائی کتاب کا وقت آتا ہے اور چونکہ خدا اپنی تعلیم میں گڑبڑ ڈالنا نہیں چاہتا اس لئے پیش از وقت کوئی قانون الہامی انسانوں کو نہیں دیتا کیونکہ جن تغیرات کا ابھی انسان کو علم ہی نہیں اُن تغیرات کے موافق انسان کو قانون دینا گویا اس کو سخت پریشانی میں ڈالنا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 107)

صدر مجلس ! شادی کے معنی دلی خوشی، شادمانی اور راحت کے ہیں اگر اس سے خوشی اور راحت حاصل نہیں ہو رہی تو اس شادی کے رشتے پر محنت کرنے کی ضرورت ہے جیسے مدرسے میں اگر ہم کسی مضمون میں کمزور ہوتے ہیں یا اسے اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے تو اس کی بار بار مشق کرتے ہیں۔ اس مضمون کو خاص وقت اور توجہ دیتے ہیں تا کہ ہم اس پر عبور حاصل کر سکیں اس کے لیے بسا اوقات ٹیوشن بھی رکھتے ہیں تو اسی طرح اگر شادی میں کسی طرح کی مشکل پیش آ رہی ہے تو اسے اضافی وقت اور توجہ کی ضرورت ہے،

اس پر محنت چاہیے۔ اگر خود سے معاملات حل نہیں ہو رہے تو کسی عقل مند اور معاملہ فہم بندے سے ٹیوشن بھی لے جاسکتی ہے جو غیر جانبدار ہو کر اس معاملے کی تہہ تک پہنچے اور اس کا مثبت حل تلاش کر کے اس شادی کو کامیاب کرنے کی کوشش میں مددگار ثابت ہو سکے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"شادیوں کا معاملہ محبت کی بنیاد کے قیام کے لیے ہے میاں بیوی کی محبت در حقیقت خدا ہی کی محبت کا ظِل ہے۔ شادی ایک مدرسہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کے عشق کا سبق پڑھایا جاتا ہے... اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقات کو اپنی محبت کا ایک نشان قرار دیا ہے... غرض ماں باپ کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے، بیوی کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ظل ہے اور اولاد کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے... گویا یہ تینوں ایک درس گاہیں ہیں جن میں انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبق سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 376)

اس اقتباس کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا کا ہر خوبصورت اور مضبوط رشتہ دراصل خدا کی محبت کا ہی عکاس ہے۔ ہر ایسے پُرخلوص رشتے میں خدا جلوہ گر ہوتا ہے دو افراد جو بظاہر بالکل اجنبی ہیں، کیسے بے تکلّفی، کیسے اخلاص اور کیسے اٹوٹ بندھن میں بندھ جاتے ہیں اور یہ تعلق کسی دوسرے رشتے میں نظر آنا بعید ہے۔ بیوی کے لیے جو شوہر کو مجازی خدا کا درجہ دیا گیا ہے یہ بھی اسی ضمن میں وہی تعلق باللہ کو سمجھانے کے لیے ہے کہ جس طرح میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں ایک دوسرے کے عیوب دنیا پر ظاہر نہیں کرتے ایسے ہی وہ حقیقی خدا بھی ستار ہے پردے رکھتا ہے پردہ دری کرنا اس کی صفت نہیں۔

پھر والدین کی محبت کا ذکر بھی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کا ظل ہیں اور اولاد بھی۔ اگر فی الوقت صرف شادی کے موضوع کو ہی زیر بحث لا کر والدین اور اولاد کا اس مدرسے میں کیا اہم کردار ہے اس کا تذکرہ کر لیا جائے۔

والدین کا کردار اس مدرسے میں پرنسپل یا ہیڈ ماسٹر جیسا ہوتا ہے۔ جو گاہے بگاہے طالب علموں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے اور ان میں مزید بہتری کیسے لائی جائے اس بارے میں لائحہ عمل مرتب دیتے ہیں اور اپنے

زندگی کے تجربات کی روشنی میں اعلیٰ نصائح کرتے ہیں پھر جیسے ہمدرد اساتذہ دوا اور دعا دونوں کرتے ہیں وہ بھی دعاؤں کے زادِ راہ ان کے ہمراہ کرتے ہیں جس کی بدولت ان کی زندگیاں سہل ہوتی جاتی ہیں۔

پھر اولاد ہے جو شادی شدہ زندگی میں خوشیاں بکھیرتی ہے اس کا کردار اگر ہم غیر نصابی سرگرمیوں جیسا سمجھ لیں جو ذہنی تھکن کو مٹا کر طلبہ کو تر و تازہ کرتی ہیں۔ جسمانی سرگرمیاں صحت کو بہتر کرتی ہیں اور ادبی سرگرمیاں ذہن کو جلا بخشتی ہیں۔ بہت سے طالب علم اگر پڑھائی میں اچھے نہ بھی ہوں تو ان کو غیر نصابی سرگرمیوں کی وجہ سے اضافی نمبر زمل جاتے ہیں اسی طرح اولاد بھی ایک ذریعہ ہوتا ہے شادی کو کامیاب بنانے کا، میاں بیوی کو جوڑ کر رکھنے کا۔ میاں بیوی اولاد کو لے کر ایک جیسی سوچ رکھتے ہیں دونوں ان کی بہتری چاہتے ہیں۔ اولاد کے لیے دونوں کا نفع نقصان سانجھا ہوتا ہے اسی لیے اولاد کی وجہ سے بھی یہ مدرسہ عمدگی سے چلتا رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اولاد کے لیے یہ دعائیہ اشعار کہے جو بزبان حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا تھے یعنی دونوں والدین کی اپنی اولاد کے لیے یہی جذبات تھے۔

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ تاباں تیرا
عمر دے، رِزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا
اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دِکھا
بخش دے میرے گُنہ اور جو عِصیاں تیرا

سامعات! شادی کے مدرسہ میں مرد بہر حال زیادہ ذمّہ دار ہوتا ہے جیسے کلاس کا مانیٹر جو پڑھائی تو باقی کلاس کے ساتھ ہی کر رہا ہوتا ہے لیکن اس پر باقی کلاس کی نسبت استاد نے کچھ اضافی ذمّہ داریاں ڈالی ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم نے مرد کو قوام بنا کر اس پر کچھ بھاری ذمّہ داریاں ڈالی ہیں جن کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"اگر مرد کوئی کجی یا خامی اپنے اندر رکھے گا تو عورت ہر وقت کی اس پر گواہ ہے۔ اگر وہ ثبوت لے کر گھر آیا ہے تو اس کی عورت کہے گی کہ جب خاوند لایا ہے تو میں کیوں حرام کہوں۔ غرضکہ مرد کا اثر عورت پر ضرور

پڑتا ہے اور وہ خود ہی اسے خبیث اور طیب بناتا ہے اسی لیے لکھا ہے۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ (نور:27) اس میں یہی نصیحت ہے کہ تم طیب بنو ورنہ ہزار ٹکریں مارو کچھ نہ بنے گا۔ جو خدا سے خود نہیں ڈرتا تو عورت اس سے کیسے ڈرے؟ نہ ایسے مولویوں کا وعظ اثر کرتا ہے نہ خاوند کا۔ ہر حال میں عملی نمونہ اثر کیا کرتا ہے بھلا جب خاوند رات کو اٹھ اٹھ کر دعا کرتا ہے۔ روتا ہے تو عورت ایک دو دن تک دیکھے گی آخر ایک دن اسے بھی خیال آوے گا اور ضرور متاثر ہو گی۔ عورت میں متاثر ہونے کا مادہ بہت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب خاوند عیسائی وغیرہ ہوتے ہیں تو عورتیں ان کے ساتھ عیسائی وغیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان کی درستی کے واسطے کوئی مدرسہ بھی کفایت نہیں کر سکتا خاوند کا عملی نمونہ کفایت کرتا ہے۔ خاوند کے مقابلہ میں عورت کے بھائی بہن وغیرہ کا بھی کچھ اثر اس پر نہیں ہوتا۔ خدا نے مرد عورت دونو کا ایک ہی وجود فرمایا ہے۔ یہ مردوں کا ظلم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو ایسا موقع دیتے ہیں کہ وہ ان کا نقص پکڑیں۔ ان کو چاہیئے کہ عورتوں کو ہرگز ایسا موقع نہ دیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ تو فلاں بدی کرتا ہے بلکہ عورت ٹکریں مار مار کر تھک جاوے اور کسی بدی کا پتہ اسے مل ہی نہ سکے تو اس وقت اس کو دینداری کا خیال ہوتا ہے اور وہ دین کو سمجھتی ہے۔"

(البدر جلد 2 نمبر 9 صفحہ 68 مورخہ 20 مارچ 1903ء)

نیز فرمایا:

"مرد اپنے گھر کا امام ہوتا ہے پس اگر وہی بد اثر قائم کرتا ہے تو کس قدر بد اثر پڑنے کی امید ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ اپنے قویٰ کو بر محل اور حلال موقع پر استعمال کرے مثلاً ایک قوت غضبی ہے جب وہ اعتدال سے زیادہ ہو تو جنون کا پیش خیمہ ہوتی ہے جنون میں اور اس میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ جو آدمی شدید الغضب ہوتا ہے اس سے حکمت کا چشمہ چھین لیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مخالف ہو تو اس سے بھی مخلوب الغضب ہو کر گفتگو نہ کرے۔ مرد کی ان تمام باتوں اور اوصاف کو عورت دیکھتی ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ میرے خاوند میں فلاں فلاں اوصاف تقویٰ کے ہیں جیسے سخاوت، حلم، صبر اور جیسے اسے پرکھنے کا موقع ملتا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ اسی لیے عورت کو سارق بھی کہا ہے کیونکہ یہ اندر ہی اندر اخلاق کی چوری کرتی رہتی ہے حتیٰ کہ آخر کار ایک وقت پورا اخلاق حاصل کر لیتی ہے۔ ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ ایک دفعہ

عیسائی ہوا تو عورت بھی اس کے ساتھ عیسائی ہو گئی۔ شراب وغیرہ اوّل شروع کی پھر پردہ بھی چھوڑ دیا۔ غیر لوگوں سے بھی ملنے لگی۔ خاوند نے پھر اسلام کی طرف رجوع کیا تو اس نے بیوی کو کہا تو بھی میرے ساتھ مسلمان ہو۔ اس نے کہا کہ اب میرا مسلمان ہونا مشکل ہے۔ یہ عادتیں جو شراب وغیرہ اور آزادی کی پڑ گئی ہیں یہ نہیں چھوٹ سکتیں۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 157-158 ایڈیشن 1988ء)

پیاری بہنو! حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثالی شوہر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا محبت تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنے عمل سے اپنی عائلی زندگیوں کو سنوارنے کا ہنر سکھایا اپنی ازواج سے بے حد شفقت و رحم کا سلوک، گھریلو کاموں میں مدد، ہنسی مذاق اور ہر بیوی کے دلی جذبات کا خیال رکھنا۔ یہی سلوک اور رحم دلی دیکھ کر آپؐ کی ہر زوجہ محترمہ آپؐ پر دل سے فدا تھیں اور محبت میں ایک دوسرے سے بڑھی ہوئی تھیں۔ ایک بار جنگ خیبر سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت صفیہؓ کے لیے اونٹ پر جگہ بنا رہے ہیں۔ وہ جُبہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہوا تھا اتار کر تہہ کر کے بیٹھنے کی جگہ پر رکھا۔ پھر سوار کراتے وقت اپنا گھٹنا ان کے آگے جھکا دیا اور فرمایا اس پر پاؤں رکھ کر اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔

(بخاری)

غرض کہ آپؐ کی سیرت سے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جب آپؐ نے اپنی بیویوں کے ساتھ محبت و شفقت کا سلوک فرمایا۔

بحیثیت لجنہ اماء اللہ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ

- ہم اپنے مدرسے سے کیا سبق سیکھ رہی ہیں؟
- ہم کتنی ذہین طالبہ ہیں؟
- کیا اس مدرسے میں داخلے کے بعد سے ہماری تعلیم میں اضافہ ہوا ہے؟
- کیا ہم نے قربِ الٰہی کی منازل طے کیں ہیں؟

- کیا ہم اپنے خاوند سے اس کے عزیز رشتے داروں سے محض للہ سچی دلی ہمدردی اور محبت کے جذبات رکھتی ہیں؟
- کیا ہم اپنے شوہر کی خوبیوں کو اپنا رہی ہیں یا اگر کوئی کمزوری ہے تو اسے دور کرنے کے لیے سعی اور دعا کر رہی ہیں؟
- کیا ہماری اولاد ہمارے لیے اضافی نمبروں کا باعث بن رہی ہے، ہماری عائلی زندگی کو مزید کامیاب بنا رہی ہے؟
- ہمارے والدین نے ہمیں جو دین و دنیا میں بہتر بننے کے طریق سکھائے ہیں کیا ہم ان پر عمل کر کے اپنی زندگیاں بہتر بنا رہی ہیں؟

اگر تو ان سب سوالات کے جواب ہاں میں ہیں تو مبارک ہو کہ آپ اس مدرسے سے کامیاب و کامران ہو کر نکلی ہیں۔ آپ اعلیٰ نمبروں میں پاس ہو گئی ہیں۔ اگر کہیں بھی کوئی کمی ہے تو دیر نہیں ہوئی ابھی بھی اسی خدا سے مدد مانگیں اور دل لگا کر محنت کریں نتیجہ ان شاء اللہ شاندار آئے گا۔ کیونکہ

محنت ہو اگر سچی ضائع وہ نہیں ہوتی
تم کام کئے جاؤ اخلاص سے ہمت سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بہت خوبصورت الہام ہے:

ع اَمۡن اَسۡت دَر مَکَانِ مَحَبَّتۡ سَرَائے مَا

ہمارا مکان جو ہماری محبتِ سرائے ہے اس میں ہر طرح سے امن ہے۔

خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک کا گھر اس الہام کے مصداق ہو جائے نیز ہر دنیاوی مکان بھی محبت سرائے بن جائے جہاں بس امن ہی امن ہو۔ محبت ہی محبت ہو۔

اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

(بتعاون: صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا)

۞۞۞۞

﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔25﴾

پُرسکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن

تمہاری صبح حسیں ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکوں ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

معزز سامعات! میری گزارشات کا موضوع ہے۔ **پُرسکون عائلی زندگی بہترین تربیت اولاد کی ضامن**

خدا تعالیٰ کتاب رحمان میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا (النّسآء: 2)

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

ہر انسان اپنی نسل کی بقا اور افزائش چاہتا ہے، اسے پھلتا پھولتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ اسلام میں نیک اولاد کے حصول کے لیے نکاح جیسا پاکیزہ رشتہ رکھا گیا ہے۔ جس میں مرد و زن ایک پاک معاہدے کے تحت خدا اور اس کے احکامات کی تعمیل میں سر جھکاتے ہوئے ایک مقدس رشتے میں بندھ کر ایک نئے خاندان اور نسل کا آغاز کرتے ہیں۔ میاں بیوی کا رشتہ دراصل خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”شادیوں کا معاملہ محبت کی بنیاد کے قیام کے لیے ہے میاں بیوی کی محبت در حقیقت خدا ہی کی محبت کا ظِل ہے۔ شادی ایک مدرسہ ہے جہاں خدا تعالیٰ کے عشق کا سبق پڑھایا جاتا ہے... اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے

تعلقات کو اپنی محبت کا ایک نشان قرار دیا ہے... غرض ماں باپ کی محبت خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے، بیوی کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ظل ہے اور اولاد کی محبت بھی خدا تعالیٰ کی محبت کا ایک ظل ہے... گویا یہ تینوں ایک درس گاہ ہیں جن میں انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبق سیکھتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔"

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 374)

پیاری بہنو! اس رشتے میں مودّت اور رِحم کا جو عنصر پایا جاتا ہے وہی آگے چل کر اولاد کی صورت میں ڈھلتا ہے۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے عزت و محبت کا سلوک کرنے والے ہوں گے تو اولاد بھی سراپا محبت ہو گی۔ اگر والدین ایک دوسرے کے جذبات کا خیال کرنے، ایک دوسرے کا احساس کرنے والے ہوتے ہیں تو اولاد بھی حسّاس اور دوسروں کی تکلیف کا احساس کرنے والی ہوتی ہے۔ والدین کا خدا تعالیٰ پر یقین دیکھ کر بچے بھی توکل علی اللہ پر ایمان لے آتے ہیں۔ جن گھروں میں ہر وقت لڑائی جھگڑے کی فضا رہتی ہے وہاں بچے بھی بے چینی، بے سکونی اور ذہنی دباؤ کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ ایک اکیلا فرد چاہے کتنی ہی کوشش کر لے لیکن ان معاملات کو درست نہیں کر سکتا کیونکہ گھر دونوں فریقین کے تعاون سے چلتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَكْرِمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوْا أَدَبَهُمْ"

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب)

یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ پھر والدین کو مزید نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

اَعِيْنُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلَى الْبِرِّ

(الجامع الصغیر ابن سیوطی)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

والدین کا رویہ اپنے بچوں کے ساتھ نارمل ہونا چاہئے۔ بچوں پر سختی کرنے اور ڈانٹنے سے بچّے ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس سے بچّوں کی ذہنی صلاحیتوں پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ بار بار ڈانٹنے اور نظر انداز کرنے سے بچّے ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ والدین کو اپنے بچوں کے ساتھ دوستانہ اور قریبی تعلقات قائم رکھنا چاہئے تاکہ بچّے اپنے درپیش مشکلات کو ان کے سامنے بیان کر سکیں

اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب والدین آپس میں صلح صفائی سے رہتے ہوں۔ ایک دوسرے پر اعتبار کرتے ہوں ان کی ترجیحات ایک جیسی ہوں اور وہ باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہوں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 562)

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثالی ازدواجی زندگی ہم سب کے سامنے ہے کہ کس طرح پیار اور قدردانی کا سلوک دونوں طرف سے ہوتا تھا۔ کیسے قرب الہیٰ کی منازل ایک ساتھ طے ہوتی ہیں اسی لطف و احسان کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے مبشر اولاد کی خوشخبری سے بھی نوازا اور عطا بھی کی۔ کیسے اس مبارک جوڑے نے ایک دوسرے کی رفاقت میں اپنی اولاد کی تربیت کی اور وہ مبشر اولاد نبوت کے چاند کے آنگن میں قطبی ستارے بن کر چمکی۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور علیہ السلام کو حضرت ام المؤمنین سے ناراض دیکھا نہ سنا بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک ideal جوڑے کی ہونی چاہیے۔"

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہان بیگمؓ مرتبہ حضرت شیخ محمود احمد عرفانی و شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 231)

معزز سامعات! بچوں کی درست تربیت کس طرح ہو سکتی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اگر ماں اور باپ گھر میں لڑ رہے ہوں تو آپ سمجھیں بچوں کے اخلاق خراب ہو گئے۔ بچوں کے اخلاق تبھی درست رہ سکتے ہیں کہ گھر کی فضا بڑی محبت اور پیار کی فضا ہو ہر دو میاں اور بیوی اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھنے والے اور ان کے ادا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔"

(خطبات ناصر صفحہ 364)

جن گھروں میں مرد، عورت کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہو اس پر ظلم و زیادتی کرتا ہو اس سے حقارت سے بات کرتا ہو۔ بیوی کے گھر والوں سے برا سلوک کرتا ہو، گھر کے خرچ میں تنگ کرتا ہو یا جماعتی پروگراموں میں شرکت کو غیر ضروری گردانتا ہو۔ اِسی طرح اگر بیوی مرد سے بدسلوکی کرتی ہو اس کی ناشکری کرتی ہو، بچوں کی تربیت پر دھیان نہ دیتی ہو، سسرال والوں سے عمدہ طریق پر معاشرت نہ کرتی ہو تو وہ دونوں اپنی اپنی جگہ مجرم ہیں اور اولاد کو شادی جیسے مقدس رشتے اور خاندانی نظام سے متنفر کرنے والے ہیں۔

اس مضمون کو مزید بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

"انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اُس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی اُن کے زیرِ اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ باہر جاتا ہے تو ماحول میں، دوستوں میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے بار بار مَیں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔"

(خطبہ جمعہ 13؍دسمبر 2013ء)

آج کل کی نوجوان نسل شادی سے متنفر اسی لیے ہو رہی ہے کہ اس کے آس پاس شادی کے نام پر دو ایسے افراد دکھائی دیتے ہیں جو اس رشتے کو نبھانے میں ناکام ہیں وہ بظاہر ساتھ تو رہتے ہیں لیکن ان کے گھر سکون کے گہوارے ہونے کی بجائے جنگ و جدل کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ کسی جگہ عورت پس رہی ہے کسی جگہ مرد۔ ہر انسان اپنے عمل کا خود ذمّہ دار ہوتا ہے۔ عموماً یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بیویاں سارا دن جیسے کوئی شکاری اپنے شکار پر نظر جما کر رکھتا ہے کہ کہیں آنکھ سے اوجھل نہ ہو جائے اپنے سسرال والوں پر نظریں جما کر رکھتی ہیں کہ ان کی ہر ہر حرکت نوٹ کرنی ہے اور رات گئے جب شوہر کام سے واپس آئے

تو علیحدگی میں بجائے اس کے کہ کوئی پیار محبت کی بات ہو۔ اپنے بچوں کے مستقبل کے حوالے سے بات ہو۔ کوئی اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کی بات ہو سارے دن کی روداد جس میں خود کو مظلوم اور سسرال والوں کو ظالم دکھا کر ہر بات بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شامل ہوتا ہے جس کا اختتام یا تو لڑائی پر ہوتا ہے یا پھر شوہر کا دل اپنے گھر والوں سے متنفر ہوتا جاتا ہے اور خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا ہے اور بعض گھروں میں شوہروں کا یہ رویہ ہے کہ وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بیوی کے گھر والوں کی دیکھتے ہیں اور پھر بعد میں بیوی کو طعنے دے کر اس کا جینا دشوار کرتے ہیں کہ تمہارے گھر میں میری عزت اور خاطر داری نہیں ہوئی غرض بچہ بھی یہ سب چیزیں بغور دیکھتا ہے اور سب اپنے دماغ کے کمپیوٹر میں محفوظ کرتا جاتا ہے اور بچپن سے ہی نفرتیں اپنے دل میں بھرتا جاتا ہے اپنی قریبی رشتوں سے ہی بدظن ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس بغض و کینے کے زہر سے والدین ہی اُسے آشنا کرتے ہیں اور وہی ہیں جو اس آلائش سے بچوں کے معصوم ذہنوں کو بچا سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنے اردگرد محبت و خلوص دیکھے گا تو وہ بھی درگزر اور عفو سیکھے گا۔ اس لیے والدین اور خصوصاً ماؤں کی ذمّہ داری بنتی ہیں کہ معصوم بچوں کے کانوں کو ایسی ناخوشگوار باتوں کے سننے سے بچائیں۔ ان کو انسانوں میں خوبیاں تلاش کرنے والا بنائیں۔ دوسروں کی کمزوریاں پر پردہ ڈالیں نا کہ انہیں اچھالیں۔ اسی طرح ہمارے گھر ہمارے بچوں کے لیے جنت کے نمونے بن سکتے ہیں جہاں وہ سکون محسوس کریں۔

پُر سکون عائلی زندگی کے حصول کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”شادی کے بعد مَودّت اور رحمت کا مضمون ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہیے اور ایسا ماحول قائم کرنا چاہیے کہ مرد عورت کے لیے محبت اور رحمت کا سرچشمہ ثابت ہو اور عورت مرد کے لیے محبت اور رحمت کا سرچشمہ ثابت ہو۔“

(اوڑھنی والیوں کے لیے پھول جلد دوم صفحہ 60 ایڈیشن 2009ء)

معزز سامعات! پس ان سب باتوں کا نچوڑ یہی ہے کہ اگر ہم اپنے گھروں میں ایک صالح نسل پروان چڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں اور اپنی گودوں سے اللہ کے پیاروں اور جماعت کے جانثاروں کو پالنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے عائلی معاملات درست کرنے ہوں گے۔ جس طرف بھی کمزوری ہو اسے اپنی اولاد کی

خاطر اس کمزوری کو دور کر کے اپنے رشتے کو مضبوط بنانا چاہیے۔ خدا خوفی اور اسلامی احکامات پر عمل کر کے اپنی عائلی زندگی کو پُر سکون بنانے کی ہر ممکن سعی کرنے چاہیے تاکہ ہماری اولاد ہم سے وہی سب باتیں سیکھے اور ایک جنت نظیر معاشرے کا قیام عمل میں آسکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گھروں پہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا رہے۔ آمین اللھم آمین

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَٰجِنَا وَذُرِّيَّٰتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَٱجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان:75)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

(بتعاون: صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا)



﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔974﴾

گھریلو جھگڑوں وعائلی تنازعات کی وجہ۔ جھوٹ اور قولِ زور

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا ۙ﴿۷۱﴾ یُّصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا ﴿۷۲﴾ (الاحزاب:71)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔

کیا "راستی کی فتح" نہیں وعدہ خدا
دیکھو تو کھول کر سخنِ پاک کبریا

معزز سامعین! آج مجھے جھوٹ کی مناسبت سے گھریلو جھگڑوں و عائلی تنازعات پر بات کرنی ہے۔ اِس سلسلہ میں مَیں کوشش کروں گا کہ پیارے آقا حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے چند اِرشادات آپ سامعین کے سامنے رکھوں۔ اِن اقتباسات سے یہ بات روزِ روشن کی عیاں ہو گی کہ ہمارے خاندانی اور عائلی جھگڑوں کی وجہ اور اِن کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ ناپسند کی شادیوں کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں۔

"بعض لڑکیاں والدین کے کہنے پر شادی کر لیتی ہیں۔ پہلے سچ بولنے اور حق کہنے کی جرأت نہیں ہوتی اور جب شادی ہو جاتی ہے تو پھر بعض ایسی حرکتیں کرتی ہیں جن سے میاں بیوی میں اعتماد کی کمی ہو جاتی ہے اور پھر لڑائیاں بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ پاکستان سے رشتے کر کے آجاتی ہیں، جماعتی جائزے نہیں لئے جاتے، رپورٹیں نہیں لی جاتیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ جماعت نے ہماری مدد نہیں کی۔ یہاں سے بعض لڑکے، لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں، اُن سے زیادتیاں کرتے ہیں اور پھر طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ تو دونوں طرف سے ایک ایسی خوفناک صورتحال پیدا ہو رہی ہے جس کی جماعت کو فکر کرنی چاہئے۔

لڑکیاں بعض دفعہ شادی کے بعد بتاتی ہیں کہ ہمیں یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ ماں باپ نے کہا مجبوری تھی۔ بعض لڑکے بھی شادی کے بعد بتاتے ہیں۔ لڑکوں میں بھی اتنی جرأت نہیں ہے یا پھر اُن کو پتہ چلتا ہے کہ وہ لڑکے یا لڑکی کہیں اور involve ہیں یا کسی دوسرے رشتہ کو پسند کرتے ہیں۔ وہ اپنی پسند کے رشتے شروع میں بتا دیں تو کم از کم دو گھروں کی زندگیاں تو برباد نہ ہوں اور پھر ایسے بھی معاملات ہیں جہاں ماں باپ کو پہلے پتہ ہوتا ہے اور اس خیال سے شادی کروا دیتے ہیں کہ بعد میں ٹھیک ہو جائے گا لیکن یہ ہوتا نہیں ہے۔ لڑکا ہو یا لڑکی، ٹھیک تو نہیں ہوتے البتہ دونوں میں سے کسی ایک کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔"

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 25 جون 2011ء)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا:

"یہ معاملات بھی اب سامنے آنے لگے ہیں کہ شادی ہوئی تو ساتھ ہی نفرتیں شروع ہو گئیں بلکہ شادی کے وقت سے ہی نفرت ہو گئی۔ شادی کی کیوں تھی؟ اور بدقسمتی سے یہاں ان ملکوں میں یہ تعداد بہت زیادہ بڑھ رہی ہے، شاید احمدیوں کو بھی دوسروں کا رنگ چڑھ رہا ہے حالانکہ احمدیوں کو تو اللہ تعالیٰ نے خالص اپنے دین کا رنگ چڑھانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ پس ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اگر مرضی کی شادی نہیں ہوئی تب بھی پہلے اکٹھے رہو، ایک دوسرے کو سمجھو، اس نصیحت پر غور کرو جس کے تحت تم نے اپنے نکاح کا عہد و پیمان کیا ہے کہ تقویٰ پر چلنا ہے، پھر سب کچھ کر گزرنے کے بعد بھی اگر نفرتوں میں اضافہ ہو رہا ہے تو کوئی انتہائی قدم اٹھاؤ اور اس کے لئے بھی پہلے یہ حکم ہے کہ آپس میں حَکَمین مقرر کرو، رشتہ دار ڈالو، سوچو، غور کرو۔

دونوں طرف کے فریقوں کو مختلف قسم کے احکام ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے، گو بہت کم ہے لیکن بعض لڑکیوں کی طرف سے بھی پہلے دن سے ہی یہ مطالبہ آ جاتا ہے کہ ہماری شادی تو ہو گئی لیکن ہم نے اس کے ساتھ نہیں رہنا۔ جب تحقیق کرو تو پتہ چلتا ہے کہ لڑکے یا لڑکی نے ماں باپ کے دباؤ میں آ کر شادی تو کر لی تھی ورنہ وہ کہیں اور شادی کرنا چاہتے تھے۔ تو ماں باپ کو بھی سوچنا چاہئے اور دو زندگیوں کو اس طرح برباد نہیں کرنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 نومبر 2006ء)

سامعین! فریقین میں مسائل کے آغاز کی ایک بڑی وجہ ان کی ذاتی اَنَا (جو جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے) بھی ہوتی ہے۔ اس کمزوری پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"آجکل بذریعہ خطوط یا بعض ملنے والوں سے سن کر طبیعت بے چین ہو جاتی ہے کہ ہمارے مقاصد کتنے عظیم ہیں اور ہم ذاتی اَناؤں کو مسائل کا پہاڑ سمجھ کر، کن چھوٹے چھوٹے لغو مسائل میں الجھ کر اپنے گھر کی چھوٹی سی جنت کو جہنم بنا کر جماعتی ترقی میں مثبت کردار ادا کرنے کی بجائے منفی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان مسائل کو کھڑا کرنے میں جو بھی فریق اپنی اَناؤں کے جال میں اپنے آپ کو بھی اور دوسرے فریق کو بھی اور نظامِ جماعت کو بھی اور پھر آخر کار بعض اوقات مجھے بھی اُلجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے عقل دے اور وہ اس مقصد کو سمجھے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کو دوبارہ قائم کروں۔ پس یہ بڑا مقصد ہے جس کے پورا کرنے کی ایک احمدی کو کوشش کرنی چاہئے اور اس کو جستجو رہنی چاہئے اور کوئی احمدی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مقصد کے حصول کے لئے آپ کی مدد نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی اَناؤں سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتا ان پاک ہدایتوں پر عمل نہیں کرتا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی ہیں۔ پس ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے، اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم قرآنی تعلیم سے ہٹے ہوئے تو نہیں ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے لاشعوری طور پر دور تو نہیں چلے گئے؟ اپنی اَناؤں کے جال میں تو نہیں پھنسے ہوئے؟ اس بات کا جائزہ لڑکے کو بھی لینا ہو گا اور لڑکی کو بھی لینا ہو گا، مرد کو بھی لینا ہو گا، عورت کو بھی لینا ہو گا، دونوں کے سسرال والوں کو بھی لینا ہو گا کیونکہ شکایت کبھی لڑکے کی طرف سے آتی ہے۔ کبھی لڑکی کی طرف سے آتی ہے، کبھی لڑکے والے زیادتی کر رہے ہوتے ہیں، کبھی لڑکی والے زیادتی کر رہے ہوتے ہیں لیکن اکثر زیادتی لڑکے والوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہاں مَیں نے گزشتہ دنوں امیر صاحب کو کہا کہ جو اتنے زیادہ معاملات آپس کی ناچاقیوں کے آنے لگ گئے ہیں اس بارے میں جائزہ لیں کہ لڑکے کس حد تک قصوروار ہیں، لڑکیاں کس حد تک قصوروار ہیں اور دونوں طرف کے والدین کس حد تک مسائل کو

اُلجھانے کے ذمّہ دار ہیں۔ تو جائزے کے مطابق اگر ایک معاملے میں لڑکی کا قصور ہے تو تقریباً تین معاملات میں لڑکا قصوروار ہے، یعنی زیادہ مسائل لڑکوں کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں اور تقریباً 30۔40 فیصد معاملات کو دونوں طرف کے سسرال بگاڑ رہے ہوتے ہیں۔ اس میں بھی لڑکی کے ماں باپ کم ذمّہ دار ہوتے ہیں"۔

حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

"اسلام نے ہمیں اپنے گھریلو تعلقات کو قائم رکھنے اور محبت و پیار کی فضا پیدا کرنے کے لئے کتنی خوبصورت تعلیم دی ہے۔ ایسے لوگوں پر حیرت اور افسوس ہوتا ہے جو پھر بھی اپنی اَناؤں کے جال میں پھنس کر دو گھروں، دو خاندانوں اور اکثر اوقات پھر نسلوں کی بربادی کے سامان کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ اسلامی نکاح کی یا اس بندھن کے اعلان کی یہ حکمت ہے کہ مرد و عورت جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میاں اور بیوی کے رشتے میں پروئے جا رہے ہوتے ہیں، نکاح کے وقت یہ عہد کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان ارشادات الٰہی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے سامنے پڑھے گئے ہیں۔ ان آیات قرآنی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے نکاح کے وقت اس لئے تلاوت کی گئیں تاکہ ہم ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں اور ان میں سے سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ تقویٰ پر قدم مارو، تقویٰ اختیار کرو۔ تو نکاح کے وقت اس نصیحت کے تحت ایجاب و قبول کر رہے ہوتے ہیں، نکاح کی منظوری دے رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان پر عمل کریں گے۔ کیونکہ اگر حقیقت میں تمہارے اندر تمہارے اس رب کا، اس پیارے رب کا پیار اور خوف رہے گا جس نے پیدائش کے وقت سے لے کر بلکہ اس سے بھی پہلے تمہاری تمام ضرورتوں کا خیال رکھا ہے، تمام ضرورتوں کو پورا کیا ہے تو تم ہمیشہ وہ کام کرو گے جو اس کی رضا کے کام ہیں اور اس کے نتیجہ میں پھر ان انعامات کے وارث ٹھہرو گے۔

میاں بیوی جب ایک عہد کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بندھ گئے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا عہد کیا تو پھر یہ دونوں کا فرض بنتا ہے کہ ان رشتوں میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے پھر ایک دوسرے کے رشتہ داروں کا بھی خیال رکھیں۔ یاد رکھیں کہ جب خود ایک دوسرے کا خیال رکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھ رہے ہوں گے، عزیزوں اور رشتہ داروں کا خیال رکھ رہے

ہوں گے، ان کی عزت کر رہے ہوں گے، ان کو عزت دے رہے ہوں گے تو رشتوں میں دراڑیں ڈالنے کے لئے پھونکیں مارنے والوں کے حملے ہمیشہ ناکام رہیں گے کیونکہ باہر سے ماحول کا بھی اثر ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ کی بنیاد کیونکہ تقویٰ پر ہو گی اور تقویٰ پر چلنے والے کو خدا تعالیٰ شیطانی وساوس کے حملوں سے بچاتا رہتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 10 نومبر 2006ء)

سامعین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عائلی جھگڑوں کی ایک وجہ قوّت برداشت میں کمی بھی بتائی اور قوّتِ برداشت بھی جھوٹ کی پیداوار ہے۔ اِس حوالہ سے افرادِ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"آج کل یہاں بھی اور دنیا میں ہر جگہ میاں بیوی کے جھگڑوں کے معاملات میرے سامنے آتے رہتے ہیں۔ جن میں مرد کا قصور بھی ہوتا ہے عورت کا قصور بھی ہوتا ہے۔ نہ مرد میں برداشت کا وہ مادہ رہا ہے جو ایک مومن میں ہونا چاہئے نہ عورت برداشت کرتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی کئی مرتبہ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہہ چکا ہوں کہ گو زیادہ تر قصور عموماً مردوں کا ہوتا ہے لیکن بعض ایسے معاملات ہوتے ہیں جن میں عورت یا لڑکی سراسر قصوروار ہوتی ہے۔ قصور دونوں طرف سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، گھر اُجڑتے ہیں۔ پس دونوں طرف کے لوگ اگر اپنے جذبات پر کنٹرول رکھیں اور تقویٰ دل میں قائم کرنے والے ہوں تو یہ مسائل کبھی پیدا نہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تم دونوں کو ایک دوسرے کے عیب نظر آتے ہیں تو کئی باتیں ایسی بھی ہوں گی جو اچھی لگتی ہوں گی۔ یہ نہیں کہ صرف ایک دوسرے میں عیب ہی عیب ہیں؟ اگر ان اچھی باتوں کو سامنے رکھو اور قربانی کا پہلو اختیار کرو تو آپس میں پیار محبت اور صلح کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی گواہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اعلیٰ اخلاق کے ساتھ بیویوں سے حسن سلوک کرنے والا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو نصیحت فرماتے ہیں تو صرف نصیحت نہیں فرماتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُسوہ سے بھی یہ ثابت کیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ اگست 2008ء)

حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ نے دو نکاحوں کے اعلان کے موقع پر فرمایا کہ:

’’نکاح ایک ایسا Bond ہے جو لڑکے اور لڑکی کے درمیان اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر اس وعدہ کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ہم تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ہمیشہ اپنے اس رشتہ کو نبھانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل مغرب کا اثر ہے یا تعلیم کا اثر ہے۔ برداشت کا مادہ نہ ہونے کی وجہ سے بڑی جلدی ان رشتوں میں دراڑیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ جبکہ قرآن کریم کی جن آیات کو پڑھا جاتا ہے اُن میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر چلنے کا ذکر اور حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات یقیناً اللہ تعالیٰ کے اشارہ سے ہی اس خطبہ کے لئے مقرر فرمائی ہوں گی۔ پس اس بات کو ہمیشہ دونوں طرف کے رشتہ داروں اور لڑکے کو بھی اور لڑکی کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے اور اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ رشتہ ایک بہت اہم اور مقدس جوڑ ہے اور جیسا کہ مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں لڑکے اور لڑکی کے خاندانوں کو بھی ذرا ذرا سی بات پر رشتے توڑنے اور لڑائیاں شروع کرنے اور بدمزگیاں پیدا کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔‘‘

(مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء)

سامعین! میاں بیوی کے درمیان بے اعتمادی پیدا ہو جانے کی بہت بڑی وجہ کسی ایک فریق کا یا دونوں کا جھوٹ کی بدعادت میں مبتلا ہونا ہے۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’بہت سے جھگڑے خاوند بیوی کے اس لئے ہو رہے ہوتے ہیں کہ بے اعتمادی کا شکار ہوئے ہوتے ہیں۔ عورت کو شکوہ ہوتا ہے کہ مرد سچ نہیں بولتا۔ مرد کو شکوہ ہوتا ہے کہ عورت سچ نہیں بولتی اور اس کو سچ بولنے کی عادت ہی نہیں اور اکثر معاملات میں یہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوتے ہیں کہ میرے سے غلط بیانی سے کام لیا یا مستقل ہر بات میں غلط بیانی کرتے ہیں یا کرتی ہے۔ پھر سچ پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے بچوں پر بھی اثر پڑتا ہے اور بچے بھی جھوٹ بولنے کی عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔‘‘

مزید فرمایا:

’’پھر یہ بھی نصیحت ہے کہ اگر تم اس طرح سچ پر قائم رہو گے اور اپنی ذمّہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرتے رہو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری ان کوششوں کے نتیجہ میں تمہاری اصلاح کرتا رہے گا۔ تمہیں نیکیوں پر

چلنے کی توفیق دیتا رہے گا۔ تمہارے گناہوں سے، تمہاری غلطیوں سے، صَرفِ نظر کرتے ہوئے تمہارے گھروں کو جنت نظیر بنادے گا۔

سچ پر قائم رہنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ سچ پر قائم رہ کر ہی ایک دوسرے پر اعتماد قائم ہوتا ہے اور سچ پر قائم رہ کر ہی آپس کے تعلقات کو اچھی طرح ادا کر سکتے ہو اور سچ پر قائم ہو کر ہی اپنی نسلوں کی صحیح تربیت کر سکتے ہو اور ان کو معاشرے کا ایک مفید وجود بنا سکتے ہو۔ "

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 21/ اگست 2004ء)

کو آپ ایّدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الرشید ہمبرگ (جرمنی) میں چار نکاحوں ک اعلان کے موقع پر فرمایا:

"ان آیات میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تقویٰ سے کام لیتے ہوئے۔ اس حد تک سچائی جس میں ذرا سا بھی جھول نہ ہو، اس کا خیال رکھو۔ یہ سچائی ہی ہے جو لڑکے اور لڑکی، خاوند اور بیوی کے تعلقات میں اعتماد کی فضا پیدا کرتی ہے اور یہ اعتماد ہی ہے جو پھر آگے امن کی اور پیار کی ضمانت بن جاتا ہے۔ پس نئے قائم ہونے والے رشتے ان باتوں کا خیال رکھیں۔ اللہ کرے۔ یہ قائم ہونے والے رشتے ان باتوں کا خیال رکھنے والے ہوں اور کبھی بھی کسی بھی قسم کا جھول، جھوٹ یا سچائی میں کوئی غلط بیانی بھی آپس کے رشتوں میں پیدا نہ ہو اور ہمیشہ اعتماد کی فضا قائم رہے۔"

(مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 30 دسمبر 2011ء)

سامعین! جھوٹ اور جھوٹی گواہی کے حوالے سے احمدی خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا ایک ٹیسٹ ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، توبہ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہدایت پر قائم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ ٹیسٹ یہ ہے کہ: لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ ایک جگہ گواہی کے متعلق فرماتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

(النساء:136)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف گواہی دینی پڑے۔

پس دیکھیں یہ خوبصورت تعلیم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ ہم دنیا کو بتانے کے لئے تو یہ دعوے کرتے رہتے ہیں کہ اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے اور اسلام کی وہ خوبصورت تعلیم ہے اور جماعت احمدیہ دنیا میں انصاف اور محبت کا پرچار کرتی ہے لیکن اگر ہمارے عمل ہمارے قول کے خلاف ہیں تو ہم اپنے نفس کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں اور دنیا کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ اب یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے کہ انسان اپنے خلاف گواہی دے۔ صلح بھی کر لی، توبہ بھی کر لی، عملِ صالح بھی کر لیا لیکن کچھ عرصہ بعد اگر کہیں ایسا موقع آئے کہ جہاں سچ بول کر اپنے خلاف گواہی دینی پڑے تو دل کو ٹٹولیں کہ کیا ہم ایسے ہیں جو سچائی پر قائم رہتے ہوئے اپنے خلاف گواہی دینے والے بنیں گے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ تو جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اگر اپنے گھروں میں امن قائم کرنا چاہتی ہو یا اپنے معاشرے میں امن قائم کرنا چاہتی ہو تو کبھی جھوٹ کا سہارا نہ لو یہاں تک کہ اپنے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو دو۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرو۔ اپنے والدین کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔ اپنے قریبی دوستوں، رشتہ داروں کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔ اگر اس ایک بات کو ہر احمدی عورت اور مرد پلّے باندھ لے تو گھروں کے فساد ختم ہو جائیں۔ قضا میں معاملات آتے ہیں، اکثر میں نے دیکھا ہے، بات کو طول دینے کے لئے اپنے حق میں فیصلے کروانے کے لئے جھوٹ پر بنیاد ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ عورت کی طرف سے بھی اپنے کیس کو مضبوط کرنے کے لئے جھوٹ بولا جا رہا ہوتا ہے اور مرد کی طرف سے بھی اپنے معاملے کو مضبوط کرنے کے لئے جھوٹ بولا جا رہا ہوتا ہے اور پھر وکیل اور مشورہ دینے والے دوسرے لوگ جو اس کام پر مقرر کئے جاتے ہیں، وہ اس پر سونے پر سہاگہ، اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے کہ ہم نے بڑا اچھا کیس لڑا جھوٹ کی ترغیب دلاتے ہیں یا جھوٹے کیس بنا لیتے ہیں یا اپنے پاس سے بھی خود کچھ نہ کچھ add کر لیتے ہیں۔ وکیل تو اپنی برتری اس لئے سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کیس ہم جیت گئے تو ہماری بڑی واہ واہ ہو جائے گی اور ہمارا کام چمکے گا۔ گویا انہوں نے یہاں شرک شروع

کر دیا اور جھوٹ کو اپنا رازق بنالیا۔ لوگ کہیں گے بڑا اچھا وکیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہ ہو تو پھر برائیاں پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ "

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 25 جون 2011ء)

سامعین! گھروں کے ٹوٹنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے قناعت اور توکّل علی اللہ کی کمی پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

"اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عورتوں میں قناعت کا مادہ کم ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے خاوند کی جیب کو دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کھولے، اپنے دوستوں، سہیلیوں یا ہمسایوں کی طرف دیکھتی ہیں جن کے حالات ان سے بہتر ہوتے ہیں اور پھر خرچ کر لیتی ہیں پھر خاوندوں سے مطالبہ ہوتا ہے کہ اور دو۔ پھر آہستہ آہستہ یہ حالت مزید بگڑتی ہے اور اس قدر بے صبری کی حالت اختیار کر لیتی ہے کہ بعض دفعہ باوجود اس کے کہ دو دو تین تین بچے بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس بے صبری کی قناعت کی وجہ سے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکّل نہ ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ ایسے لوگ صرف دنیاداری کے خیالات سے ہی اپنے دماغوں کو بھرے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس وجہ سے یقین بھی کم ہو جاتا ہے اور اگر خدا تعالیٰ پر یقین نہ ہو تو پھر اس کے سامنے جھکتے بھی نہیں، اس سے دعا بھی نہیں کرتے۔ تو یہ ایک سلسلہ جب چلتا ہے تو پھر دوسرا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے اور پھر جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے نہ ہوں ان پر توکل کیسے رہ سکتا ہے۔ تو ایسی عورتیں پھر اپنے گھروں کو برباد کر دیتی ہیں۔ خاوندوں سے علیحدہ ہونے کے مطالبے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ ایک برائی سے دوسری برائی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ اگست 2003ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 15 اپریل 2006ء کو جلسہ سالانہ آسٹریلیا میں عورتوں کی ناجائز خواہشات اور مطالبات پر مستورات سے خطاب میں عورتوں کو خصوصیت سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے جہاں وہ اس بات کا خیال رکھے کہ خاوند کے گھر کو کسی قسم کا بھی نقصان نہ ہو۔ کسی قسم کا کوئی مادی نقصان بھی نہ ہو اور روحانی

نقصان بھی نہ ہو۔ اُس کے پیسے کا بے جا استعمال نہ ہو کیونکہ بے جا استعمال، اسراف جو ہے یہی گھروں میں بے چینیاں پیدا کر دیتا ہے۔ عورتوں کے مطالبے بڑھ جاتے ہیں۔ خاوند اگر کمزور اعصاب کا مالک ہے تو ان مطالبوں کو پورا کرنے کے لئے پھر قرض لے کر اپنی عورتوں کے مطالبات پورے کرتا ہے اور بعض دفعہ اس وجہ سے مقروض ہونے کی وجہ سے، اس قرضے کی وجہ سے جب بے سکونی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو فکروں میں مبتلا ہوتا ہے اور اگر اس کی طبیعت صبر کرنے والی بھی ہے تو پھر مریض بن جاتا ہے۔ کوئی شوگر کا مریض بن گیا، کوئی بلڈ پریشر کا مریض بن گیا۔ اگر خاوند نہیں مانتا تو بعض عورتیں اپنے خاوندوں کے رویّہ کی وجہ سے شوگر اور بلڈ پریشر کی مریض بن جاتی ہیں۔ لیکن اگر آپ نگرانی کا صحیح حق ادا کرنے والی ہوں گی تو نہ تو آپ کسی قسم کا مریض بن رہی ہوں گی نہ آپ کے خاوند کسی قسم کے مریض بن رہے ہوں گے۔ اگر کوئی خاوند بے صبرا ہے تو گھر میں ہر وقت تُو تکار رہتی ہے یہ بھی مریض بنا رہی ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں وہی گھر جو جنت کا گہوارہ ہونا چاہئے، جنت نظیر ہونا چاہئے ان لڑائیوں جھگڑوں کی وجہ سے جہنم کا نمونہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ پھر بچوں کے ذہنوں پر اس کی وجہ سے علیحدہ اثر ہو رہا ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت متاثر ہو رہی ہوتی ہے۔

اس معاشرے میں سچ کہنے کی عادت ڈالی جاتی ہے اور معاشرہ کیونکہ بالکل آزاد ہے اس لئے بعض بچے ماں باپ کے منہ پر کہہ دیتے ہیں کہ بجائے ہماری اصلاح کے پہلے اپنی اصلاح کریں۔ تو اس طرح جو عورت خاوند کے گھر کی، اس کے مال اور بچوں کی، نگران بنائی گئی ہے، اپنی خواہشات کی وجہ سے اس گھر کی نگرانی کے بجائے اس کو لٹوانے کا سامان کر رہی ہوتی ہے۔

پس ہر احمدی عورت کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کی عبادت اور اس کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے اس دنیا میں آئی ہے۔"

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12/ جون 2015ء)

ایک اور موقع پر خواتین سے مخاطب ہو کر حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"بعض گھر اس لئے اُجڑ جاتے ہیں کہ مرد اُن کی خواہشات پوری نہیں کر سکتے۔ ڈیمانڈز بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔ یا اگر اُجڑتے نہیں تو بے سکونی کی کیفیت رہتی ہے۔ لیکن جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والے

ہوں اُن کا کفیل خدا خود ہو جاتا ہے، اُن کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ایک عقلمند عورت وہی ہے جو یہ سوچے کہ مَیں نے اپنا گھر یلو چین اور سکون کس طرح پانا ہے؟ اپنے گھر کو جنت نظیر کس طرح بنانا ہے؟ اگر دنیا کی طرف نظر رہے تو یہ سکون کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حقیقی سکون خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیاوی خواہشات تو بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ایک کے بعد دوسری خواہش آتی چلی جاتی ہے جو بے سکونی پیدا کرتی ہے"۔

پھر فرمایا کہ:

"اگر آپ جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ یقیناً جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے یہ نیک اعمال کر رہی ہیں اُن کی زندگیوں میں جو سکون اور اطمینان ہے وہ دنیا دار عورتوں کی زندگیوں میں نہیں ہے۔ ایسی عورتوں کے گھروں میں بھی بے سکونی ہے جو دنیاداری والی ہیں۔ لیکن جو دین کو مقدم رکھنے والی ہیں، اُس کی خاطر قربانیاں کرنے والی ہیں، اُنہیں گھروں میں بھی سکون ہے، اور ان کی عائلی زندگی بھی خوش و خرم ہے۔ اُن کے بچے بھی نیکیوں پر قائم ہیں اور جماعت کے ساتھ منسلک ہیں۔"

(2 جون 2012ء میں جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے جلسہ سالانہ یوکے 2010ء کے موقع پر فرمایا:

"اگر ہر عورت اس بات کو سمجھ لے کہ اُس کی کیا ذمّہ داریاں ہیں اور اُن کی بجاآوری اس نے اس لئے نہیں کرنی کہ کہیں خاوند، باپ یا بھائی کی نظر میں آکر اُن کی طرف سے کسی سزا کی سزاوار نہ بن جائے بلکہ اِن ذمّہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس اس لئے ہمیشہ دلوں میں رکھنا ہے اور اُسے پختہ کرنا ہے کہ ایک خدا ہے جو عالم الغیب ہے، جو غیب کا علم رکھتا ہے، جو ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، ہر وقت اُس کی نظر اپنی مخلوق پر پڑ رہی ہے۔ ہر ایک کا عمل اُس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ پس جب یہ احساس رہے تو کوئی عورت ایسا عمل نہیں کر سکتی جو اُسے تقویٰ سے دُور ہٹا دے۔ ایک بیوی کی حیثیت سے وہ اپنے خاوند سے کامل وفا کرنے والی ہو گی۔ خاوند کے گھر کی نگران ہو گی۔ اس کے مال کو ضائع کرنے کی بجائے اس کا صحیح مصرف کرنے والی ہو گی۔ کئی ایسی عورتیں ہیں جو تقویٰ پر چلنے والی ہیں یا تقویٰ کے ساتھ ساتھ

عقل سے بھی چلنے والی ہیں، جو باوجود تھوڑی آمد کے اپنے خاوند سے ملنے والی رقم میں سے کچھ نہ کچھ بچا لیتی ہیں اور جمع کرتی جاتی ہیں اور بعض دفعہ مشکل حالات میں خاوند کو دے دیتی ہیں۔ خاوند کو تو نہیں پتہ ہوتا کہ کیا بچت ہو رہی ہے؟ اب وہ اُس کے مال کی اِس طرح غیب میں حفاظت کر رہی ہیں یا اگر اُن کو ضرورت ہے تو خاوند کو بتا کر اُس کا استعمال کر لیتی ہیں۔ اپنی اولاد کی صحیح نگرانی کرتی ہیں اور یہ اولاد کی نگرانی صرف خاوند کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ اِس لئے ہو رہی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہوتی ہے کہ یہ قوم کی امانت ہیں۔ یہ جماعت کی امانت ہیں۔ پھر وہ اپنی دوستیں اور سہیلیاں بھی ایسی عورتوں کو بناتی ہیں جو اعلیٰ اخلاق کی ہیں۔ ایک خاوند کی وفادار عورت کبھی غلط قسم کی سہیلیاں نہیں بناتی جو اِس کو اُس ڈگر پر ڈالیں جو غلط ہو کہ خاوند کا پیسہ جتنا نچوڑ سکتی ہو نچوڑ لو۔ خاوند کے بغیر سیریں کرنے کے لئے آزادی سے جاؤ آخر تمہاری بھی آزادی کا حق ہے۔ جس سے چاہو جس طرح کے چاہو تعلقات رکھو، نہ ہی ایسی مشورہ دینے والی عورتیں غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں اور نہ ہی ایسی عورتوں سے دوستیاں رکھنے والی اور باتوں پر عمل کرنے والی غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔"

(جلسہ سالانہ یوکے۔ خطاب از مستورات فرمودہ 31/ جولائی 2010ء)

19 مئی 2012ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دورہ ہالینڈ کے دوران ایک نکاح کے اعلان پر خطبہ میں فرمایا:

"عموماً مَیں نے دیکھا ہے کہ رشتے بعض دفعہ اس لئے ٹوٹ رہے ہوتے ہیں، گھروں میں اس لئے جھگڑے پیدا ہو رہے ہوتے ہیں کہ لڑکیوں کی ڈیمانڈز بہت زیادہ ہو جاتی ہیں اور بعض دفعہ لڑکیوں کے ساتھ ان کے گھر والے بھی مل جاتے ہیں اور پھر لڑکا ان ڈیمانڈز کو پورا نہیں کر سکتا تو پھر جھگڑوں کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسی طرح بعض لڑکے بھی لڑکیوں سے ناجائز زیادتی کرتے ہیں۔ ان کو بھی خیال رکھنا چاہئے۔

پس جیسا کہ شروع میں مَیں نے کہا اصل چیز یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو یاد رکھتے ہوئے، تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ان رشتوں کو قائم کرنا چاہئے اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اگر یہ بات سامنے رہے گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے رشتے بھی نبھتے رہیں گے۔ نئے قائم ہونے والے جو رشتے ہیں وہ بھی نبھتے رہیں گے، اور آئندہ نسلیں بھی نیکیوں پر چلنے والی ہوں گی۔ اللہ کرے کہ یہ رشتہ جو نیا قائم ہو رہا ہے وہ

ہر لحاظ سے بابرکت ہو اور ان روایات کو قائم کرنے والا ہو جو ان دونوں گھروں کی، خاندانوں کی ہیں۔ یعنی دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی۔"

(مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 29 جون 2012ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکم ستمبر 2007ء کو جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر اپنے خطاب میں ایک احمدی مسلمان عورت پر عائد ہونے والی اہم ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عائلی زندگی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا:

"ایک احمدی عورت کی ذمّہ داری صرف دنیاوی معاملات میں اپنے گھروں کی یا اپنے بچوں کی نگرانی کرنا اور تعلیم کا خیال رکھنا ہی نہیں ہے بلکہ ایک احمدی عورت کی ذمّہ داری بہت زیادہ ہے۔ احمدی عورت نے اسلام کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنے گھر اور خاوند کے گھر کی نگرانی کرنی ہے۔ اپنی اولاد کی دنیاوی تعلیم و تربیت کا خیال بھی رکھنا ہے۔ اپنی اولاد کی اسلامی اخلاق کے مطابق تربیت بھی کرنی ہے اپنی اولاد کی روحانی تربیت بھی کرنی ہے اور ان تمام تربیتی امور کو اپنی اولاد میں رائج کرنے کے لئے، ان کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے، اپنے پاک نمونے قائم کرنے ہیں۔ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق ڈھال کر عبادت اور دوسرے اعمالِ صالحہ بجالانے کے نمونے اپنی اولاد کے سامنے رکھنے ہیں۔ تبھی ایک احمدی عورت اپنے خاوند کے گھر کی صحیح نگران کہلا سکتی ہے۔ تبھی ایک احمدی ماں اپنی اولاد کی تربیت کا حق ادا کر سکتی ہے ورنہ اس کے قول و فعل میں تضاد کی وجہ سے کبھی اولاد صحیح تربیت نہیں پا سکتی"۔

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ یکم ستمبر 2007ء)

سامعین! جلسہ سالانہ یوکے 2007ء کے موقع پر مستورات سے خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی حسین مثال دیتے ہوئے فرمایا:

"ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰؓ گھر تشریف لائے۔ کچھ کھانے کو مانگا کہ کچھ کھانے کو دو حضرت فاطمہؓ سے۔ تو آپؓ نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے گھر میں جو کا ایک دانہ تک نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے فاطمہ! مجھ سے تم نے ذکر کیوں نہیں کیا کہ مَیں کوئی انتظام کرتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرے

باپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی کے وقت نصیحت کی تھی کہ مَیں کبھی سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔ یہ نہ ہو کہ آپ کے حالات ایسے ہوں اور مَیں سوال کروں اور وہ میری خواہش پوری نہ ہو سکے اور اس کی وجہ سے آپ پر بوجھ پڑے یا قرض لے کر پورا کریں یا ویسے دل میں ایک پریشانی پیدا ہو کہ مَیں اس کی خواہش پوری نہیں کر سکا۔

تو یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر عورت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ہر اُس عورت کے لئے جو خاوندوں سے ناجائز مطالبات کرتی ہیں۔"

(جلسہ سالانہ یوکے خطاب از مستورات فرمودہ 28 جولائی 2007ء)

(بتعاون: زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴿10﴾ ﴿مشاہدات۔27﴾

بچوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے زریں ہدایات

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **بچوں کے رشتوں کے انتخاب کے لئے زریں ہدایات**

آج کل گھروں کو خوبصورت بنانے کے لئے ہر انسان گھر میں نت نئے اچھی نسل کے خوبصورت لگنے والے پھولوں اور پھلوں کے پودے لگاتا ہے۔ یہ رنگ برنگے پھولوں کے پودے اور مختلف لذتوں سے بھرپور پھلوں کے درخت گھروں کو خوبصورت بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہر انسان اپنی جسمانی نسل میں اضافہ کے لئے بھی روحانی اور اخلاقی طور پر بھلی لگنے والی بچی کی تلاش کی کوشش کرتا ہے۔ تا نیک، دیندار، متقی اور پرہیز گار نسل آگے چلے اور خاندان کے باغیچہ میں اچھے اور پاکیزہ پھل دینے والے پودوں کا اضافہ ہوتا رہے۔

پھر یہی بچیاں مستقبل میں مائیں بن کر اس باغیچہ کی مالی بن جاتی ہیں اور اپنے بچوں کی روحانی واخلاقی تراش خراش سے ایسی تربیت کرتی ہیں کہ وہ اولاد جماعت کی انگوٹھی میں ہیرے یا نگینے کی طرح پیوست ہو کر جماعت کی خوبصورتی میں اضافہ کا موجب بنتی ہیں۔

سامعات! خاندان کی بڑھوتری کے لئے اچھے اور آنکھوں کو بھلے لگنے والے پودے کے انتخاب کا زرّیں حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو دیا ہے وہ یہ ہے فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (النساء:4) کہ عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئے اس سے نکاح کرو۔

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تَخَيَّرُوْا لِنُطْفِكُمْ وَانْكِحُوْا الْاَكْفَاءَ کہ اپنی نسلوں کے لئے صالح عورتوں کا انتخاب کرو اور ہم کفو سے رشتہ کرو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب النکاح)

احادیث میں دیندار لڑکی کے انتخاب کی بطور خاص تاکید ملتی ہے۔ نکاح اور شادی کے معاملہ میں حسن وجمال، حسب ونسب اور مال ودولت کے مقابل پر دینداری، پرہیز گاری، خداترسی اور خوش اخلاقی کو ترجیح دینا زیادہ افضل ہے۔

معزز سامعات! اس ضمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہم سب کو رشتہ کی تلاش میں مدّ نظر رکھنا چاہئے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ عورت سے نکاح چار باتوں کو مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔

1۔ اس کے مال دولت کی وجہ سے

2۔ اس کے حسب ونسب کی وجہ سے

3۔ اس کے حسن وجمال کی وجہ سے

4۔ لڑکی یا لڑکے کی دینداری کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ کی نصیحت بھی فرمادی کہ اے مسلمان! تو دیندار لڑکی کو ترجیح دے اور اس سے نکاح کر کے اپنی زندگی کو کامیاب کر ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔

(صحیح بخاری کتاب النکاح)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس لڑکے اور لڑکی کے حق میں دعا بھی کی ہے جو رشتہ کی تلاش میں نیکی، تقویٰ، طہارت اور پرہیز گاری کو سامنے رکھتے ہیں۔ آپؐ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا بَارَکَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْھَا وَبَارَکَ لَھَا فِیْہِ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لڑکے کے لئے، لڑکی میں برکت دے اور ایسی لڑکی کے لئے، لڑکے میں برکت دے۔

(المعجم الاوسط الطبرانی۔ حدیث نمبر 2432)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خلافت کے آغاز پر ہی ایک خطبہ جمعہ میں اس بیان شدہ حدیث کی وضاحت میں احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"اس طرف توجہ دلا کر آئندہ نسلوں کے دیندار ہونے کے ظاہری سامان کی طرف اصل میں توجہ دلائی ہے۔ اپنے گھریلو ماحول کو پُر سکون بنانے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ اگر ماں نیک اور دیندار ہو گی تو عموماً اولاد بھی دیندار ہوتی ہے اور نیک اور دیندار اولاد سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے جو انسان کو سکون

پہنچا سکے۔ ایک مومن کے لئے معاشرے میں عزت کا باعث نیک اور دیندار اولاد ہی بن سکتی ہے۔ تو اس طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے۔ یہ شکایتیں اب بڑی عام ہونے لگ گئی ہیں کہ بچی نیک ہے، شریف ہے، بااخلاق ہے، پڑھی لکھی ہے، جماعتی کاموں میں حصہ بھی لیتی ہے، لیکن شکل ذرا کم ہے یا قد اس کا دیکھنے والوں کے معیار کے مطابق نہیں ہے۔ تو لوگ آتے ہیں، دیکھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اس بارے میں پہلے بھی ایک دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ شکل اور قد کاٹھ تو تصویر اور معلومات کے ذریعہ سے بھی پتہ لگ سکتا ہے۔ پھر گھر جا کر بچیوں کو دیکھنا اور ان کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان چیزوں کو نہ دیکھو، دینداری کو دیکھو۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی نسلوں کو سنبھالنا ہے تو دینداری دیکھا کرو۔ اگر بچیوں کی دینداری دیکھیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے وارث بھی بنیں گے اور اپنی نسل کو بھی دین پر چلتا ہوا دیکھنے والے ہوں گے۔

بعض لوگ تو رشتے کے وقت لڑکیوں کو اس طرح ٹٹول کر دیکھ رہے ہوتے ہیں جس طرح قربانی کے بکرے کو ٹٹولا جاتا ہے۔ شادی تو ایک معاہدہ ہے۔ ایک فریق کی قربانی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ دونوں فریقوں کی ایک دوسرے کی خاطر قربانی کا نام ہے۔ یہ ایسا بندھن ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا تو سامان زیست ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر اور کوئی سامان زیست نہیں ہے۔

(ابن ماجه ابواب النكاح۔باب افضل النساء)

پس ان لوگوں کے لئے جو ہر چیز کو دنیا کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ ان کو بھی یہ حدیث ذہن میں رکھنی چاہئے کہ نیک عورت سے بڑھ کر تمہارے لئے کوئی زندگی کا اور دنیاوی سامان نہیں ہے۔ نیک عورت تمہارے گھر کو بھی سنبھال کے رکھے گی اور تمہاری اولاد کی بھی اعلیٰ تربیت کرے گی۔ نتیجتاً تم دین و دنیا کی بھلائیاں حاصل کرنے والے ہو گے"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 932، 933)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ممبرات لجنہ کو براہ راست مخاطب ہو کر جلسہ سالانہ یوکے 2006ء میں فرمایا۔

"یہ بڑے سوچنے والی باتیں ہیں بعد میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بعد میں ایسے لوگ خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور خط لکھ کر مجھے بھی پریشان کرتے ہیں اس لئے ہمیشہ ایسے فیصلے جذبات کے بجائے دعا سے کرنے چاہئیں اور یہ ازدواجی رشتہ قائم کرنا تو ایسا معاملہ ہے جو بہت سوچ سمجھ کر اور دعا کر کے کرنا چاہئے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جب شادی کرنے لگو تو نہ دولت دیکھو نہ صورت دیکھو نہ خاندان دیکھو جو دیکھنے کی چیز ہے اور جس پر تمہیں غور کرنا چاہئے وہ دینداری ہے اسے دیکھو۔ پس اگر یہ معیار بن جائیں تو پھر دیکھیں کہ کس طرح ہمارا معاشرہ مکمل طور پر پاک لوگوں کا معاشرہ بن جاتا ہے۔ پس ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک احمدی بچی اور ایک احمدی عورت کا تقدس ہے اس کی حفاظت اس کا کام ہے کوئی ایسا کام نہ کریں جو دین سے دور لے جانے والا ہو۔ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے آپ کے تقدس پر حرف آتا ہو عورتوں کو کام کرنا ہے یہ منع نہیں ہے مثلاً نوکریاں کرنا۔ تعلیم حاصل کرنا منع نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا اگر ایسے کام کریں گی جس سے بدنتائج نکلتے ہوں تو وہ منع ہیں"

(خطاب مستورات جلسہ سالانہ یوکے 2006ء)

پیاری بہنو! کفو کے لفظی معانی ہم پلہ اور برابر ہونے کے ہیں۔ کفو میں مذہب، دینداری اور معاشرتی و خاندانی یکسانیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ نسب، پیشہ، تعلیم اور عمر و صحت کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے تو اس میں برکت ہے۔ تا فریقین کی ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور موافقت پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر حسب مراد رشتہ ملے تو اپنی کفو میں کرنا بہ نسبت غیر کفو کے بہتر ہے لیکن یہ امر ایسا نہیں کہ بطور فرض کے ہو۔ ہر ایک شخص ایسے معاملات میں اپنی مصلحت اور اپنی اولاد کی بہتری کو خوب سمجھ سکتا ہے۔ اگر کفو میں وہ کسی کو اس لائق نہیں دیکھتا تو دوسری جگہ دینے میں حرج نہیں اور ایسے شخص کو مجبور کرنا کہ وہ بہر حال اپنی کفو میں اپنی لڑکی دیوے، جائز نہیں ہے"

(بدر 11 اپریل 1907ء)

سامعات! جہاں تک ایک دوسرے کو دیکھنے کی اسلامی تعلیم کا تعلق ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ایک روایت میں آتا ہے حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک جگہ منگنی کا پیغام دیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس لڑکی کو دیکھ لو کیونکہ اس طرح دیکھنے سے تمہارے اور اس کے درمیان موافقت اور الفت کا امکان زیادہ ہے۔

(ترمذی کتاب النکاح۔ باب فی النظر الی المخطوبۃ)

اس اجازت کو بھی آج کل کے معاشرے میں بعض لوگوں نے غلط سمجھ لیا ہے۔ اور یہ مطلب لے لیا ہے کہ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے ہر وقت علیحدہ بیٹھے رہیں، علیحدہ سیریں کرتے رہیں۔ دوسرے شہروں میں چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں، گھروں میں بھی گھنٹوں علیحدہ بیٹھے رہیں تو یہ چیز بھی غلط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آمنے سامنے آکر شکل دیکھ کر ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ بعض حرکات کا باتیں کرتے ہوئے پتہ لگ جاتا ہے۔ پھر آجکل کے زمانے میں گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی بہت سی حرکات وعادات ظاہر ہو جاتی ہیں اور اگر کوئی بات ناپسندیدہ لگے تو بہتر ہے کہ پہلے پتہ لگ جائے اور بعد میں جھگڑے نہ ہوں اور اگر اچھی باتیں ہیں تو موافقت اور الفت اس رشتے کے ساتھ اور بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یار شتے کے پیغام کے ساتھ۔ تو ایک تعلق شادی سے پہلے ہو جائے گا... بعض لوگ دوسری طرف بھی انتہا کو چلے گئے ہیں ان کو یہ بھی برداشت نہیں کہ لڑکا لڑکی شادی سے پہلے یا پیغام کے وقت ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ بھی سکیں اس کو غیرت کا نام دیا جاتا ہے۔ تو اسلام کی تعلیم ایک سموئی ہوئی تعلیم ہے۔ نہ افراط نہ تفریط۔ نہ ایک انتہا نہ دوسری انتہا۔ اور اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ اسی سے معاشرہ امن میں رہے گا اور معاشرے سے فساد دور ہو گا"

(خطبہ جمعہ 24 دسمبر 2004ء)

پیاری بہنو! رشتہ کی تلاش میں ایک اور بنیادی بات جو ہمیشہ ہمارے مد نظر رہنی چاہئے وہ دعا ہے۔ جس کا ذکر ہمارے پیارے حضور نے اوپر والے ارشاد میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مناسب رشتہ کے ملنے کے لئے قرآن کریم میں درج ذیل دعا سکھلائی ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

کہ اے ہمارے رب !ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے رشتہ کے لئے دعاؤں اور استخارہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ہم انجام سے بے خبر ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔ اس لئے اوّل خوب استخارہ کرو اور خدا سے مدد چاہو۔"

(خطباتِ نور صفحہ 478 خطبہ فرمودہ 26۔اگست 1910ء)

ماں دوران حمل اور وضع حمل کے بعد جب اس دعا کا ورد کرتی ہے تو اس دعا کی تاثیر ماں کے دودھ کے ذریعہ بچے میں سرایت کرتی ہے اور بچہ جب بولنے لگتا ہے اور اسے کچھ شعور حاصل ہونے لگے ہے تو ماں بچے کو یہ دعا دہرائے۔ ہمیں یاد ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں بچپن میں ہی یہ سبق دیا کرتے تھے کہ نیک، صالح ساتھی کے لئے دعا کرتے رہیں۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ نے اپنے بچوں کو جو نصیحتیں فرمائیں ان میں سے پہلی نصیحت یہ تھی کہ بچیوں کو بچپن سے یہ دعا کرنی سکھائی (جائے) کہ اللہ میاں! میرا نصیب اچھا کرے۔

(سیرت و سوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگمؓ صفحہ 167)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس حوالہ سے یوں نصیحت فرمائی۔

"رشتہ خواہ بیٹی کا پیشِ نظر ہو یا بیٹے کا یا کسی اور عزیز کا، ہر صورت میں ماں باپ کی یہ پہلی اور بنیادی ذمّہ داری ہے کہ رشتہ کے مسئلہ کا انتہائی عاجزانہ دعا کے ساتھ آغاز کریں۔ دعاؤں کو رشتہ میں بہت اہمیت ہے اور دعاؤں کا اثر اولاد پر بہت دور تک پڑتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک نمونہ کو دیکھیں کہ آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بہت پہلے ہزاروں سال پہلے سے دعا کی ہوئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو جو تھے وہ بہر حال اللہ کی تقدیر میں بننا ہی تھا لیکن ان دعاؤں کا بھی

ضرور دخل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کا یہ احسان کبھی بھی نہیں بھلایا اور اپنے اوپر درود میں حضرت ابراہیمؑ پر درود بھی لازم کر دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کیلئے شادی سے پہلے سے دعائیں کی ہوئی تھیں۔ تو دعاؤں میں ضرور اپنی اولاد کو یاد رکھا کریں اور اس کے نتیجہ میں جو رشتے بھی ان کے ہوں گے وہ بھی اللہ کے فضل سے اچھے ہوں گے"

(خطبہ جمعہ 2 مارچ 2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک اور اہم ارشاد پیش ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

" پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی بچیاں جن کے متعلق یہ شکایت ہے کہ قد چھوٹا ہے یا شکل خراب ہے تو پہلے کیوں نہیں ان کے متعلق پتہ کرتے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ پتہ نہ لگے کہ کسی لڑکی کی شکل کیسی ہے یا قد کتنا ہے۔ یہ سارے کوائف رشتہ ناطہ کے جو رجسٹرز ہیں ان میں بھی درج ہوتے ہیں اور دوسروں سے خاموشی سے پتہ کیا جاسکتا ہے بجائے اس کے کہ کسی لڑکی کے والدین سے یا لڑکی سے کچھ بات کی جائے۔ پہلے اچھی طرح پتہ کر لیں پھر اگر نیت ہو تو ان کے پاس جائیں ورنہ نہ جائیں۔ اس سے تو بے چاری بچیوں کی بہت دل آزاری ہوتی ہے اور مجھے کثرت سے ایسی بچیاں شکایتوں کے خط لکھتی ہیں۔

بعض لڑکی دیکھنے آتے ہیں اور مکان دیکھ کر چلے جاتے ہیں یعنی لڑکی اچھی بھی ہوتی ہے، ضروری نہیں کہ اس کا قد چھوٹا ہو یا بدصورت ہو، اچھی خوبصورت لڑکیوں کے بھی وہ شوق سے رشتے لینے جاتے ہیں اور تبصرہ لڑکی پر نہیں بلکہ مکان پر ہو رہا ہوتا ہے کہ اچھا آپ کا مکان اتنا سا ہے۔ ایسی بداخلاقیاں جماعت میں رواج نہیں پکڑنی چاہئیں۔ بعض لوگوں کی اپنی بہو بیٹیاں بھی ہوتی ہیں ان کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ ان کے ساتھ اگر کوئی یہ سلوک کرے گا تو ان کو کیسا محسوس ہو گا۔

بعض لڑکے جہیز اور جائیداد کے لالچی ہوتے ہیں پھر بعض توفیق سے بڑھ کر مہر باندھتے ہیں۔ مہر کے متعلق تو میں بیان کر چکا ہوں لیکن جہیز اور جائیداد کی لالچ میں جو لڑکے شادی کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق میں بتا دیتا ہوں کہ جماعت کو ہرگز ان کی مدد نہیں کرنی چاہئے۔ ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے اور کہنا چاہئے تم

جاؤ جہاں چاہو بھاگے پھرو جماعت تمہارے ساتھ مدد کا کوئی سلوک نہیں کرے گی۔ اگر تمہیں اپنی مرضی کی جائیداد چاہئے تو جہاں مرضی کرلو۔ احمدی لڑکیوں کو بیچاریوں کو کیوں خراب کیا جائے۔

بعض کہتے ہیں لڑکی خوبصورت ہو اور لمبی ہو اور سمارٹ ہو اور اپنی صورت کبھی آئینہ میں نہیں دیکھتے۔ بعض کے قد ٹھگنے ہوتے ہیں اور خود سمارٹ نہیں ہوتے لیکن لڑکی ایسی چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی شیشہ بھی دیکھ لیا کریں اور یاد رکھیں کہ بعض دفعہ لڑکی بدصورت بھی ہو اگر خاوند خوش اخلاق ہو سیرت کی قدر کرنے والا ہو تو میرے علم میں ایسے رشتے ہیں کہ خاوند بیوی کے حسنِ خلق پر جان نچھاور کرتے ہیں اور بہت ہی عمدگی کے ساتھ ان کا نباہ ہوتا ہے۔ پس شکل وصورت کو غیر معمولی اہمیت دینا آپ کیلئے نقصان دہ ہے۔ میں آپ کے فائدہ کی بات کر رہا ہوں اگر اچھی شکل مل جائے تو بہت بہتر ہے لیکن اگر نہ ملے تو حسن خلق اور دین کو بہر حال ترجیح دینی چاہئے۔ ورنہ بعض اوقات تو لڑکیاں پھر انتظار میں بیٹھی رہتی ہیں کہ ماں باپ اچھا رشتہ تلاش کر رہے ہیں۔ ان کا معیار اور ہے اور اس معیار کے رشتے ملتے نہیں ان کو یہاں تک کہ پڑی پڑی گھروں میں بوڑھیاں ہو جاتی ہیں"

(خطبہ جمعہ 2 مارچ 2002ء)

پیاری بہنو! رشتہ کی تلاش، خاندان میں عمارت کی تعمیر کے مترادف ہے عمارت کی بنیاد رکھتے وقت بنیادی اینٹ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ مستری، بنیادی اینٹ کو سیدھا رکھنے کے لئے ایک سوتر (رسی) کے ساتھ بہت کوشش کرتا ہے۔ وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس بنیادی اینٹ نے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا ہے۔ اس کے باوجود اس اینٹ کو سیدھا رکھنے کے لئے بہت تگ ودو کرتا ہے اور Dampproof کے اوپر ٹیڑھی میڑھی اینٹیں لگاتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ بنیادی اینٹ درست ہوگی تو اس پر قائم ہونے والی عمارت درست اور سیدھی رہے گی۔ کسی شاعر نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

رشتے اور شادیاں بھی در حقیقت خاندان میں نئی عمارت کی تعمیر یا عمارت میں extension کے مترادف ہے۔ اس لئے خاندانی عمارت کو سیدھا رکھنے اور اسے اسلامی تعلیمات سے آراستہ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا چناؤ درست ہو اور انتخاب میں خوبصورتی کو مطمع نظر رکھنے کی بجائے اخلاق و کردار، دینداری اور پرہیز گاری کو ملحوظ رکھیں۔ تا آئندہ نسل بھی نیک، صالح ہو اور اسلام و دین کا نام بلند کرنے والی ہو۔

اس سلسلہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتباہ یاد رکھنا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اگر تم نے (انتخاب میں دین، تقویٰ اور اخلاق کو) مد نظر نہ رکھا تو زمین میں بہت بڑا فساد پیدا ہو جائے گا۔"

(جامع ترمذی کتاب النکاح)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رشتہ ناطہ میں تقویٰ کو مد نظر رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 46)

سامعات! آج امت جن مشکلات سے دوچار ہے اور آئے دن ہر ملک، ہر شہر و قصبہ میں جو ہنگامہ آرائی مسلمانوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس کی بڑی وجہ اس قرآنی اصول و تعلیم سے دوری ہے۔ جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ آج امت کی یہ حالت ہے کہ وہ رشتہ کرتے وقت عورت کے اخلاق نہیں دیکھتے بلکہ مال و دولت، حسب و نسب یا خوبصورتی دیکھتے ہیں۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہی نکلے گا جس کا امت کو آج سامنا ہے۔ ہمیں اپنے ماحول کی تربیت اس رنگ میں کرنی ہے کہ بلا ضرورت اور بغیر مکمل کوائف کے کسی کے رشتہ دیکھنے نہ جائیں۔ کسی کے گھر جانے سے قبل اپنے کوائف بھی بھجوانا یا فون پر دینا زیادہ مناسب ہو گا۔ اگر ان کو بھی اتفاق ہو تو وقت لے کر بچی کے گھر جایا جائے۔ جس طرح ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بچی کو کوئی دیکھ کر چلا جائے اور کوئی جواب نہ دے۔ اسی طرح دوسری بچیاں بھی ہماری ہی بچیاں ہیں۔ ان کے جذبات کا بھی خیال رکھیں۔ اس ناطہ سے ہم ممبرات لجنہ کی یہ اولین ذمّہ داری بنتی ہے کہ حضور انور کا دایاں ہاتھ اور سلطان نصیر بن کر ایسی کمزوریوں سے معاشرے کو نجات دلائیں۔

✿✿✿✿

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔24﴾

بدرسوم کے خلاف جہاد اور لجنہ کی ذمّہ داری

ہم نے خدا کے واسطے خود کو ہے بھلایا
ہم نے مسیح وقت کے سمجھے ہیں اشارے
قربان کئے رشتے سبھی دین کی خاطر
بھائی ہو وہ بیٹا ہو وہ شوہر ہوں پیارے

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ بدرسوم کے خلاف جہاد اور لجنہ کی ذمّہ داری

جب بھی بدرسوم کے متعلق بات ہوتی ہے تو مجھے ایک احمدی باعلم اور صاحبِ قلم، شاعرہ و ادیب خاتون کی رسومات اور بدعات کے حوالے سے ایک مقولہ ”لوگ کیا کہیں گے؟“ یاد آنے لگتا ہے کہ اگر ہم یہ رسم بجانہ لائے تو لوگ کیا کہیں گے۔ معاشرے میں ہماری عزت دو کوڑی کی نہیں رہے گی۔ اپنی عزت بچاتے بچاتے اور صرف اپنی موم کی ناک اونچی رکھنے کے لئے ایسا کر جاتے ہیں۔

پھر ایک قبر کے کتبہ پر لکھا دیکھا کہ ”ساری زندگی اسی فکر میں گزر جاتی ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ آخر میں لوگ صرف اتنا ہی کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ“

دراصل کتبہ پر لکھے ان الفاظ میں انسان کی اصلیت اور آخری انجام بیان ہوا ہے۔ انسان کی تو اوقات ہی یہ ہے کہ وہ جب پیدا ہوا تو کپڑوں کے بغیر تھا اور وفات کے بعد بھی صرف اَن سلے دو کپڑوں میں واپسی کی راہ لیتا ہے، اس کا ساز و سامان، اس کا زر و دولت، اس کی جائیداد اور مال و متاع کسی کام نہیں آتا۔ ہاں اگر کام آئیں گے تو اس کے اعمال و اخلاق۔ اگر اچھے ہوئے تو جنت میں لے جائیں گے اور اگر بُرے ہوئے تو بغرض علاج جہنم کے ہسپتال میں داخل کر دیا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اصل بات یہ ہے کہ جبتک اللہ تعالےٰ کسی کی آنکھ نہ کھولے آنکھ کُھلتی نہیں۔ ان لوگوں نے دین صرف چند رُسوم کا نام سمجھ رکھا ہے حالانکہ دین رُسوم کا نام نہیں ہے۔ ایک زمانہ وہ ہوتا ہے جبکہ یہ باتیں محض رسم اور عادت کے طور پر سمجھی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اسی قسم کے ہو رہے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن کو نماز اور روزہ سکھایا گیا تھا ان کا اَور مذاق تھا وہ حقیقت کو لیتے تھے اور اسی لئے جلد مستفیض ہوتے تھے۔ پھر مدت کے بعد وہی نماز اور روزہ جو اعلیٰ درجہ کی طہارت اور خدا رسی کا ذریعہ تھا ایک رسم اور عادت سمجھا گیا۔ پس اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان اصل امر دین کو جو مغز ہے تلاش کرے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 448-449 ایڈیشن 1984ء)

پھر آپ رسومات بجالانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (پ 16 رکوع 3) عمل صالح سے یہاں یہ مراد ہے کہ اس میں کسی قسم کی بدی کی آمیزش نہ ہو۔ صلاحیت ہی صلاحیت ہو۔ نہ عُجب ہو۔ نہ کبر ہو۔ نہ نخوت ہو۔ نہ تکبر ہو۔ نہ نفسانی اغراض کا حصّہ ہو۔ نہ رو بخلق ہو۔ حتّٰی کہ دوزخ اور بہشت کی خواہش بھی نہ ہو۔ صرف خدا تعالےٰ کی محبت سے وہ عمل صادر ہو۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 107 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضور علیہ السلام رسومات بجالانے والوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رسومات کی بجاآوری میں آنحضرت ﷺ کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے اور وہ اس طرح سے کہ گویا آنحضرت ﷺ کے کلام کو کافی نہیں سمجھا جاتا اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 316)

پس ہمیں روز مرّہ زندگی گزارنے کے لئے اسلامی تعلیم کے مطابق عمل بجالانے کی ضرورت ہے۔ یہ خیال ذہن میں ہر گز نہ آئے کہ اگر یہ رسم نہ کی تو لوگ کیا کہیں گے؟

پیاری بہنو! آئیں! دیکھیں کہ بدعت اور رسم ہے کیا؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة

(مسلم کتاب الجمع)

کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریق محمدؐ کا طریق ہے۔ بدترین فعل دین میں نئی نئی بدعات کو پیدا کرنا ہے۔ ہر بدعت گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بعض خطبات نبویؐ میں ملتے ہیں جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ

إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَإِنَّ أَفْضَلَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَّشَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

(نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین و احمد مسند جابر بن عبداللہ)

کہ بے شک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے افضل سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق ہے اور سب سے بری بات نئی چیزیں ایجاد کرنا ہے۔ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر گمراہی آگ میں (لے جاتی) ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت میں آخری زمانہ میں بدعات کے پھیل جانے کا ذکر کر کے امت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ کہ تم ان نازک حالات میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا۔ اسے پکڑ لینا۔ دانتوں سے مضبوط گرفت میں کر لینا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احمدیت میں داخلے کے لئے جو 10 شرائط مقرر فرمائیں۔ ان میں سے تیسری شرط یوں ہے۔

"یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن کریم کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسولؐ کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔"

پیاری بہنو! گو معاشرے میں مختلف شعبوں میں رسومات پائی جاتی ہیں۔ اس مختصر سے وقت میں ان تمام پر گفتگو مشکل ہے۔ وقت کی رعایت سے صرف شادی بیاہ کے حوالے سے چند ایک کا ذکر کروں گی۔

مہندی کی رسم معاشرہ میں شادی کی تقریب سے بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہے گویا شادی سے الگ ایک فنکشن ہے۔ جس کے لئے الگ دعوتی کارڈ "رسم حنا" کے نام پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ تقسیم کرنے والے خود اس کا نام "رسم" رکھ کر گویا اقرار کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ ایک "رسم" ہے جس کا اسلام کی تعلیم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"شادی کے موقع پر مہندی اور اس کے ساتھ متعلقہ جملہ رسوم جو رائج ہیں ہمارے نزدیک غیر اسلامی ہیں۔ ہماری جماعت کو اس سے بچنا چاہئے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا فی ذاتہٖ مہندی میں قباحت نہیں کہ بچی کی سہیلیاں اکٹھی ہوں اور خوشیاں منائیں لیکن اس کو رسم بنانا۔ دولہا کی طرف سے بارات بنا کر بطور وفد کے حاضر ہونا قباحتیں پیدا کرتا ہے جو سوسائٹی پر بوجھ ہے جس سے آگے لغویات کا آغاز ہوتا ہے۔

سامعات! آج کل ویڈیو کا زمانہ ہے اور اس ویڈیو کے ذریعہ بہت سی قباحتیں پھیلتی ہیں اور آغاز ہی اس قباحت سے ہوتا ہے کہ ایک غیر محرم فرد کو ویڈیو بنانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ پھر وہ ڈبنگ اور مکسنگ کے لئے اپنے سنٹر لے کر جاتا ہے تو وہاں اس کے دوست وغیرہ دیکھتے ہیں اور پھر کیسٹ جب تیار ہو کر گھروں میں آتی ہے وہاں کئی ایسے عزیز و اقارب غیر محرم نوجوان جن سے پردہ کرنے کا حکم ہے وہ ویڈیو دیکھتے ہیں اور یوں حیادار بچیوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس سلسلہ میں ایک دفعہ ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

"جو قباحتیں راہ پکڑ رہی ہیں۔ اُن میں بے پردگی کا عام رجحان ہے جو یقیناً احکام شریعت کی حدود کو پھلانگنے کے قریب ہو چکا ہے اور شادی والوں کی اس معاملہ میں بے حسی کو بھی ظاہر کرتا ہے"

بے پردگی کے حوالہ سے یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ نوجوان بچیاں (جو بالعموم پردہ کرتی ہیں) دولہا کے استقبال کے لئے اس پر پتیاں نچھاور کرنے کے لئے باہر سڑک پر آجاتی ہیں۔ یا فنکشن پر آنے جانے کے لئے اپنی گاڑی یا Conveyance تک خواتین آجاتی ہیں تو پردہ کا بالعموم خیال نہیں رکھا جاتا۔ اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

سامعات! تقریب رخصتی میں تلاوت، نظم اور دُعا ایک بہت اچھی اور پیاری عادت ہے۔ مگر جس بچی کو دُعا کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے یہ محفل سجائی جاتی ہے وہ بچی بالعموم بیوٹی پارلر سے واپس نہیں آئی ہوتی کہ دُعا ہو جاتی ہے۔ بچی کو دُعاؤں کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے بچی کی اس فنکشن میں موجودگی ضروری ہے اور جب بچی تیار ہو کر آئے تو اس کے پردے کا بھی مناسب انتظام ہونا چاہئے۔

سامعات! پھر شادی بیاہ کے موقع پر وقت کا ضیاع بے دریغ کیا جاتا ہے۔ آج کے دَور میں جماعت کا وقت بہت قیمتی وقت ہے بہت سے دوست احباب اپنے قیمتی وقت سے کچھ حصہ نکال کر حاضر ہوتے ہیں اور اگر آدھ گھنٹہ کی ہی تاخیر ہو تو عملاً وہ آدھ گھنٹہ کا ضیاع نہیں بلکہ اگر اس تقریب میں 50 افراد شامل ہیں تو احباب جماعت کے یہ 25 گھنٹے کا ضیاع ہے اور وہ اس کو مختلف جماعتی خدمات میں صرف کر سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو الہاماً فرمایا گیا تھا۔ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ کہ تو وہ بزرگ مسیح ہے کہ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اب..... بعض تو شادیاں کر رہے ہیں۔ بعض بطور مہمان مدعو ہوں گے۔ ہم سب کو ان مواقع پر اسلام کی تعلیم کو مدنظر رکھنا ہو گا اور رسومات سے دور رہ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر کے خدا تعالیٰ کا محبوب بندہ بنا جا سکتا ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ذریعہ اپنے انعامات کا ذکر اپنی معرکۃ آراء کتاب حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک قربانی مانگتا ہے۔ وہ قربانی کیا ہے یہی کہ ہم اپنی خواہشات اور جذبات کی گردن پر چھری پھیرتے ہوئے اپنی زندگیاں، رسومات اور تکلفات سے پاک ہو کر محض اپنے خالق کی خاطر گزارنے لگ جائیں۔ گمراہ کن تہذیب کو الوداع کہہ کر اپنے خالق کی خاطر گزارنے لگ جائیں۔ گمراہ کُن تہذیب کو الوداع کہہ کر اپنے آپ کو اس تہذیب کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کر لیں۔ جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ تہذیب ہے۔ اپنے جذبات دیرینہ خاندانی عادات اور برادری کی روایات کی قربانی کر کے ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائیں"

ایک نیا آسمان اور نئی زمین کے قیام کے لئے ہمارے بزرگوں اور آباء واجداد نے اپنے جذبات، خواہشات اور برادری کی روایات کی قربانی بھی کی۔ انہی قربانیوں سے متاثر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحانَ الَّذِیْ اَخْزَی الاَعادی

لیکن آج کے مادی دور میں آپس کے میل جول، دنیا کے ایک ویلج بن جانے، میڈیا کی آزادی، ٹی وی کے ان گنت چینلز، انٹرنیٹ اور رسائل و جرائد کی کثرت کی وجہ سے دیکھا دیکھی بعض حرکات و سکنات، محدثات ہماری زندگیوں کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ ان سے پرہیز چاہئے۔

پیاری بہنو! شادی بیاہ پر بے پردگی کا کچھ کر آئی ہوں۔ اس کا آغاز بیوٹی پارلرز سے ہوتا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اگر پردہ میں کسی حد تک نرمی بھی ہو جائے تو خیر ہے۔ اسی لئے بیوٹی پارلرز سے تیاری کے بعد فوٹو سیشن کروانا، اپنی گاڑی تک آنا اور پھر اُتر کر شادی ہال یا مارکی تک بے پردہ جانا یہ بے پردگی کے زمرہ میں آتا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات خواتین ناواقفیت میں شادی کے

مواقع پر بے پردہ ہو کر ہال، پنڈال یا مارکی سے باہر بلکہ سڑک پر آ کر باراتوں کا استقبال کر رہی ہوتی ہیں اور دولہے اور باراتی خواتین پر گل باشی بھی کرتی ہیں۔

پھر کھانا غیر مرد بیروں کے ذریعہ serve کروانا بھی بے پردگی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعد میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اپنے اپنے ہاں احمدی بچیاں فوٹو گرافی سیکھیں جو احمدی فنکشنز پر فوٹو گرافی کریں اور کھانا بھی احمدی بچیوں، عزیز و اقارب سے serve کروایا جائے۔ چنانچہ لندن میں جماعتی فنکشنز بالخصوص شادیوں پر احمدی بچیاں profession کے طور پر فوٹو گرافی کرتی ہیں۔ وہی ویڈیو گرافی کے بعد ڈبنگ اور مکسنگ کر کے ایک گلدستہ کی صورت میں البم یا ویڈیو بنا کر مہیا کرتی ہیں اور کھانا بھی احمدی بچیاں ہی serve کرتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اگر لندن میں ایسا ہو سکتا ہے تو پاکستان میں لاہور، اسلام آباد اور کراچی میں کیوں نہیں؟

سامعات! آج کے دور میں ایک نحوست ایشیائی ممالک میں ڈرون کی صورت میں ہمارے معاشرے پر لاگو کی جا رہی ہے۔ ایک تو ڈرون کا لفظ ذہن میں آتے ہی "خفیہ حملے" آتے ہیں۔ وہ باپردہ عورتوں کی خفیہ انداز میں فوٹو بنا کر لے جاتا ہے اور ہم بڑے فخریہ انداز میں اس امر کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں کہ شادی میں ڈرون بھی موجود تھا۔ یہ تمام چونچلے اپنی ناک بلند کرنے، خاندان کی کبریائی کے لئے کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا تو" پھر لوگ کیا کہیں گے؟"۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ کبریائی تو صرف زیبا ہے ربِّ غیور کو۔

ہم شادی بیاہ کے مواقع پر کیمروں کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ ہم اپنے اندر کے کیمرے پر بھی نظر رکھیں کہ کہیں وہ ہماری غلط، بُری اور غیر اسلامی حرکات کو تو ریکارڈ نہیں کر رہا جو ہماری عارفانہ خورو بین، اللہ تعالیٰ کے سامنے ان اعمال کو بڑا کر کے پیش کرے گا اور ہمارے پاس اس وقت کوئی جواب نہ ہو گا۔ اس وقت سے ڈرنا چاہئے اور ان معاملات میں اپنی اور اپنے اہل خانہ کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو

نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہئے..... سو آج ہم کھول کر بآواز کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں۔ اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 66-67 ایڈیشن 1989ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ کرے کہ ہم ہر قسم کے رسم و رواج بدعتوں اور بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے ہوں اور ہمیشہ اس زمانے کے حَکَم وعدل کی تعلیم کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ایسا عمل ہے جو تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور تمام برائیوں اور لغو رسم و رواج کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ تو اس کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہئے۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 700)

نیز فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم و رواج سے بچنے والے ہوں۔ دنیاوی ہوا و ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری کوئی بدبختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔"

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 40)

(کمپوزڈ: زکیہ فردوس کوآل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔79﴾

جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضاء نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دنیا میں
جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

پیاری بہنو اور بھائیو! آج مَیں نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ہے **"جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا"**

سب سے پہلے تو ہم ان الفاظ کے معنی جانتے ہیں۔ جادو، ٹونہ، ٹوٹکا کے معنی ہیں سحر، منتر، کوئی عجیب سی خلافِ عقل بات، شعبدہ بازہ وغیرہ۔

کوئی بھی ایسا فعل جس میں آپ خدا تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرائیں یا ایسے کسی عمل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو نقصان پہنچائیں شرک کے زمرہ میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ نے شرک کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (النسآء:37) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کیونکہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:14) شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمام گناہ بخش دوں گا۔ لیکن شرک کا گناہ نہیں بخشوں گا۔ مگر افسوس کہ آج کا مسلمان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود چند ایسے لوگوں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو جاتا ہے جو جادو ٹونے کا سہارا لے خود بے شمار پیسہ بٹور کر لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اور ان کا خدا تعالیٰ سے یقین ختم کر کے جادو ٹونے جیسی لغویات کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ ٹونے ٹوٹکے میاں بیوی، ساس بہو اور دوسرے رشتہ داروں کے خلاف استعمال کیے جاتے ہیں بجائے اس کے خدا تعالیٰ سے اس کا رحم مانگیں،

استغفار کریں، اس کی مدد مانگیں کہ وہ ان کی پریشانیاں دور فرماوے وہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر الٹے سیدھے تعویذ، گنڈے اور غلط قسم کے سِفلی عمل کروانے لگتے ہیں اور اس میں اپنا روپیہ پیسہ اپنی رشتہ داریاں سب کچھ ختم کر لیتے ہیں۔ انگلینڈ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی اس قسم کے پیر فقیر اور تعویذ کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں اور ان کے باقاعدہ اشتہار ٹی وی پر بھی دکھائے جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں اسلام کے منافی ہیں اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف:158)

ترجمہ: جو اس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ **وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے** اور اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک اور موقع پر فرماتا ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس:107)

ترجمہ: اور **اللہ کے سوا اُسے نہ پکار جو نہ تجھے فائدہ دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے** اور اگر تُو نے ایسا کیا تو یقیناً تُو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

پھر فرمایا:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۣ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (البقرہ:103)

اور انہوں نے پیروی کی اس کی جو شیاطین سلیمان کے ملک کے خلاف پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ وہ شیاطین تھے جنہوں نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور (اس کے برعکس) بابل میں جو دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا (اس کا قصہ یہ ہے) وہ دونوں کسی کو بھی کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ (اُسے) یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش کے طور پر ہیں پس تُو کفر نہ کر۔ پس وہ لوگ ان دونوں سے ایسی بات سیکھتے تھے جس کے ذریعے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے اور اللہ کے اِذن کے سوا وہ اس ذریعہ سے کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں تھے۔ اور (اس کے برعکس جو لوگ شیاطین سے سیکھتے تھے) **وہ وہی باتیں سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچانے والی تھیں اور فائدہ نہیں پہنچاتی تھیں۔ حالانکہ وہ خوب جان چکے تھے کہ جس نے بھی یہ سودا کیا اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں رہے گا۔ پس بہت ہی برا تھا وہ (عارضی فائدہ) جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانیں بیچ دیں، کاش کہ وہ جانتے۔**

الحدیث

سامعین / سامعات! اگر ہم احادیث کی روشنی میں اس موضوع کو دیکھیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ دشمنی ہے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو مسلمان ہو کر جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے۔

(بخاری کتاب الدیات)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کون سی سات باتیں ہیں۔ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا حق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور اُن پر جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں اور اُن پر جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

بہنو اور بھائیو! بعض لوگ خاص طور پر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں گدی نشینوں، پیروں، فقیروں کے پاس جا کر یا قبروں پر جا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ بزرگ جن کی قبروں پہ جاتے ہیں ان کے بارہ میں ان کا خیال ہوتا ہے کہ یہ چونکہ بہت پہنچے ہوئے نیک بزرگ تھے اس لئے نعوذ باللہ یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہیں حالانکہ درحقیقت وہ بزرگ ساری زندگی وحدانیت کی تعلیم دیتے رہے مگر ان کے مزاروں پر جا کر شرک کیا جاتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ جو ہر قسم کے شرک ہیں ان سے بچو۔ اس لئے ہر احمدی کا یہ بھی فرض ہے کہ اس کے خلاف ہمیشہ جہاد کرتا رہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پیارے بھائیو اور معزز بہنو! اب آپ حاضرین / حاضرات کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات و فرمودات کی روشنی میں اِس مضمون کی اہمیت اُجاگر کرتا / کرتی ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اپنی کچھ حاجات تحریری طور پر پیش کیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھ کر فرمایا کہ "اچھا! دعا کریں گے" اس پر وہ شخص بولا کہ حضور! کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟

فرمایا:

"تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 505)

سامعین / سامعات! بعض لوگ مختلف وظائف کی طرف بہت دھیان دیتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وظیفوں کے ہم قائل نہیں۔ یہ سب جنتر منتر ہیں جو ہمارے ملک میں جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ البتہ دعا کرنی چاہیے خواہ اپنی زبان میں ہی ہو۔ سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہو ایسا کہ وہ قادر الحیّ القیوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہو گی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 323)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"شریعت تو اسی بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسے لے لے اور جس بات سے منع کیا ہے اس سے ہٹے۔ اب اِس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں اِن کو مساجد بنایا ہوا ہے۔ عرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاج نبوت ہے نہ طریق سنت ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 129)

ارشادات خلفائے کرام

رسم ورواج یا بدعات انسان کو اللہ کا باغی بنا دیتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اِس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"انسان میں ایک مرض ہے جس میں یہ ہمیشہ اللہ کا باغی بن جاتا ہے اور اللہ کے رسول اور نبیوں اور اس کے اولوالعزموں اور وَلیوں اور صدیقوں کو جھٹلاتا ہے۔ وہ مرض عادت، رسم ورواج اور دم نقد ضرورت یا کوئی خیالی ضرورت ہے۔ یہ چار چیزیں میں نے دیکھا ہے، چاہے کتنی نصیحتیں کرو جب وہ اپنی عادت کے خلاف کوئی بات دیکھے گا یا رسم کے خلاف یا ضرورت کے خلاف تو اس سے بچنے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر تلاش کرے گا۔"

(خطبات نور صفحہ 650)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

"اسی طرح عورتیں ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو کچا تاگا باندھتی ہیں کہ صحت ہو جائے حالانکہ جس کو ایک چھوٹا بچہ بھی توڑ کر پھینک سکتا ہے، تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں اور کئی قسم کی بدعتیں اور بُرے خیالات پائے جاتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور جن سے سوائے اِس کے کہ اِن کی جہالت اور نادانی ثابت ہو اور کچھ نہیں ہوتا۔ پس خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ ٹونے ٹوٹکے، تعویذ گنڈے، منتر جنتر، سب فریب اور دھوکے ہیں جو پیسے کمانے کے لیے کسی نے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب لغو اور جھوٹی باتیں ہیں ان کو ترک کرو۔ ایسا کرنے والوں سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ "

(الازھار لذوات الخمار جلد اوّل صفحہ 43)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"مختصراً میں بڑی تاکید کے ساتھ آپ میں سے ہر ایک کو کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تعلیمی لحاظ سے قرآن کریم کے اِس اعلان کے ذریعہ اِن رسوم کو یک قلم مٹا دیا ہے آپ اپنے گھروں سے اور اپنی زندگیوں سے اِن رسومات کو اور بدعات کو یکسر اور یک قلم مٹا دیں اور دنیا اور دنیاداروں کی پرواہ نہ کریں اور اپنے رب کی رضا کی پرواہ کریں۔"

(المصابیح صفحہ 32)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعویذ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا:

"تعویذ گنڈہ وغیرہ کو دستورِ زندگی بنالینا حد سے زیادہ جہالت ہے اور تمام دینی معاشرہ کی روح اس سے تباہ ہو جائے گی۔ اصل دعا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تیرہ سو سال کی جو رسوم کے خلاف ایک عظیم جہاد فرمایا اور دین حق کو اس کی اصل صورت پہ بحال کرنے کے لئے بہت بڑی جدوجہد فرمائی ہے۔ یہی دراصل حقیقی مجددیت ہے۔ اسی کا نام مہدویت ہے اور اس کے نتیجہ میں اب جماعت جو ابھر کر اور نکھر کر دنیا کے سامنے آئی ہے اس کا مرکزی نقطہ دعا ہے۔ اِس کی ساری زندگی، اِس کے تمام اعمال اور تمام کامیابیاں، اِس کی تمام کاوشیں، اِس کے غم و فکر کے علاج دعا میں ہیں اور دعا کو چھوڑ کر تعویذ گنڈوں کی طرف جانا حد سے زیادہ جہالت ہے۔ یہ تاریک زمانے کی پیداوار باتیں ہیں اور ایسی قوموں کو دعا سے ہٹا کر جادو منتر وغیرہ کی

طرف منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کی اجازت دی، یہ ایک بالکل الگ بات ہے۔ تعویذ گنڈے کا معاشرہ پیدا کرنا بالکل الگ بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہرگز کوئی معاشرہ نہیں تھا۔ دعا ہی کا معاشرہ تھا اور جس دم کی بات کرتے ہیں اس میں سورۃ فاتحہ بطور دعا استعمال ہوتی ہے اور وہ اب بھی اسی طرح جائز ہے فاتحہ کو دعا کے طور پر آپ چاہے پانی پر پڑھ کے دم کریں اور نفسیاتی لحاظ سے اس کو برکت کے لئے دے دیں۔ اس حد تک تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن تعویذ گنڈے کی جو یہ بات کر رہی ہیں یا کر رہے ہیں جو بھی ہے لکھنے والا، یہ تو بہت خطرناک بے ہودہ رسم ہے جو روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جانے والی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کے مقاصد کے بالکل برعکس تحریک ہے، بالکل برعکس جماعت کا رُخ موڑنے والی بات ہے۔"

(مجلس عرفان 4 نومبر 1994ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ گنڈے لینے سے بچیں..... آپ کو اکثر ایسی مثالیں نظر آئیں گی کہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ لئے جاتے ہیں۔ کسی نے بہو کے خلاف لینا ہے، کسی نے ساس کے خلاف، کسی نے ہمسائی کے خلاف تعویذ لینا ہے، کسی نے خاوند کے حق میں تعویذ لینا ہے بے تحاشہ بدرسمیں پیدا ہو چکی ہیں یہ سب عورتوں کی بیماریاں ہیں یہ شرک کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتی ہیں .....اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ سمجھنا نماز اور دعا کی طرف توجہ نہ ہونا۔ فکر ہے تو پیروں فقیروں کے ہاں حاضریاں دینے کی..... یہ سب لغویات ہیں بلکہ شرک ہے یہ تعویذ گنڈے کرنے والی جو عورتیں ہیں اگر آپ ان کے ساتھ رہ کر ان کا جائزہ لیں تو شاید وہ کبھی نماز نہ پڑھتی ہوں..... پھر ہمارے معاشرے میں یعنی جماعت کے باہر اس میں زندہ انسانوں کے علاوہ مُردہ پرستی بہت ہے..... پیروں فقیروں کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں مرادیں مانگتے ہیں اب ان قبروں کو بھی لوگوں نے شرک کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔"

(الازھار لذوات الخمار جلد 3 حصہ اول صفحہ 363-364)

پیاری بہنو اور بھائیو! الحمد اللہ ہم احمدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اس قسم کی بدعات کی مناہی کی ہے لیکن بعض دفعہ جب کوئی

جماعت ترقی کرتی ہے اور اس میں نئے نئے لوگ شامل ہوتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ اپنے علاقے، اپنی ثقافت اور اپنے خاندان میں جاری کئی بدعات اور رسومات اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں یا بعض دفعہ کچھ کمزور عقیدہ لوگ ایسی بدعات کو بغیر سوچے سمجھے اپنا لیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بعض لوگ پیروں فقیروں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ مجھے شکایتیں ملتی ہیں کہ غیروں کے زیرِ اثر بعض احمدی بھی پیروں سے، دوسروں سے، دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے اور اپنی دعاؤں کی طرف کم توجہ ہوتی ہے یا جادو ٹونے پر یقین ہوتا ہے اس لئے اُس کو تڑوانے کے لئے دوسروں کے پاس جاتے ہیں اور بعض دفعہ غیروں کے پاس بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں میں جہالت اس حد تک ہے اور اپنے عملوں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ یہ چیز انتہائی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ شکر ہے کہ چند ایک کے علاوہ شاید احمدیوں میں ایسے لوگ نہ ہوں ورنہ غیروں میں تو شرک کی انتہا ہوئی ہوئی ہے اور پھر یہ لوگ اپنے آپ کو مومن اور مسلمان بھی سمجھتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 اگست 2011ء)

پھر فرمایا:

"اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا۔ یعنی کوشش ہوگی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا۔ تو قناعت اور شکر پر زور دی۔ یہ شرط صرف احمدی کے لئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اپنے اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مد نظر رکھنا چاہئے۔"

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ 155)

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمد مختار ہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے شرک اور بدعات سے بچنے کی توفیق دے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین



﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔23﴾

سوشل میڈیا کا استعمال اور لجنہ کی ذمّہ داریاں

پیاری بہنو! آج مجھے **سوشل میڈیا کے استعمال اور لجنہ کی ذمّہ داریوں** پر گفتگو کرنی ہے۔

آج کے سائنس، انفارمیشن اور ٹیکنالوجی کے دور میں انسان نے دماغ کو استعمال میں لا کر اپنی سہولت اور آسائش کی خاطر ایسی ایجادات کر لی ہیں کہ ایک بٹن دبانے سے یہ تمام سہولتیں ایک باندی کی طرح ہاتھ باندھ کر انسان کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ جہاں ان سہولتوں نے انسان کے لئے زندگی کا سفر آسان کر دیا ہے وہاں ان کے غلط، بے جا اور ضرورت سے زیادہ استعمال نے انسان کی جسمانی اور روحانی صحت جیسے اخلاقیات پر تبر کا کام کیا ہے۔

ہم مثال کے طور پر الیکٹرانک مصنوعات کو پیش کر سکتے ہیں۔ جن کی ایجاد سے انسان کو بے پناہ سہولتیں ملی ہیں مگر وہ انسان کی مادی صحت کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور روحانیت کو تباہ کر رہی ہیں۔ ان میں سے ایک موبائل فون ہے۔ وائی فائی اور انٹرنیٹ ہے۔ گوگل اور فیس بک جیسے مہلک ہتھیار ہیں جو ایک انسان کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں ان سب کے مجموعے کو سوشل میڈیا کا نام دیا گیا ہے۔ ان تمام کی ایجاد نے پوری دنیا کو "گلوبل ویلیج" بنا دیا ہے۔ آپ اپنے کمرے میں بیٹھے پوری دنیا میں جہاں چاہیں، جب چاہیں، جس سے چاہیں فوراً اپنے عزیز و اقارب سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ دوسروں کی خیریت اور حال احوال دریافت کر سکتے ہیں اور اپنی خیریت سے مطلع بھی کر سکتے ہیں۔

اس مادی آرام اور سہولت کے ساتھ ساتھ اس ایجاد نے انسان کی ذہنی مصروفیات میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے موبائل سیٹ میں یا اُس کے فنکشنز اور اپنے دیگر Gadgets میں اس قدر گم ہوتا ہے کہ ساتھ بیٹھے آدمی کو وقت بھی نہیں دے پا رہا ہوتا۔ بلکہ آج کل ایک لطیفہ واٹس ایپ پر گردش کر رہا ہے کہ ایک آدمی اپنے موبائل میں گم پڑوسی کے گھر داخل ہو کر کھانا طلب کرتا ہے ادھر پڑوسن اپنے موبائل میں گم بغیر دیکھے اپنا خاوند سمجھتے ہوئے پوچھتی ہے کہ آپ دفتر سے جلدی آ گئے۔ ابھی یہ

دونوں میں مکالمہ چل رہا تھا کہ گھر کا اصل مالک اپنے موبائل پر چیٹنگ کرتا گھر میں داخل ہوتا اور اپنے پڑوسی کو گھر میں پا کر فوراً sorry بولتا اور یہ کہتا اپنے ہی گھر سے باہر چلا جاتا ہے کہ یہ تو پڑوسی کا گھر لگتا ہے۔

سامعات! الغرض یہ ہم لوگوں نے اس کو عادت ہی بنالیا ہے اور یہ ہمارے لوگوں میں اتنا رچ بس گیا ہے کہ جب بھی ہم گھر سے باہر جانے لگتے ہیں تو جس طرح مرد حضرات اپنے Wallets کو ساتھ رکھنا ضروری سمجھتے ہیں وہاں موبائل فون پر فوراً ہاتھ پڑتا ہے۔ خواتین باہر جانے کے لئے اپنے پرس کو جب پکڑتی ہیں تو فوراً موبائل کی طرف بھی دھیان جاتا ہے۔ اسی طرح طالب علم جب اسکول یا کالج جانے کے لئے کتب و کاپیاں اکٹھی کر رہا ہوتا ہے تو اپنے موبائل فون سیٹ کو بھی اپنی کتب کا حصہ سمجھتے ہوئے پہلے ان کو ساتھ رکھتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان اور موبائل کا ایک ایسا رشتہ قائم ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لیے جب وضو کر کے ٹوپی کو پکڑتا ہے تو ساتھ ہی موبائل کو جیب میں ڈالتا ہے اور بسا اوقات اُسے Silent کرنا بھی بھول جاتا ہے اور نماز کے دوران ہی جب وہ اس دنیا سے منقطع ہو کر اپنے خالق حقیقی کے دربار میں پہنچا ہوتا ہے موبائل بول اٹھتا ہے اور اگر نماز باجماعت ادا ہو رہی ہو تو اپنی نماز کے علاوہ دیگر نمازیوں کی نماز میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر نوجوانوں کو توجہ دلائی تھی کہ بیوت الذکر میں آتے وقت اپنے موبائل فون گھر چھوڑ کر آیا کریں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

”نمازوں کے دوران اپنے موبائل فون بند رکھیں۔ بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ فون۔ لے کر نمازوں پر آجاتے ہیں اور پھر جب گھنٹیاں بجنا شروع ہوتی ہیں تو بالکل توجہ بٹ جاتی ہے نماز سے۔“

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 195)

پیاری بہنو! آج وقت کی رعایت سے مَیں سوشل میڈیا میں سے موبائل فون کے ہی نقصانات اور فوائد پر روشنی ڈالوں گی۔ نقصانات میں سے پہلے جسمانی صحت کے حوالہ سے جو نقصان ہیں ان کا ذکر کروں گی۔ اخبارات، رسائل اور جرائد کا اگر مطالعہ کریں تو نئی تحقیق کے مطابق فون کے زیادہ استعمال سے اس کی

ریڈیائی شعاعیں کانوں پر بد اثرات ڈالتی ہیں۔ دل کے مریضوں کے لئے اس کا زیادہ استعمال مناسب نہیں اور یہ دماغی کینسر کا بھی موجب بنتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پیاری بہنو! موبائل فون سے جہاں تک شعاعیں (Rays) اور لہریں (Waves) نکلنے کا تعلق ہے یہ وہی شعاعیں ہیں جو مائیکرو ویو میں کھانا گرم کرتے وقت نکلتی ہیں اور یہ بات ثابت شدہ امر ہے کہ مائیکرو ویو کی شعاعوں کی وجہ سے اس برتن کو اس کی گرمائی کی وجہ سے ہاتھ نہیں لگتا جس میں کھانا گرم کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ موبائل فون سے نکلنے والی شعاعیں جسم کی حسیات کے درجہ حرارت کو بڑھا دیتی ہیں۔ انسان کے سر میں گرمی کے اثرات بڑھ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ خون کا دباؤ بھی بڑھنے لگتا ہے۔ چونکہ انسان کے سر کے بعض حصے باقی حصوں سے زیادہ حساس ہوتے ہیں اس لئے درجہ حرارت کے بڑھنے سے وہ زیادہ متاثر ہوتے ہیں جیسے Nerve Fiber وغیرہ۔ ایک تحقیق کے مطابق پانچ منٹ سے زائد لگاتار فون استعمال کرنے سے انسانی خلیوں میں درجہ حرارت اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے سر درد، متلی، بے قاعدگی، ذہنی تناؤ، دل کا دھڑکنا، نظام انہضام کی خرابی کے ساتھ ساتھ یادداشت بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ نیز سر کی جلد پر جلن یا خارش بھی محسوس ہوتی ہے الغرض ذہنی دباؤ بڑھ جاتا ہے اور مختلف عوارض جنم لیتے ہیں۔

سامعات! موبائل فون سے نکلنے والی تیز شعاعیں جہاں جسم کے دوسرے حصوں پر اثر انداز ہو رہی ہوتی ہیں وہاں حس سماعت بھی متاثر ہوتی ہے۔ جو لوگ موسیقی کو جنون کی حد تک پسند کرتے ہیں یا واک مین کے ذریعہ موسیقی کثرت سے سنتے ہیں ان کی حس سماعت متاثر ہونے کے مواقع بڑھ جاتے ہیں ایسے افراد جن کا ٹاک ٹائم کم ہو وہ ان بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ موبائل کی شعاعیں موبائل کی ساخت پر منحصر ہیں موبائل جتنے زیادہ فنکشنز والا یا پیچیدہ ساخت کا ہو گا اتنی ہی زیادہ شعاعیں اس میں سے خارج ہوں گی۔ کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا موبائل فون پر گفتگو کا دورانیہ دن بھر میں آٹھ گھنٹوں سے زائد ہو وہ جلد ہی اس کے مضر اثرات کا شکار ہونے لگتے ہیں اور موبائل فون کے سبب سے ہونے والے سرطان کی شرح پانچ فیصد سے زائد ہے۔ برطانوی ریسرچ کے مطابق 10 سال تک انسان کے قویٰ فون کا کثرت سے استعمال برداشت کر جاتے ہیں مگر اس کے بعد فون کا دیر تک استعمال بیماری کے خطرے کو بڑھا دیتا ہے اور بہرہ پن کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں یا ایک کان میں شور سنائی دینے لگتا ہے۔

یہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ موبائل فون کی شعاعیں انسانی خلیوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور چونکہ دماغ کا کچھ حصہ موبائل فون کی مائیکرو ویو شعاعوں کے براہ۔ راست سامنے ہوتا ہے اس لئے اس حصہ کے متاثر ہونے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ سویڈش ریسرچرز نے اس امر کا تجربہ چوہوں پر کیا ہے اور دو گھنٹے تک ان کو جب مائیکرو ویو شعاعوں میں رکھا گیا تو ان کے دماغ کے ان خلیوں میں توڑ پھوڑ کا عمل دیکھا گیا جو یادداشت سیکھنے کے عمل اور نقل و حرکت سے تعلق رکھتے ہیں۔

سامعات! ایک تحقیق کے مطابق موبائل فون کے استعمال سے بلڈ پریشر کا بھی بڑھ جانے کا احتمال رہتا ہے اور اگر آدھ گھنٹہ سے زائد موبائل فون کا استعمال کیا جائے تو الیکٹرو میگنیٹنگ فیلڈ موبائل فون سے پیدا ہوتی ہیں جس کی وجہ سے بلڈ پریشر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ اضافہ کسی شخص کو سٹروک یا دل کے حملے کے لئے بھی کافی ہوتا ہے۔

بلڈ پریشر کے بڑھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ موبائل کی موجودگی میں انسان کو سکون میسر نہیں۔ باوجود اکیلا اور تنہا ہونے کے کسی وقت اس کے سیٹ سے آواز آنے لگے تو اسے اس کا جواب دینا پڑتا ہے چاہے رات ہی کا وقت کیوں نہ ہو اور یوں اس کی نیند پوری نہیں ہو پاتی اور یہ بے آرامی جسم میں تناؤ کا باعث بنتی ہے جو بلڈ پریشر کے بڑھنے پر منتج ہوتی ہے۔

پیاری بہنو! ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک مثبت اور ایک منفی یقیناً موبائل فون بھی اس قانون کی زد میں ہے اور لاتعداد فوائد کے باوجود یہ اپنے اندر اس قدر بھیانک نقصانات لئے ہوئے ہے کہ الامان والحفیظ۔

اس کے نقصانات کا ایک اہم پہلو اخلاقی قدروں کا بڑی تیزی سے گرنا بھی ہے۔ اس کے ذریعہ ایک طرف دنیا "گلوبل ویلج" بن گئی ہے اور دُور بیٹھے، رشتہ۔ داروں کی دُوریوں کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ مگر دوسری طرف انسان آدم بیزار سا ہو کر رہ گیا ہے۔ گھر میں بیٹھا انسان بالخصوص نوجوان اپنے موبائل سیٹ سے کھیلتا رہے گا۔ SMS یا WhatsApp میسج بھیجنے میں مصروف نظر آئے گا اور گھر میں بسنے والے دیگر افراد سے بات کرنا گوارا نہ کرے گا۔ اگر ماں کوئی کام کہہ دے تو بوجھل دل کے ساتھ کرنے کے لئے قدم آگے بڑھائے گا اور یوں معاشرہ عدم۔ اطاعت، عدم تعاون اور عدم مودت کا شکار بھی ہو رہا ہے۔

معزز سامعات! ہمارے معاشرے میں یہ رواج راہ پا گیا ہے کہ والدین محض اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنے اسٹیٹس کا اظہار کرنے کے لئے اپنے teenage بچوں اور بچیوں کو موبائل سیٹ خرید دیتے ہیں اور بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ امیر لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو کھلونوں کی جگہ موبائل فون خرید کر دیتے ہیں۔ ذرا تصور کریں کہ وہ اپنے بچوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ جو فوائد کی جگہ نقصان پر منتج ہوتا ہے۔ بچوں کے مطالبے تو نا سمجھی کے باعث ہوتے ہیں والدین ان کو اس کا عادی نہ بنائیں کہ وہ ضد اور خود مختاری کو انتہا تک پہنچا دیں اور جب جوان ہوں تو والدین ان کے سامنے اُف تک نہ کر سکیں۔ اگر ہر کام، ہر قول، ہر فعل وقت کی مناسبت سے ہو اور حدود میں رہ کر کیا جائے تو یقیناً والدین اور اولاد دونوں کی سکون، باہمی محبت واحترام اور شفقت کے سایہ تلے پُر امن اور پُر وقار زندگیاں گزرتی ہیں لہٰذا والدین کو چاہئے کہ بچوں کو چھوٹی عمر میں موبائل سیٹ خرید کر دینے سے پرہیز کریں۔ بچہ اس عمر میں کچا ذہن رکھتا ہے اور کمپنیوں کے نت نئے سستے پیکجز دیکھ کر فوراً انہیں اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی پیکجز روحانی اور اخلاقی تباہی کا باعث بن رہے ہوتے ہیں۔

سامعات! یہاں مَیں یہ بھی بتاتی چلوں کہ چھوٹی عمر میں فون کا استعمال جسمانی صحت کے لئے بھی زیادہ نقصان دہ ہے چونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے اور توانائی کی تیز شعاعیں بڑھنے اور پھلنے پھولنے والے دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"آج کل یورپ میں موبائل فون پر SMS کا بڑا رواج ہے۔ خصوصاً تیرہ چودہ سال کی عمر کے ہر بچے نے فون ہاتھ میں رکھا ہوتا ہے اور ٹیکسٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ آہستہ آہستہ پھر یہ دوستیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں، اس سے بھی بچنے کی کوشش کریں۔ آہستہ آہستہ یہ چیزیں انسان کو لغویات کی طرف لے جاتی ہیں۔"

(مشعل راہ جلد 5 حصہ چہارم صفحہ 48)

SMS کے حوالے سے کمپنیاں آئے دن نئے اور سستے پیکج متعارف کرواتی رہتی ہیں اور جس کی وجہ سے خطوط کی جگہ میسجز (Messages) نے لے لی ہے اور اتنی کثرت سے SMS ہو رہے ہیں کہ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق کچھ سال پہلے پاکستانی عوام نے ایک ارب 20 کروڑ جیسی ایک خطیر رقم صرف SMS پر خرچ کر دی اور روز بروز یہ چیز بڑھ رہی ہے اور نوجوانوں نے اپنے دوستوں اور عزیزوں کے

موبائل فونز کی فہرست بنا رکھی ہے اور ایک میسج لکھ کر اپنے موبائل سیٹ کو ایک دفعہ میں تمام عزیز دوست جاننے والوں کے نام کمانڈ دے دیتے ہیں اور ایک ایک کر کے یہ پیغام تمام کو پہنچ رہا ہوتا ہے اور SMS کلچر کی بدولت غیر اخلاقی SMS کو فروغ ملا ہے جو نوجوانوں کے اخلاق کو بُری طرح سے تباہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ان کی عادتوں کو بُری طرح بگاڑ رہا ہے۔ جھوٹ، فریب کاری کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔ لڑکے لڑکیاں بن کر لڑکیوں کو میسجز کرنے لگے ہیں۔ نشے کی حد تک یہ بات نوجوانوں میں بڑھ رہی ہے۔ طالب علم جو کلاس روم میں بیٹھے لیکچر سننے کی بجائے میسجز بھجوانے میں مصروف ہوتے ہیں اور وقت کے ضیاع کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاق بھی تباہ ہو رہے ہیں۔ ایسی ہی بہت سی خرافات فیس بک اور واٹس ایپ پر بھی جاری ہیں۔

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ میں نوجوان بچیوں کو خطبہ کے دوران Message بھیجنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”گزشتہ جمعہ کی یہاں کی رپورٹ مجھے ملی کہ بعض بچیاں خطبے کے دوران اپنے اپنے موبائل پر یا تو ٹیکسٹ میسیجز (Text Messages) بھیج رہی تھیں اور یا باتیں کر رہی تھیں اور اس طرح دوسروں کا خطبہ جمعہ بھی خراب کر رہی تھیں جو وہ سن نہیں سکیں۔ یہی شکایت بعض چھوٹے بچوں کے بارے میں آتی ہے۔ آجکل ہر ایک کو ماں باپ نے موبائل پکڑا دیئے ہیں۔ حکم تو یہ ہے کہ اگر خطبہ کے دوران کوئی بات کرے اور اسے روکنا ہو تو ہاتھ کے اشارے سے روکو کیونکہ خطبہ بھی نماز کا حصہ ہے۔ یہ بظاہر چھوٹی باتیں ہیں لیکن بڑی اہمیت کی حامل ہیں اس لئے ان کا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر کسی نے اتنی ضروری پیغام رسانی کرنی ہے یا فون کرنا ہے کہ جمعہ کے تقدّس کا بھی احساس نہیں اور مسجد کے تقدّس کا بھی احساس نہیں تو پھر گھر بیٹھنا چاہئے۔ دوسروں کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہئے۔ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ مسجد آکر دوسروں کی نمازیں خراب کی جائیں۔“

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 150)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا:

”آج کل Text Message کا رواج چل نکلا ہے یہ بھی سوائے جاننے والوں کے کہیں نہیں ہونا چاہیے بعض اوقات سہیلیاں آگے نمبر دے دیتی ہیں اس لئے اس امر کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 7/جولائی تا 13/جولائی 2006ء صفحہ 10 کالم 2)

بعض ملکوں میں عموماً اور ایشیا کے ترقی پذیر ممالک میں خصوصاً Tweet اور Re-Tweet کرنے کا رواج زور پکڑ رہا ہے۔ غور کریں تو ان میں زیادہ تر غیر ضروری ٹویٹ ہوتے ہیں۔ لوگ بغیر سوچے سمجھے ان کو Re-Tweet کر دیتے ہیں۔ اس طرح نہ صرف وقت کا ضیاع ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اس ٹویٹ سے اختلاف رکھنے والے میدان میں اتر آتے ہیں اور ایک لایعنی بحث کا آغاز ہو جاتا ہے جس میں اکثر اخلاق، آداب گفتگو اور حیا کے پہلوؤں کو یکسر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ ایسی لغویات سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

قرآن کریم نے مومنین کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون:4) بھی فرمایا ہے کہ وہ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہیں۔

بعض لوگوں نے موبائل فون کا اچھا اور خوبصورت استعمال بھی کیا ہے۔ عیدین اور دیگر خوشی کے مواقع پر دعاؤں بھری مبارکبادیں ارسال کرتے ہیں۔ کسی کی وفات یا بیماری پر عیادت کر لیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ میں بعض نوجوانوں کو میں نے دیکھا ہے کہ حضرت صاحب کے خطبہ کو چند فقرات میں لکھ کر اپنے دوستوں کو بھجوا دیتے ہیں۔ کوئی قرآنی حکم بھجوایا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی اہم Event ہو تو اس کی اطلاع کر دیتے ہیں۔ یہ ایک اچھا خوشکن اقدام ہے اور یوں احباب جماعت میں کمیونیکیشن گیپ نہیں آتا اور ہر فرد جماعت رابطے میں رہتا ہے۔

آج کل کے موبائل سیٹس میں ایسے فنکشنز آگئے ہیں کہ میموری فنکشن اور ریکارڈنگ سسٹم کے ذریعہ قرآن مکمل باترجمہ Feed کیا جاسکتا ہے۔ صحاح ستہ کی تمام کتب اس میں ریکارڈ ہو سکتی ہیں نیز جماعت احمدیہ اور خلافت کے حوالہ سے نظموں کو محفوظ کر کے لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔ اپنے دفتر میں، دوران سفر آپ MTA سن اور دیکھ سکتے ہیں۔ اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ Live بھی سن سکتے ہیں۔ جماعتی اجلاسات و میٹنگ کی اطلاع SMS کے ذریعہ بھجوائی جاسکتی ہیں اور یوں جو اندیشے اور

خطرات موبائل فون کے ساتھ ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اپنے اس سیٹ کو خدا اور اس کے رسول کے تابع کر کے خطوات الشیاطین پر چلنے سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد بھی خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور شیطان کی حکومت کو دنیا سے مٹا کر ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنانا ہے۔

سامعات! ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کو قائم اور مستحکم کرنے کے لئے اپنی سمتوں کو درست کریں اور الیکٹرانک مصنوعات کے نقصانات اور ان کے منفی اثرات سے اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے بھرپور سعی کریں اور اپنے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمودات اور نصائح کو حرزِ جان بنائیں اور لغویات سے اپنے آپ کو دور رکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تربیتی مسائل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لجنہ کے پاس تو ایک آسانی ہے گھروں میں جاسکتی ہیں۔ ایک ایسی ٹیم بنائیں جو قابل اعتبار ممبرات پر مشتمل ہو بعض تربیتی مسائل اُٹھ رہے ہیں جن کا آپ لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ ایسی ٹیم یہ جائزہ بھی لے لے۔ Internet پر رابطے، فون پر رابطے، PCO وغیرہ یہ سب جگہیں ذہن میں ہونی چاہئیں۔ لڑکیاں ٹیوشن کے لئے اکیلی نہ جائیں۔ جہاں اکٹھے ٹیوشن سنٹر ہوں وہاں نہ جائیں۔ ایسے سنٹر اگر پتہ لگیں تو خدام الاحمدیہ اور صدر عمومی کے علم میں لا کر اصلاح کی کوشش کریں۔ برقعوں میں حد سے زیادہ فیشن کے رجحان کو بھی کم کریں۔"

پھر ایک اور مقام پر اس کے مضر پہلوؤں سے بچنے کی طرف یوں توجہ دلائی:

"علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔ یہ نہیں ہے کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کر مستقل باتیں کرتے رہیں۔ آجکل چیٹنگ (Chatting) جسے کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اس میں بھی پھر لوگوں پر الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، لوگوں کا مذاق بھی اڑایا جا رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 595)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سوشل میڈیا کے غلط اثرات سے محفوظ رکھے اور اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: زکیہ فردوس کوملؔ۔ برطانیہ)



﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔183﴾

شادی بیاہ کے موقع پر پردے کا معیار

سب چیزیں قدر و قیمت کی نسبت سے سنبھالی جاتی ہیں
پردہ عورت کی قید نہیں، تعزیر نہیں، زنجیر نہیں
عفت ہے، حیا ہے، نیکی ہے، جنت ہے، سکینت ہے عورت
عورت تو گھر کی زینت ہے بازاروں کی تشہیر نہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

(النور:31-32)

ترجمہ: (اے رسول) مؤمنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لیے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ، جو وہ کرتے ہیں اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے اور مؤمن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اس میں سے از خود ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے یا اپنے باپوں یا اپنے

خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں کے لیے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لیے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیرِ نگیں مردوں کے لیے یا مردوں میں ایسے خادموں کے لیے جو کوئی (جنسی) حاجت نہیں رکھتے یا ایسے بچوں کے لیے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں اور وہ اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ (لوگوں پر) وہ ظاہر کر دیا جائے جو (عورتیں عموماً) اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

معزز بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے: **شادی بیاہ کے موقع پر پردے کا معیار**

پیاری بہنو! خدائے بزرگ و برتر کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ کی اکثر و بیشتر خواتین پردہ کی فرضیت اور اہمیت کا بخوبی علم رکھتی ہیں اور اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے پردہ کی پابند رہنے کی قابلِ تقلید مثال پیش کرنے کی کوشش کرتی ہیں تاہم دَورِ حاضر میں مختلف مذہبی اور معاشرتی پسِ منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے آپس میں تیزی سے خلا ملا کی وجہ سے روایات و اقدار میں ٹوٹ پھوٹ اور تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ انسانی فطرت معاشرے کے دباؤ کو قبول کر کے زمانے کے بہاؤ کے رخ پر بہنے لگتی ہے۔ خاص طور پر خواتین جلدی اثر لیتی ہیں۔ پردے ہی کو لے لیں اگرچہ حِجاب کی پابندی کی اہمیت اور ضرورت کا علم ہے سالہا سال کی تربیت بھی ہے۔ بزرگوں کا نمونہ بھی نظر آتا ہے پھر بھی بعض مقامات پر روایتی بندھنوں کی پابندی مشکل معلوم ہونے لگتی ہے۔ مثلاً اعلیٰ تعلیم کے لئے مخلوط تعلیمی اداروں میں اور ایسی ملازمت کے دوران جہاں مرد عورت مل کر کام کرتے ہیں دن بھر کا ساتھ ہوتا ہے گروپ بنتے ہیں ٹرپ بھی ہوتے ہیں سارا وقت حِجاب سے رہنا مشکل لگتا ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ اور دوسری تقاریب میں بھی احتیاط کا دامن چھوٹا پڑ جاتا ہے اس کا کچھ اندازہ تو پاکستان میں رہتے ہوئے بھی تھا دوسرے ملکوں میں آ کر خود مشاہدہ کیا کہ جو خواتین اس ماحول میں اسلامی شِعار اور روایات کا لحاظ رکھتی ہیں وہ کتنی جدوجہد اور قربانی کرتی ہیں۔ کیا اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دے کر مشکل میں ڈالا ہے؟

معزز بہنو! اسلام کی تعلیم اتنی جامع و مانع ہے کہ اگر نیت درست ہو تو اس میں ہر مسئلہ کا شافی و کافی حل موجود ہے۔ قرآنی احکام کسی زمان و مکان کے لئے مختص نہیں ہیں کل عالم کے لئے اور ہر قسم کے حالات کے لئے قابل عمل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے انسانی فطرت بھی اس نے بنائی اور احکام بھی اسی ذات پاک کے بنائے ہوئے ہیں۔ صرف ہمارے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کی روشنی میں ایماندار عورت کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں انہیں ذہن میں حاضر کرنے کے لئے آپؑ کے متعدد ارشادات میں سے ایک چھوٹا سا اقتباس پیش کرتی ہوں جو دراصل عورت کی عزّت، وقار، تقدس اور حیا قائم رکھنے کے لئے ایک مکمل لائحۂ عمل ہے سارے احکام کی روح اور نچوڑ ہے فرماتے ہیں:

"ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مَردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُر شہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آجائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس سے پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔"

(رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ 100۔101 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 444)

معزز بہنو! اسلام کسی مخصوص اوڑھنی، دوپٹہ، کوٹ، چادر، عبا، برقع، نقاب، سکارف اور حجاب کا پابند نہیں کرتا۔ ایسے تمام رستے بند کرتا ہے جو ٹھوکر سے بچائیں۔ روح میں اُتر کر سوچیں بظاہر مشکل چند ہدایات پر عمل ہمیں کتنی مشکلات سے بچالیتا ہے۔ یہ عام ماحول کے لئے احکام ہیں لیکن جب ماحول میں بے راہ روی بڑھ جائے تو اپنے بچاؤ کے لئے ان پر زیادہ سختی سے عمل کی ضرورت ہے۔ ہم ہوا اور آندھی کی مثال لے سکتے ہیں۔ آجکل کا ماحول تیز آندھی کا ماحول ہے اس میں بچاؤ کے لئے زیادہ احتیاط اور پیش بندی کی ضرورت ہے۔

اس وقت شادی بیاہ کی تقریبات میں مناسب پردہ کا لحاظ رکھنے کے مطابق کی ضرورت پر کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے خلفائے کرام تواتر سے حکمت کے ساتھ دلائل دے دے کر اسباب اور نتائج کھول

کھول کر وضاحت سے بیان فرماتے ہیں۔ جزوی اور کلی طور پر ہر پہلو سمجھاتے ہیں ہمیں گڑھوں سے بچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جیسے ہمیں خطرہ کی طرف جانے سے کھینچ کھینچ کر روک رہے ہوں رہے ہوں۔ عورت کی عزت و احترام کے تحفظ کے لئے حجاب میں رہنا فی زمانہ پہلے سے کہیں زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔

عام حالات میں تو ہم حتی المقدور حجاب و حیا کا خیال رکھتے ہیں مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ خاص حالات میں خاص خیال رکھا جائے۔ پردہ کی اسلامی تعلیمات میں کسی جگہ بھی ایک فرض کی ادائیگی کی صورت میں دوسرے فرض کو پسِ پُشت ڈال دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ جس طرح روزہ رکھ کر نماز نہیں چھوڑی جاسکتی اسی طرح مقدس فریضہ جو شادی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے بجالاتے ہوئے پردہ کے حکم کو فراموش کر دینے کی گنجائش نہیں ہے۔ بے احتیاطی کے پیچھے کچھ عوامل کار فرما ہوتے ہیں بعض گھرانوں میں رشتہ میں مشکلات وغیرہ کے پیشِ نظر رشتہ داروں اور ملنے جلنے والوں سے بے تکلفی کے اظہار کے طور پر آزادانہ ملنے ملانے کی اجازت ہو جاتی ہے۔ اس طرح کچھ لوگ خود کو پسماندگی کے طعنے سے محفوظ رکھنے اور بظاہر اعلیٰ سوسائٹی سے تعلق ظاہر کرنے کا شوق پورا کرنے کے لئے بعض پابندیوں کو غیر ضروری قرار دے دیتے ہیں۔ کچھ دولت مندوں کی جان دولت کا دکھاوا کرنے میں ہوتی ہے تقریبات میں پیسہ بہانے کے بہانے تلاش کرتے نہیں تھکتے۔ اس طرح وہ خوشی جو ایک جوڑے کے ازدواجی بندھن پر منائی جاتی ہے دکھاوے کی نذر ہو جاتی ہے۔ ہر عمل کا کوئی نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر بنیاد شرافت، دینداری، پرہیز گاری اور سچائی پر ہونے کی بجائے آزاد خیالی یا دولت مندی کے دکھاوے پر ہو گی تو ان کھوکھلی بنیادوں پر کھڑی کی جانے والی عمارت پائیدار کیسے ہو گی۔ مشکل کشا اور حاجت روا تو خدا تعالیٰ کی ذات ہے اس نے فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو، مجھ پر توکل کرو اور وہ ہر قدرت رکھتا ہے، تو پھر ہلکے سستے اور کم معیار کے طریق اپنانا خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر عدم یقین اور عدم توکل کی علامت ہو جاتا ہے۔ اللہ پاک اس سے بچا کے رکھے۔

معزز بہنو! شادی کی تقریب کے ہر مرحلے میں پردہ کی پابندی عام حالات کی طرح لازمی ہے۔ رشتہ کرنے کے لئے لڑکے لڑکی کو ایک دوسرے کو دیکھنے اور والدین کی موجودگی میں ملاقات کی اجازت ہے۔ اس اجازت سے رعایت لے کر مسلسل رابطوں اور دونوں خاندانوں کے آپس میں بغیر پردہ ملنے جلنے کی طرح

ڈالنا اور اسے اچھے تعلقات اور انڈر سٹینڈنگ کے لئے ضروری سمجھنا خام خیالی ہے بعض اوقات نتائج مختلف نکل آتے ہیں۔ اپنی حدیں خود متعین کرنا بہتر ہے۔ رشتہ طے ہو جانے کے بعد سسرالی رشتے داروں سے محبت پیار اور اپنائیت کا طریق نہایت مناسب اور بابرکت ہے۔ اس میں بھی جوان عمر غیر شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کا گھل مل جانا متعدد قباحتوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ جس کی شادی طے ہوتی ہے وہ تو حجاب میں رہتی ہے، مگر دوسری بہنیں اور قریبی رشتہ دار خواتین بعض اوقات اس حد تک گھل مِل جاتی ہیں کہ وہ پردہ کا لحاظ نہیں رکھتیں، حفظِ مراتب کا خیال رکھ کے مہذبانہ اور خوشگوار مذاق سالی بہنوئی اور نند بھابی کا چلتا رہے تو گوارا ہوتا ہے مگر بہت زیادہ بے تکلفی مناسب نہیں اس کے نتیجہ میں منگنی اور نکاح کے بعد رخصتی سے قبل کئی ناخوشگوار حالات پیدا ہو سکتے ہیں اور رشتے ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ اس صورت میں جن خواتین یا نَو عمر بچیوں کی بے پردگی ہوئی وہ تکلیف دہ حالات بھی پیدا کر سکتی ہے۔ اس طرح کی بدمزگی سے بچنے کے لئے رخصتی تک پردہ کے قابل خواتین کا حجاب اور پردہ کی پابندی بہت بہتر ہے۔ سب کو علم ہے کہ رشتے طے کرنا اور سارے مراحل سے گزر کے شادی کی تقریب تک آنے کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے حضور کتنا گڑ گڑانا پڑتا ہے، کتنی عاجزی و انکساری سے مناسب اور شریف رشتہ مانگا جاتا ہے، پھر بہت دعاؤں کے بعد یہ خوشی کے دن نصیب ہوتے ہیں۔ اس خوشی کی تقریبات میں خدا تعالیٰ کے رجوع برحمت ہونے کی احسان مندی کے طور پر زیادہ سے زیادہ احکام خداوندی پر عمل کرنا ہم پر فرض ہو جاتا ہے، ہم شرعی حدود میں رہ کر اپنے خوشی کے ارمان اپنے ذوق اور استطاعت کے مطابق پورے کر سکتے ہیں۔

معزز بہنو! شادی گاؤں میں ہو یا شہر میں خوشی کے موقع پر لڑکیاں اور عورتیں گاتی بجاتی ہیں، جہاں تک گانے کا تعلق ہے ان کے بول مہذب اور شائستہ ہوں، طربیہ نظمیں ہوں، جس سے ایک احمدی عورت کا کردار باوقار نظر آئے اور کچے ذہن کی نَو عمر مُتَجَسِّس بچیاں بے ہودہ بولوں والے گانوں سے محفوظ رہیں۔ اِن گانوں اور میوزک کی آواز اتنی اُونچی نہ ہو کہ پڑوس میں اگر کوئی بیمار ہے یا طالب علم ہے تو وہ کوفت محسوس کرے۔ اپنی خوشی میں دوسرے کے آرام کا خیال رہے تو اچھا ہے، دوسرے عورت کی آواز کا اتنا بلند ہونا کہ اڑوس پڑوس کے مرد بھی محظوظ ہوں اسلامی وقار کے بھی منافی ہے۔ ایک حدیث پاک کی

رُو سے عورت کا نامحرم مَرد کے سامنے دھیمی، نازک اور لوچ دار پُر کشش آواز میں بات کرنا منع ہے۔ اور گانا تو نام ہی آواز کے لوچ اور نزاکت کا ہے۔

پھر شادی کی تقریب میں عُمدہ سے عُمدہ لباس پہنتے ہیں حتیٰ المقدور قیمتی زیورات سے خود کو آراستہ کرتے ہیں، سجاوٹ کے لئے بال خوب صورت بنانا، میک اَپ، مہندی کا بھرپور استعمال ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے استفادہ منع نہیں بلکہ موقع کی مناسبت سے ان کا استعمال ایک طریق پر شکرانے کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے خوب صورتی کو پسند کرتا ہے۔ سجنا سنورنا منع نہیں ۔ہاں اس نے یہ بتایا ہے کہ کس کے سامنے حسن ظاہر کرنے کی اجازت ہے کس کے سامنے حسن کی نمائش منع ہے اور اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ اصل خوب صورتی الٰہی احکام کی تعمیل میں ہے۔ اصل شکر کا اظہار اس کی اطاعت میں ہے جو ہمارے قول و فعل سے ظاہر ہو جس سے ظاہر اور باطن دونوں سج سنور جاتے ہیں۔ حجاب و حیا کے ساتھ خوشی کی تقریب منانے سے ہم عملی طور پر دوسروں کو یہ تعلیم دے رہے ہوتے ہیں کہ اسلام میں کہیں بے جا بندشیں نہیں ہیں۔

خوشی اور مسرتوں کے ریلے میں اُس وقت انتہائی جوش و خروش شامل ہو جاتا ہے، جب بارات آتی ہے، بارات دیکھنے اور استقبال کی خوشی میں چار دیواری سے باہر بے پردہ نکل جانا مسرت کا بھرپور اظہار تو شاید ہو مگر پردے کے حکم کی یقیناً نافرمانی ہو گی۔ ہار پہنانا اور استقبال کرنا پردہ کے اندر رَہ کر بھی ممکن ہے۔ دولہا والے جب دلہن کو سجی ہوئی کار میں بٹھاتے ہیں تو شادی کے بھاری دوپٹے کو برقع کا بدل سمجھ لیا جاتا ہے۔ مگر بہر حال دلہن کار میں جائے، تانگہ میں جائے، ریل یا ہوائی جہاز میں حجاب کا حکم تو اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

جہاں بھی کوئی ایک احمدی گھرانہ رہتا ہے ارد گرد کے کئی گھر جانتے ہیں کہ یہ احمدی ہیں اور ان کے گھر شادی کی تقریب ہو رہی ہے۔ وہ ہمارے ہر طرز عمل کو متجسس نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اگر ہم اچھی مثال قائم کریں گے تو تبلیغ کا پہلو نکلے گا بصورت دیگر ہم سلسلہ کے نام پر حرف آنے کا باعث بنیں گے۔ (معاذ اللہ)

معزز بہنو! دولہا کو دلہن کے پاس بٹھانے کے لئے بلایا جاتا ہے تو ساتھ ایک سربالا صاحب اور دولہا کے بھائی اور دوست بھی ہوتے ہیں ۔ قریبی عزیز عورتوں کے علاوہ سب کو مناسب حجاب رکھنا ضروری ہے۔ اس موقع پر مردوں کے لئے غضِ بصر کا حکم ہے۔ عورتوں کی طرف آکر اس کا خیال رکھتے کم ہی دیکھا گیا ہے بلکہ اس کا اُلٹ ہوتا ہے ۔ اس لئے مناسب احتیاط اچھی ہوتی ہے۔ تصاویر کھنچوانا اور وڈیو سیشن منع نہیں ہے لیکن احتیاط یہاں بھی لازم ہے آجکل تو بچے بچے کے ہاتھ میں فون ہوتا ہے اور ایک سیکنڈ میں تصویر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ فیصلہ کرنا ہوگا کہ پردے میں رہنا ہے یا نہیں رہنا ہے۔

شادی کی تقاریب میں مشروبات اور کھانا پیش کیا جاتا ہے۔ کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ گھر کے جوان عمر لڑکے بڑھ بڑھ کر چائے، آئس کریم یا بوتل پیش کرتے ہیں، اس موقع پر بھی اسلامی پردہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ رسم بھی پردہ کے حکم کے منافی ہے، ہم عورتیں ہر میدان میں مَردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی خواہشمند ہوتی ہیں تو کیا اتنی سی زحمت ہم خود گوارا نہیں کر سکتیں کہ عورتوں میں مشروبات وغیرہ لڑکیاں تقسیم کریں، یہی مشکل ولیمہ کے دن بھی پیش آتی ہے، بڑے شہروں میں ہوٹلوں اور شادی ہالوں میں جاکر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ کھانا کھایا جائے یا پردہ کیا جائے، وہ صاحبِ استطاعت لوگ جو اپنی دعوتوں میں باوردی بیروں سے سروس پر فخر محسوس کرتے ہیں، اپنی دعوتوں میں احمدی پردہ دار عورتوں کو مشکل میں ڈال دیتے ہیں، ایسی رسموں کو رواج دینے میں ہم دوسروں کی تقلید کرتے ہیں اس طرح کسی غلط رسم اور غلط کام کی غلط مثال پر عمل کر کے غلط سلسلے کی ایک کڑی بن جاتے ہیں، ہمیں اپنی نئی مثال اسلام کے درخشاں اصولوں کے ساتھ پیش کرنے میں فخر اور سعادت محسوس کرنی چاہیئے، پردہ ہمیں پاکیزگی، حیا، تقدس اور شرافت کی طرف لے جاتا ہے جبکہ بے پردگی کی منزل اس کے برعکس ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔ یہی عورتوں کی آزادی فسق وفجور کی جڑ ہے۔ جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔ اگر اس کی آزادی اور بے پردگی سے اُن کی عِفّت اور پاک دامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور

بے پردگی بھی ہو تو اُن کے تعلقات کس قدر خطرناک ہوں گے۔ بد نظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔ پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق وفجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہو گا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 104)

خدا تعالیٰ ہمیں کوتاہیوں سے بچ کر اسلام کی پیاری تعلیم پر صحیح رنگ میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں
پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں



﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔177﴾

تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار

(از اِرشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہوں

معزز بچیو! آج مجھے اپنی تقریر میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اِرشادات کی روشنی میں **تعلیمی اداروں میں پردہ کا کیا معیار ہونا چاہئے بیان کرنا ہے۔**

حضور ایدہ اللہ سے ایک سکول کی بچی نے استفسار کیا کہ اسلام میں عورت کو اپنے آپ کو ڈھانپنے کا حکم ہے لیکن ہم سکارف وغیرہ لے کر سر پر پردہ کیوں کرتے ہیں؟ لڑکیاں سکول میں لڑکوں سے دوستی کیوں نہیں کر سکتیں؟ اور کیا مَیں Halloween میں پری بن سکتی ہوں؟ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 26/ جنوری 2021ء میں اس سوال کے جواب میں درج ذیل ارشاد فرمایا:

جواب: اسلام نے پردے کے بارے میں عورت اور مرد دونوں کو نہایت حکیمانہ تعلیم سے نوازا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مومن مرد اور عورتیں دونوں اپنی نظریں نیچی رکھیں یعنی اپنی آنکھوں کو نامحرموں کو دیکھنے سے بچائیں اور اپنے سِتر کی جگہ کو پردے میں رکھیں۔ اس کے بعد مومن عورتوں کو مزید تاکید فرمائی کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں اور اپنے پاؤں بھی اس طرح زمین پر نہ مارا کریں کہ جس سے ان کی زینت ظاہر ہو۔

اس مختصر لیکن نہایت جامع تعلیم میں پردے کے بارے میں ہر قسم کی تفصیل بیان فرمادی گئی ہے کہ ایک مومن عورت اپنی آنکھ، کان اور سِتر کی جگہوں کی حفاظت کے ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھے کہ اس کا

لباس نہ اتنا تنگ ہو کہ اس سے اس کے جسم کے اعضاء کی نمائش ہو اور نہ ہی اتنا ڈھیلا اور کھلا ہو کہ سینہ اور دوسری سِتر کی جگہوں کی بے پردگی ہو رہی ہو۔

پاؤں زمین پر نہ مارنے کے حکم میں یہ بات سمجھا دی کہ ایک مومن عورت اس طرح کی اچھل کود سے بھی اجتناب کرے جس سے اس کی جسمانی ساخت کے اُتار چڑھاؤ کا اظہار ہو یا یہ کہ اگر پاؤں میں کوئی زیور (پازیب وغیرہ) پہنا ہوا ہے تو اس کی چھنکار سے لوگوں کی توجہ اس کی طرف ہو اور غیروں کی نظریں اس پر اٹھیں یا اگر پاؤں پر مہندی یا نیل پالش وغیرہ لگا کر ان کا سنگھار کیا گیا ہے تو اس کی وجہ سے غیر مردوں کی نظریں اس پر اٹھیں۔ یہ سب باتیں پردے کے احکامات کے منافی ہیں۔

پس اسلام نے عورت کے لیے صرف سر پر سکارف لینا ہی کافی قرار نہیں دیا بلکہ یہ امور بیان کر کے پردے سے متعلقہ تمام لوازمات کو بھی خوب کھول کر بیان کر دیا کہ عورت نے کس طرح اپنے پردے کا خیال رکھنا ہے اور کس طرح خود کو ڈھانپنا ہے ..... جہاں تک لڑکیوں اور لڑکوں کی دوستی کی بات ہے تو اس میں بھی بنیادی حکمت عورت کی عِفت کی حفاظت ہی ہے۔ انسان کے اپنی مخالف جنس کے ساتھ میل جول سے کئی قسم کی برائیاں پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس پہلو سے بھی محرم اور غیر محرم رشتوں کا امتیاز قائم کر کے مرد و عورت کے تعلقات کی حدود بیان فرما دیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اپنے متبعین کو بڑی واضح تعلیم سے نوازا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں نہ ملے کیونکہ ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ (سنن ترمذی کتاب الفتن)

Halloween کی رسم جسے اب ایک Fun خیال کیا جاتا ہے، اس کی بنیاد شیطانی نظریات اور مشرکانہ عقائد پر ہے اور ایک چھپی ہوئی برائی ہے۔ ایک سچے مسلمان اور خصوصاً ایک احمدی کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر وہ کام جس کی بنیاد شرک پر ہو اگرچہ وہ Fun کے طور پر ہی ہو اسے اس سے بچنا چاہیے، کیونکہ اس قسم کی رسومات انسان کو مذہب سے دور لے جاتی ہیں۔ پھر اس تہوار کے موقع پر تفریح کے نام پر بچے لوگوں کے گھروں میں فقیروں کی طرح جو مانگتے پھرتے ہیں وہ بھی ایک احمدی بچہ کے وقار کے خلاف

ہے۔ ایک احمدی کا اپنا ایک وقار ہوتا ہے اور اس وقار کو ہمیں بچپن سے ہی بچوں کے ذہنوں میں قائم کرنا چاہیے۔ ان باتوں کے علاوہ بھی اس رسم کے اور بہت سے معاشرتی بد اثرات نئی نسل پر ہو رہے ہیں۔

پس Halloween کی رسم میں کسی احمدی کو شامل ہونے کی اجازت نہیں، چاہے بھوت، چڑیل بننا ہو یا پری بننا ہو، کیونکہ یہ رسم ایک غلط اور مشرکانہ عقیدہ پر مبنی ہے۔

معزز بچیو! احمدی ماؤں کو بچیوں میں چھوٹی عمر سے ہی حیا اور پردہ کا احساس دلانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اس معاشرے میں ہمیں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو حجاب اور پردے اور حیا کا تصوّر پیدا کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حیادار حجاب کی جھجک اگر کسی بچی میں ہے تو ماؤں کو اسے دُور کرنا چاہئے بلکہ اسے خود اپنے آپ بھی دُور کرنا چاہئے اگر اس کی عمر ایسی ہے۔ مائیں اگر گیارہ بارہ سال کی عمر تک بچیوں کو حیا کا احساس نہیں دلائیں گی تو پھر بڑے ہو کر ان کو کوئی احساس نہیں ہو گا۔

پس اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ **حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔** پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 8/ اکتوبر 2016ء)

معزز بچیو! پھر دورہ جرمنی میں لجنہ کی عاملہ کے اجلاس سے مخاطب ہو کر حضور انور نے فرمایا:

"امریکہ میں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ کس طرح 12 سال کی لڑکیوں کو حجاب کی طرف مائل کریں۔ مَیں نے انہیں بتایا تھا کہ بچے کی تربیت تو اس کی پیدائش سے شروع ہو جاتی ہے۔ پیدائش کے بعد کانوں میں اذان

دی جاتی ہے۔ پھر تین سال کی عمر سے بچے کو ایسا لباس پہنائیں کہ احساس ہو کہ ڈھکا ہوا لباس ہے۔ تو پھر یہی لباس عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آگے چلے گا اور بچیاں بڑی عمر میں جا کر بھی ایسا ہی لباس پہنیں گی جو سارے جسم کو ڈھانپ رہا ہو گا۔ کیونکہ بچپن سے اس کی عادت آپ نے ڈالی ہو گی۔ لیکن اگر چھوٹی عمر میں ایسا لباس پہنایا ہے جس سے جسم ڈھکا ہوا نہیں ہے اور پھر بعد میں بھی بچی اسی طرح کا لباس پہنتی رہے گی جس سے جسم پوری طرح ڈھکا ہوا نہیں ہو گا تو پھر 12-11 سال کی عمر میں کہے گی کہ یہی میرا لباس ہے۔"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جینز پہننے کے بارہ میں سوال پر فرمایا:

"جین پہننا منع نہیں ہے بشرطیکہ قمیص اتنی لمبی ہو کہ ننگ ڈھانپا ہوا ہو۔ جین کے ساتھ چھوٹی قمیص پہننے کی اجازت نہیں ہے۔"

پھر فرمایا: اتنی شرم و حیا ہونی چاہئے کہ لباس مکمل ہو اور ننگ نہ ہو۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کا ذکر فرمایا جس کا بیان قرآن کریم کی سورۃ القصص میں ہوا ہے کہ جب آپ مدین کے پانی کے گھاٹ پر پہنچے اور دو عورتوں کے جانوروں کو پانی پلایا تو بعد میں ان میں سے ایک "تَمۡشِیۡ عَلَی اسۡتِحۡیَآءٍ" حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حیا سے لجاتی ہوئی آئی۔

حضور انور نے فرمایا:

"اصل حیا یہی ہے۔ یہ ماؤں کا فرض ہے کہ بچیوں کی تربیت کریں اور ان کے ذہنوں میں ڈالیں اور ان کو بتائیں کہ یہ نقصانات ہیں اور یہ فوائد ہیں۔"

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 18/ دسمبر 2009ء)

معزز بہنو! سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی ماؤں کو تربیت اولاد کی اہم ذمّہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو پردہ کرنے کی تربیت دینے کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جو مائیں بچپن سے ہی اپنے بچوں کے لباس کا خیال نہیں رکھیں گی وہ بڑے ہو کر بھی ان کو سنبھال نہیں سکیں گی۔ بعض بچیوں کی اُٹھان ایسی ہوتی ہے کہ دس گیارہ سال کی عمر کی بچی بھی چودہ پندرہ سال کی لگ رہی ہوتی ہے۔ ان کو اگر حیا اور لباس کا تقدّس نہیں سکھائیں گی تو پھر بڑے ہو کر بھی ان میں یہ تقدّس کبھی

پیدا نہیں ہو گا۔ بلکہ چاہے بچی بڑی نہ بھی نظر آ رہی ہو، چھوٹی عمر سے ہی اگر بچیوں میں حیا کا یہ مادہ پیدا نہیں کریں گی اور اس طرح نہیں سمجھائیں گی کہ دیکھو! تم احمدی ہو، تم یہاں کے لوگوں کے ننگے لباس کی طرف نہ جاؤ تم نے دنیا کی رہنمائی کرنی ہے، تم نے اس تعلیم پر عمل کرنا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے اس لئے تنگ جینز اور اس کے اوپر چھوٹے بلاؤز جو ہیں ایک احمدی بچی کو زیب نہیں دیتے۔ تو آہستہ آہستہ بچپن سے ذہنوں میں ڈالی ہوئی بات اثر کرتی جائے گی اور بلوغت کو پہنچ کر حجاب یا سکارف اور لمبا کوٹ پہننے کی طرف خود بخود توجہ پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ پھر ان کی یہی حالت ہو گی جس طرح بعض بچیوں کی ہوتی ہے۔ مجھے شکایتیں ملتی رہتی ہیں دنیا سے اور یہاں سے بھی کہ مسجد میں آتے ہوئے، جماعتی فنکشن پر آتے ہوئے تو سر ڈھکا ہوا ہوتا ہے، لباس بڑا اچھا پہنا ہوا ہوتا ہے اور باہر پھرتے ہوئے سر پر دوپٹہ بھی نہیں ہوتا بلکہ دوپٹہ سرے سے غائب ہوتا ہے، سکارف کا تو سوال ہی نہیں۔ پس مائیں اگر اپنے عمل سے بھی اور نصائح سے بھی بچیوں کو توجہ دلاتی رہیں گی، یہ احساس دلاتی رہیں گی کہ ہمارے لباس حیادار ہونے چاہئیں اور ہمارا ایک تقدّس ہے تو بہت سی قباحتوں سے وہ خود بھی بچ جائیں گی اور ان کی بچیاں بھی بچ جائیں گی۔ اگر ہم اپنے جذبات کی چھوٹی چھوٹی قربانیوں کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو بڑی بڑی قربانیاں کس طرح دے سکتے ہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 28/ جون 2008ء)

معزز بہنو! لڑکیوں اور لڑکوں کے بے حجابانہ میل جول سے جو برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اس حوالہ سے ماؤں کو اپنی ذمّہ داریاں ادا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ایک عمر کے بعد بچیاں اپنے کلاس فیلو اور اسکول فیلو لڑکوں سے بھی ایک حجاب پیدا کریں۔ جب بھی ضرورت ہو ایک حجاب کے اندر رہتے ہوئے بات ہونی چاہئے۔ لڑکیاں خود بھی اس بات کا خیال رکھیں اور ماں باپ بھی خاص طور پر مائیں اس بات کی نگرانی کریں کہ ایک عمر کے بعد لڑکی اگر دوسرے گھر میں جاتی ہے تو محرم رشتوں کے ساتھ جائے اور خاص طور پر جس گھر میں کسی سہیلی کے بھائی موجود ہوں کسی وقت، تو خاص طور پر ان اوقات میں ان گھروں میں نہیں جانا چاہئے۔ پھر بعض جگہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی احساس نہیں دلایا جاتا تو جو کلاس فیلو لڑکے ہوتے ہیں گھروں میں بڑی عمر تک آتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ کا

فضل ہے کہ احمدی معاشرے میں ایسی برائیاں بہت اِکّا دُکّا شاذ ہی کہیں ہوتی ہیں۔ اکثر بچ رہے ہیں لیکن اگر اس کو کھلی چھٹی دیتے چلے گئے تو یہ برائیاں بڑھنے کے امکانات ہیں۔ رشتے برباد ہونے کے امکانات ہیں۔ لڑکیوں نے اگر اس معاشرے میں تفریح کرنی ہے تو ہر جگہ پر اس کا سامان کرنا لجنہ کا کام ہے۔ پھر مسجد کے ساتھ یا نماز سینٹرز کے ساتھ کوئی انتظام کریں جہاں احمدی بچیاں جمع ہوں اور اپنے پروگرام کریں۔ اگر بچپن سے ہی بچیوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنی شروع کر دیں گی کہ تمہارا ایک تقدّس ہے اور اس معاشرے میں جنسی بے راہ روی بہت زیادہ ہے تم اب شعور کی عمر کو پہنچ گئی ہو تو اس لئے خود اپنی طبیعت میں حجاب پیدا کرو جو تمہارے اور تمہارے خاندان کے اور جماعت کے لئے نیک نامی کا باعث بنے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِلا ماشاء اللہ تمام بچیاں اس بات کو سمجھتے ہوئے نیکی کی راہ پر قدم مارنے والی ہوں گی۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 11/ جون 2006ء)

اسی طرح موجودہ زمانے میں حیا کے گرتے ہوئے معیار کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے احمدی بچوں اور بچیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"آجکل کے معاشرے میں جو برائیاں ہمیں نظر آ رہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایک لفظ کی تصدیق کرتی ہیں۔ پس ہر احمدی لڑکی، لڑکے اور مرد اور عورت کو اپنی حیا کے معیار اونچے کرتے ہوئے معاشرے کے گند سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ یہ سوال یا اس بات پر احساس کمتری کا خیال کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟ کیوں ہم ٹائٹ جینز اور بلاؤز نہیں پہن سکتیں؟ یہ والدین اور خاص طور پر ماؤں کا کام ہے کہ چھوٹی عمر سے ہی بچوں کو اسلامی تعلیم اور معاشرے کی برائیوں کے بارے میں بتائیں تبھی ہماری نسلیں دین پر قائم رہ سکیں گی اور نام نہاد ترقی یافتہ معاشرے کے زہر سے محفوظ رہ سکیں گی۔ ان ممالک میں رہ کر والدین کو بچوں کو دین سے جوڑنے اور حیا کی حفاظت کے لئے بہت زیادہ جہاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے اپنے نمونے بھی دکھانے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ جنوری 2017)

خواتین احساسِ کمتری کے بجائے جرأت سے کام لیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے اُنہیں احساسِ کمتری کو ترک کرتے ہوئے جرأت کے ساتھ پردہ جیسے اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

اسی حوالہ سے ایک اور موقع پر احمدی خواتین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ جو پردہ چھوڑنے والی ہیں ان میں ایک طرح کا احساسِ کمتری ہے۔ احمدی عورت کو تو ہر طرح کے احساسِ کمتری سے پاک ہونا چاہئے۔ کسی قسم کا complex نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی پوچھتا بھی ہے تو کھُل کر کہیں کہ ہمارے لئے پردہ اور حیا کا اظہار ایک بنیادی شرعی حکم ہے اور مَیں نے دیکھا ہے کہ جن عورتوں کو کوئی complex نہیں ہوتا، جو پردہ کرنے والی عورتیں ہیں اس مغربی ماحول میں بھی اسی پردے کی وجہ سے اُن کا نیک اثر پڑ رہا ہوتا ہے، اُن کو اچھا سمجھا جا رہا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ احساسِ کمتری اپنے دل سے نکال دیں کہ پردے کی وجہ سے کوئی آپ پر اُنگلی اُٹھا رہا ہے۔ اپنی ایک پہچان رکھیں۔ افریقہ میں مَیں نے دیکھا ہے جہاں لباس نہیں تھا اُنہوں نے لباس پہنا اور پورا ڈھکا ہوا لباس پہنا اور بعض پردہ کرنے والی بھی ہیں، نقاب کا پردہ بھی بعضوں نے شروع کر دیا ہے۔ یہاں بھی ہماری ایفرو امریکن بہنیں جو بہت ساری امریکہ سے آئی ہوئی ہیں اُن میں سے بعض کا ایسا اعلیٰ پردہ تھا کہ قابل تقلید تھا، ایک نمونہ تھا بلکہ کل ملاقات میں مَیں نے اُن کو کہا بھی کہ لگتا ہے کہ اب تم لوگ جو ہو تم پاکستانیوں کے لئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے یا جو انڈیا سے آنے والے ہیں اُن کے لئے پردے کی مثالیں قائم کرو گے۔ اس پر جس طرح انہوں نے ہنس کر جواب دیا تھا کہ یقیناً ایسا ہی ہو گا تو اس پر مجھے اور فکر پیدا ہوئی کہ پُرانے احمدیوں کے بے پردگی کے جو یہ نمونے ہیں یقیناً نئے آنے والیاں وہ دیکھ رہی ہیں جبھی تو یہ جواب تھا... اور یہ بھی بتا دوں کہ بچیاں اس وقت تک پردے نہیں کریں گی جب تک آپ اپنے نمونے اُن کے سامنے قائم نہیں کریں گی، مائیں ان کے سامنے اپنے نمونے قائم نہیں کریں گی۔ پس اگر آپ نے جماعت کا بہترین مال بننا ہے خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرتے ہوئے خود بھی اور اپنی اولادوں کو بھی اُس کی پناہ میں لانا ہے، اُس کو اپنا ولی اور دوست بنانا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھنا ہے، اپنے بچوں اور بچیوں کو اس معاشرے کے گند سے بچانا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی بھی تعمیل کرنی ہو گی اس پر بھی عمل کرنا

ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق دے اور آپ لوگ ہر معاملے میں وہ نمونے قائم کرنے والی بن جائیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ کینیڈا 25/ جون 2005ء)

معزز خواتین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حیا کے احساس کو قائم رکھنے کے اہم پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"عورتوں کے لئے بھی مَیں ایک مثال دوں گا۔ پردہ اور حیا کی حالت ہے۔ اگر ایک دفعہ یہ ختم ہو جائے تو پھر بات بہت آگے بڑھ جاتی ہے۔ آسٹریلیا میں مجھے پتہ چلا ہے کہ بعض بڑی عمر کی عورتوں نے جو پاکستان سے وہاں آسٹریلیا میں اپنے بچوں کے پاس نئی نئی گئی تھیں، اپنی بچیوں کو یہ دیکھ کر کہ پردہ نہیں کرتیں اُنہیں پردے کا کہا کہ کم از کم حیادار لباس پہنو، سکارف لو تو اُن کی لڑکیوں میں سے بعض جو ایسی ہیں کہ پردہ نہ کرنے والی ہیں، انہوں نے یہ کہا کہ یہاں پردہ کرنا بہت بڑا جرم ہے اور آپ بھی چھوڑ دیں تو مجبوراً ان عورتوں نے بھی جو پردہ کا کہنے والی تھیں، جن کو ساری عمر پردے کی عادت تھی اس خوف کی وجہ سے کہ جرم ہے، خود بھی پردہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہاں کوئی ایسا قانون نہیں ہے، نہ جرم ہے۔ کوئی پابندی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس طرف توجہ دیتا ہے۔ صرف فیشن کی خاطر چند نوجوان عورتوں اور بچیوں نے پردے چھوڑ دیئے ہیں۔ پاکستان سے شادی ہو کر وہاں آنے والی ایک بچی نے مجھے لکھا کہ مجھے بھی زبردستی پردہ چھڑوا دیا گیا تھا۔ یا ماحول کی وجہ سے مَیں بھی کچھ اس دام میں آ گئی اور پردہ چھوڑ دیا۔ اب مَیں جب وہاں دورے پر گیا ہوں تو اُس نے لکھا کہ آپ نے جلسہ میں جو تقریر عورتوں میں کی اور پردے کے بارے میں کہا تو اُس وقت مَیں نے برقع پہنا ہوا تھا، تو اُس وقت سے مَیں نے برقع پہنے رکھا ہے اور اب مَیں اُس پر قائم ہوں اور کوشش بھی کر رہی ہوں اور دعا بھی کر رہی ہوں کہ اس پر قائم رہوں۔ اُس نے دعا کے لئے بھی لکھا۔ تو پردے اس لئے چُھٹ رہے ہیں کہ اس حکم کی جو قرآنی حکم ہے، بار بار ذہن میں جگالی نہیں کی جاتی۔ نہ ہی گھروں میں اس کے ذکر ہوتے ہیں۔ پس عملی اصلاح کے لئے بار بار برائی کا ذکر ہونا اور نیکی کا ذکر ہونا ضروری ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ دسمبر 2013ء)

تعلیمی اداروں میں پردہ کا معیار قائم رکھیں

معزز بہنو! دورۂ جرمنی کے دوران حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی طالبات کے ساتھ ایک نشست میں اُن کے سوالات کے جواب بھی عطا فرمائے۔ ایک طالبہ نے سوال کیا کہ بعض اوقات انگلینڈ وغیرہ سیر کے لئے جانے کا پروگرام بنتا ہے۔ اگر ہم اپنی بچیوں کو نہ بھیجیں تو کہا جاتا ہے کہ پھر اسکول بدل لیں۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ حضور انور نے فرمایا کہ:

"اگر اضطراری حالت ہے تو اُنہیں کہیں کہ بچیوں کے ساتھ parents کو بھی جانے دیں۔ وہ نہ مانیں تو اسکول بدل لیں۔ فرمایا: اصل میں بچیوں کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ اُنہیں خود کہیں کہ ہم ماں باپ کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمارا اپنا ماحول ایسا ہے کہ ہم اس طرح جانا اچھا نہیں سمجھتیں۔ جب بچی جوان ہو جاتی ہے تو پھر اس کا خیال رکھنا ماحول کا کام ہے۔ اسلام کا تو حج کے بارہ میں بھی یہ حکم ہے کہ عورت اکیلی نہ جائے بلکہ اپنے محرم کو ساتھ لے کر جائے۔ ... عموماً پرائیویٹ اسکول زیادہ زور نہیں دیتے لیکن وہ مہنگے ہوتے ہیں۔ بہرحال بچیوں کو realise کرائیں کہ فلاں فلاں باتیں برائیاں ہیں اور ان سے آپ نے بچنا ہے۔"

(کلاس طالبات جرمنی 10/جون 2006ء)

اسی طرح لڑکیوں کے دوسرے شہروں میں جاکر تعلیم حاصل کرنے کے بارہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر ماں باپ اجازت دیں تو پھر سوچا جاسکتا ہے کہ جہاں جانا ہے وہاں کس کے پاس رہنا ہے۔ لڑکیوں کا علیحدہ ہوسٹل ہونا چاہئے۔ اگر علیحدہ ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر وہاں پڑھتے ہوئے اپنے تقدّس کا، پاکیزگی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ حضور انور نے مزید فرمایا کہ ربوہ کی لڑکیاں جب باہر پڑھنے جاتی تھیں تو ہر لڑکی نظارت تعلیم کے ذریعہ مجھ سے اجازت لیتی تھی۔ co-education کی صورت میں بھی مجھ سے اجازت حاصل کرتی ہیں۔ پھر لکھ کر دیتی ہیں کہ پردے میں رہ کر پڑھائی کریں گی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچیوں سے فرمایا کہ

"اگر والدین کو تسلّی نہیں ہے تو پھر بہتر ہے کہ اپنے علاقہ میں رہو اور یہیں پڑھائی کرو۔"

(کلاس واقفاتِ نو جرمنی 8 اکتوبر 2011ء۔)

ایک دوسری مجلس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ کیا اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کسی اور ملک میں جا کر تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے؟ اس کے جواب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

''اگر آپ higher ایجوکیشن کے لئے باہر جانا چاہتی ہیں اور اپنے ملک میں اس کا انتظام نہیں ہے تو والدین کی اجازت لے کر جائیں۔ لیکن اپنے تقدّس اور حرمت کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اپنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھنا چاہئے اور پھر وہاں اسلامی تعلیمات پر عمل کریں۔ اسی طرح وہاں آپ نے دوستیاں بنانے سے پرہیز کرنا ہے اور اپنی پڑھائی سے تعلق رکھنا ہے۔''

(کلاس طالبات جرمنی 10/جون 2006ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورۂ کینیڈا کے دوران منعقد ہونے والی ایک نشست میں طالبات نے حضور انور ایدہ اللہ کی اجازت سے سوالات دریافت کئے۔ ایک طالبہ نے سوال کیا کہ **ہم اپنے غیر مذہب والے دوستوں کو کس طرح سمجھائیں کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟**

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ایک تو یہ بتاؤ کہ ہم نے ایک عہد کیا ہے کہ ہم اس دین پر عمل کرنے والے ہیں جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ تم پردہ کرو تا کہ تمہاری جو ایک sanctity ہے وہ قائم رہے اور تمہیں یہ احساس رہے کہ مَیں نے سوسائٹی میں لڑکوں میں زیادہ mixup نہیں ہونا اور اپنے درمیان اور لڑکوں کے درمیان ایک barrier رکھنا ہے''

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا کہ: **یونیورسٹی میں لڑکے اور لڑکیاں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور اس میں بعض دفعہ interaction ہو جاتا ہے، لیکن اس میں صرف جہاں تک تمہاری پڑھائی کا تعلق ہے کوئی بات سمجھنی ہے، کرنی ہے صرف اس حد تک ہونا چاہئے۔** اس کے علاوہ کوئی free relationship قائم نہیں ہونا چاہئے۔ دوستی نہیں ہونی چاہئے۔ لڑکیاں دوستی صرف لڑکیوں کے ساتھ کریں''۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کے احکامات کے حوالہ سے فرمایا کہ:

"پردہ کے جو احکامات ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بارہ میں جو ارشادات ہیں۔ اس کی background ہے۔ پرانے زمانے میں جب پردہ اتنا زیادہ نہیں تھا تو اس وقت ایک مسلمان عورت کسی یہودی کی دکان پر کام کروانے گئی۔ اس وقت باقاعدہ ایسے لباس نہیں ہوتے تھے کہ undergarments بھی پہنے ہوں۔ اس یہودی نے شرارت سے اس کا کپڑا باندھ دیا تو جب وہ کھڑی ہوئی تو وہ کپڑا اتر گیا۔ اس کے بعد وہاں لڑائی شروع ہو گئی۔ بلکہ قتل بھی ہو گیا۔ تو پھر پردے کے بارہ میں حکم ہوا کہ مسلمان عورت اپنی sanctity اور chastity کی حفاظت کرے پس سب سے بہتر یہ ہے کہ تمہارے اور دوسرے لڑکوں کے درمیان ایک فاصلہ ہونا چاہئے۔

دوسرے قرآن کریم میں جہاں حکم آیا ہے کہ پردہ کرو، وہاں پہلے مَردوں کو حکم ہے کہ تم اپنی نظریں نیچی رکھو اور عورتوں کو گھور گھور کر نہ دیکھا کرو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم آیا کہ تم بھی اپنی نظریں نیچی رکھو اور نہ دیکھو لیکن مَردوں کا پھر بھی اعتبار نہیں اس لئے اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اگر تم مجھے یہ گارنٹی دلوادو کہ مرد جو ہیں اُن کے دماغ اور ذہن بالکل پاک ہو گئے ہیں تو مَیں کہوں گا کہ اتنی سختی پردے میں نہ کرو۔ لیکن نہیں ہوا۔ گو ہر مرد ایسا نہیں ہوتا لیکن بہت سے لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں کہ جب سوسائٹی میں majority یا ایک خاص تعداد ایسی ہو جس سے نقص پیدا ہوتے ہوں تو بہتر ہے کہ اس سے بچنے کے سامان کئے جائیں تو اس لئے پردہ ہونا ضروری ہے تا کہ آزادانہ تعلقات قائم نہ ہوں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

"ہر مذہب میں پردے کا کہا گیا ہے۔ پرانے زمانے میں عیسائیوں میں جو اچھے خاندان تھے ان میں پردے ہوتے تھے۔ ان کے پرانے لباس دیکھ لو، لمبی maxi ہوتی تھیں اور بازو کلائیوں تک ہوتے تھے اور سر کے اوپر سکارف ہوتا تھا۔ بائبل میں تو یہ ہے کہ کسی عورت کا سر نظر آجائے تو اس کے بال ہی کاٹ دو، منڈوا دو، اس طرح کی سختیاں ہیں جبکہ اسلام نے تو اس طرح کی سختیاں نہیں کیں۔ لیکن اسلام نے عورت کی حیا کو بہر حال قائم رکھا ہوا ہے اور حیا کا تصور ہر جگہ ہے اور ہر قوم میں ہے"۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قرآن کریم میں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ قصہ پڑھتی ہو کہ جب مدین میں دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو پانی پلانا چاہتی تھیں۔ وہاں مرد پانی پلا رہے تھے تو وہ پیچھے ہٹ گئیں۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ direct interaction مَردوں کے ساتھ ہو۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا قصہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس طرح ہے۔ انہوں نے ساری بات بیان کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے جانوروں کو پانی پلایا۔ اس کے بعد قرآن کریم یہ ذکر کرتا ہے کہ جب وہ چلی گئیں تو پھر اُن میں سے ایک واپس آئی اور بڑی حیا سے اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی آئی، کھلی open ہو کے نہیں آگئی تھی کہ میرا باپ تمہیں بلاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ سارا قصہ لکھا ہوا ہے تم اسے پڑھو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ جب گئے تو باپ بھی بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ میری جوان بچیاں بھی گھر میں ہیں تو مَیں ایک لڑکا گھر میں رکھ لوں کیونکہ یہاں پھر عورت کی sanctity کا سوال آجاتا ہے۔ اس لئے اس نے کہا کہ تمہیں گھر میں رکھ تو لیتا ہوں اور تمہارے پاس گھر میں رہنے کی جگہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے تم میری دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی سے شادی کر لو تا کہ تمہارے رہنے کا کوئی جواز بن جائے۔

پس اصل چیز یہ ہے کہ پردے میں عورت کی حفاظت کی گئی ہے اور اس کے لئے مرد کو بھی روکا گیا ہے لیکن پھر بھی مرد کی بے اعتباری کی وجہ سے عورت کو کہا گیا ہے کہ تم اپنے آپ کو زیادہ سنبھالو۔"

(کلاس طالبات کینیڈا 14/ جولائی 2012ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12/ اکتوبر 2012ء)

اسی طرح حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدی طالبات کو تبلیغ کے میدان میں اسلامی حکم پردہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کام کرنے کا ارشاد یوں فرمایا:

"یونیورسٹی کی احمدی طالبات سے کہیں کہ اگر انہیں ان کی زبانیں نہیں آتیں تو ان زبانوں میں لٹریچر حاصل کر لیں۔ فرمایا: **انٹرنیٹ پر اگر تبلیغی رابطے کرنے ہوں تو عورتوں کا تبلیغی رابطہ صرف عورتوں سے ہونا چاہئے۔** حضور انور نے پردے کی اہمیت بھی واضح فرمائی۔ فرمایا اگر کہیں مَردوں سے رابطہ ہو جائے تو انہیں پھر مَردوں کے پتے دے دیں۔ اپنے فورم میں صرف عورتوں کو لے کر آئیں۔ اور اگر کسی جگہ عورتیں پوری طرح جواب نہ دے سکتی ہوں اور کوئی مکس گیدرنگ (mix gathering) ہو تو اپنے ساتھ

لائی ہوئی مہمان خاتون کو لے کر ایک سائیڈ میں بیٹھیں اور پردے کا خیال رکھیں لیکن جب کھانے پینے کا وقت آئے تو اس وقت مکس گیدرنگ میں نہیں بیٹھنا بلکہ علیحدہ انکلوژر (en-closure) میں چلی جائیں اور جو عورتیں اکٹھی مجالس میں ملیں ان کے پتے حاصل کر کے ان کو صرف عورتوں کی مجالس میں بلائیں۔ اس صورت میں ان کے ذہنوں میں یہ سوال بھی اٹھیں گے کہ آپ مکس مجالس میں کیوں نہیں آتیں؟ اس پر آپ اسلامی پردہ کے متعلق وہاں ان کی غلط فہمیاں بھی دور کر سکتی ہیں۔ (یہاں پر حضور انور نے دریافت فرمایا کہ یہ مکس گیدرنگ وہی ہیں ناجن کو آپ open day کہتی ہیں؟ حضور کو بتایا گیا۔ جی) حضور نے فرمایا کہ یونیورسٹی کی طالبات کے جن سے روابط ہوں ان کی علیحدہ gathering ہو سکتی ہیں۔"

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 9/جون 2006ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ساتھ میٹنگ میں کئی اہم ہدایات سے نوازا جن میں سے بعض کا تعلق پردہ سے بھی ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"پڑھی لکھی لڑکیوں کو شامل کر کے پردہ کے موضوع پر ایم ٹی اے کے لئے گفتگو کا پروگرام بنائیں، جس میں اس اسلامی حکم کا مقصد بیان کریں۔ اس موضوع پر بائبل کے حوالہ جات سے بات کریں اور بتائیں کہ عیسائیت نے عورت کو کمتر سمجھتے ہوئے پردہ کا حکم دیا ہے جبکہ اسلام نے عورت کے تقدّس اور اس کے مقام کو بلند کرنے کے لئے یہ حکم دیا ہے۔ پھر پردہ کی مخالفت کرنے والے لوگوں کو بتائیں کہ تم نے اپنے مذہب کو اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ پریکٹیکل مذہب نہیں تھا اور آجکل کے حالات میں چل نہیں سکتا تھا لیکن اسلام ایک پریکٹیکل مذہب ہے اور ہم حجاب اور پردہ کے ساتھ ہر کام کر سکتی ہیں۔ ایسے پروگرام بنا کر ایم ٹی اے کے لئے بھجوائیں۔ ایم ٹی اے پر لجنہ اماء اللہ کے جو پروگرام آتے ہیں وہ میری ہدایات اور نگرانی میں بنتے ہیں، اگرچہ وہ ساری دنیا کے لئے ہوتے ہیں لیکن یہاں کے ماحول کے لحاظ سے خاص طور پر یورپ کے ممالک کے لئے ہوتے ہیں۔ حضور انور نے مزید فرمایا کہ جو احمدی بچیاں پردہ وغیرہ پر اعتراض کرتی ہیں، جیسا کہ میں نے لجنہ اماء اللہ یوکے کے اجتماع میں کہا تھا، انہیں بتائیں کہ آپ جب کوئی کلب جوائن کرتی ہیں تو اس کے کچھ اصول وضوابط ہوتے ہیں، اگر ان اصول وضوابط کی پابندی نہ کی جائے

تو اس کلب کی ممبر شپ منسوخ ہو جاتی ہے۔ پس اسلام نے بھی کچھ اصول بنائے ہیں اس میں نماز پڑھنی، قرآن پڑھنا اور اس کے تمام حکموں پر عمل کرنا شامل ہے۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر کے آپ نے یہ عہد کیا ہے کہ آپ جو کہیں گے وہ کروں گی۔ ان باتوں کے پیش نظر خود دیکھ لو کہ تم کس مقام پر ہو۔ پھر ان سے پوچھیں کہ کیا تم خود کو احمدی سمجھتی ہو؟ اگر سمجھتی ہو تو کیا اسلام کے بنیادی حکموں پر یقین رکھتی ہو؟ اگر رکھتی ہو تو کیا اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہو؟ اگر کرتی ہو تو اس میں ایک حکم پردہ کا بھی ہے۔ اس طریق پر سمجھاتے ہوئے ان سے پوچھیں کہ اب بتاؤ کہ تم کیا کرنا چاہتی ہو، منافقت کے ساتھ جماعت میں دکھاوے کے لئے رہنا چاہتی ہو یا اپنے آپ کو بدل کر نیک ارادہ کے ساتھ خود کو ٹھیک کرنا چاہتی ہو؟

(میٹنگ نیشنل مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 25/ دسمبر 2006ء۔ مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 19/ جنوری 2007ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ اماء اللہ جرمنی کی نیشنل مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ میں پردہ کے حوالے سے جو ہدایات بیان فرمائیں اُن میں فرمایا:

”جرمنی کی خواتین نے اور افریقن خواتین نے پردہ میں ترقی کی ہے اور آپ پیچھے جا رہی ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ایک جرمن لڑکی ملاقات میں آئی تھی۔ اس کا بڑا اچھا پردہ تھا۔ ایک انگریز لڑکی یوکے میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں Ph.D. کر رہی ہے، اس کا اتنا اچھا پردہ ہے، اس کو تو شرم نہیں آتی۔“

حضور انور نے فرمایا:

”یونیورسٹیوں میں احمدی لڑکیاں یہ خیال رکھیں کہ لڑکوں کے ساتھ علیحدہ بیٹھ کر گپ شپ نہ لگائیں۔ اس سے دوستیاں بڑھتی ہیں اور پھر اِدھر اُدھر بازاروں میں جانا شروع ہو جاتا ہے۔ یونیورسٹی میں اپنی پڑھائی کے سلسلہ میں اگر کسی طالبعلم سے کوئی مدد لینی ہے تو اس میں روک نہیں۔ جہاں تک یونیورسٹی میں انفرادی تبلیغ کا تعلق ہے اس بارہ میں پہلے ہی ہدایت دی ہوئی ہے کہ لڑکیاں لڑکیوں کو تبلیغ کریں اور لڑکے لڑکوں کو تبلیغ کریں۔“

(میٹنگ نیشنل مجلس عاملہ لجنہ اماء اللہ جرمنی 18/ دسمبر 2009ء)

ہدایت پر قائم رہنے کے لئے دعا کی تلقین

ہر قسم کے شیطانی اثرات سے بچنے اور نیکی کی راہ پر قائم رہتے ہوئے زندگی گزارنے کے لئے دعا بہت اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ احمدی خواتین سے ایک موقع پر خطاب فرماتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے دعا کی مدد سے خدا تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اختیار کرنے کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ دعاؤں کو بھی سنتا ہے اور دلوں کا حال بھی جانتا ہے۔ اس لئے نیک نیتی کے ساتھ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور ہر احمدی کو، عورت مرد کو یہ حکم ہے کہ دعائیں کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے تو اس پر قائم بھی رکھے اور شیطانی خیالات کو اللہ تعالیٰ مجھ پر حاوی نہ ہونے دے۔ اگر یہ سب کچھ ہو گا تو دنیا کی جو لذات ہیں، دنیا کے فیشن ہیں یا یہ احساسِ کمتری کہ اگر ہم دنیا کے مطابق نہ چلے تو ہمیں دنیا کیا کہے گی، یہ سب چیزیں بے حیثیت ہو جائیں گی۔ دین اور جماعت مقدّم ہو جائے گی۔ ایک احمدی لڑکی اپنی حیا کی حفاظت کرنے والی ہو جائے گی۔ اُس کو یہ خیال نہیں آئیں گے کہ کیا حرج ہے اگر میری تصویر رسالوں میں چھپ جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا جو پردہ کا حکم ہے اُسے اس بات سے روکے رکھے گا کہ یہ حرکت نہیں کرنی۔ یہ خیال پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے اور یہ حکم بھی پردہ کا اور اپنی حیا کا قرآنِ کریم کے حکموں میں سے ایک حکم ہے۔ اس لئے میں نے بہر حال اپنی حیا اور اپنے پردہ کی حفاظت کرنی ہے۔ تمام اُن باتوں پر عمل کرنا ہے یا کرنے کی کوشش کرنی ہے جن کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُن راستوں پر چلنے کی دعا مانگنی ہے جو اُس کی پسند کے راستے ہوں۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے ملنے والے ہر حکم کی تعمیل کر کے اپنے عہد کو پورا کرنا ہے کہ جو بھی معروف فیصلہ وہ کریں گے اُس کی پابندی ضروری سمجھوں گا اور یہ پابندی قرآنِ کریم میں ہے۔ جب اس سوچ کے ساتھ ہر عورت زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے گی، ہر مرد زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے گا تو پھر یہ کڑا جس پر اُس نے ہاتھ ڈالا ہے اُسے شیطانی اور دنیاوی خیالات سے بچانے کی ضمانت بن جائے گا۔ اس کی وضاحت بھی جو پہلے میں نے آیت تلاوت کی اُن میں سے اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے کہ: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (البقرۃ:258) کہ اللہ تعالیٰ اُن کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ پس اس بات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ جس کا دوست ہو جائے، شیطان وہاں آسکے۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ یوکے 8/ ستمبر 2012ء)

پردہ ہے علامت عصمت کی، پردہ ہے روایت عظمت کی
عورت کے تقدس کی خاطر کوئی اس سے حسیں تدبیر نہیں
پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگِ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں



﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔278﴾

ذیلی تنظیموں کا قیام، حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

مکرم سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ذیلی تنظیموں کا قیام، حضرت مصلح موعودؓ کا عظیم کارنامہ**

اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جو وعدے تھے اُن میں سے ایک وعدہ تا قیامت ایسی روحانی تربیت سے لبریز جماعت قائم کرنا تھی جو اپنی روحانی لَو سے دوسری لَو جلاتے ہوئے نیک اور مخلصین کی جماعت کو مستحکم کرتے چلے جائیں۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ آپؑ کی وفات کے بعد خلفاء کی ایسی قیادت مہیا کرتا چلا جائے جو حضرت مسیح موعودؑ کے اُستوار کردہ خطوط پر جماعت کو استحکام بخشتے جائیں۔ اس تقویٰ، طہارت اور الٰہی نور کو نسلاً بعد نسل منتقل کرنے کے گُر کو تمام خلفاء نے ہی خوب جانا اور اللہ کے دئے ہوئے قویٰ اور اُسی کی مدد سے اِسے نبھایا۔ بالخصوص موعود فرزندِ دلبند گرامی ارجمند حضرت

مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ اِسے خوب سمجھتے تھے۔ آپؓ نے مرکزی نظامِ جماعت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کے بعد جماعت میں ذیلی تنظیموں کا قیام فرما کر جماعت کے ہر فرد کو ایک مضبوط لڑی میں پرو دیا۔

آپؓ نے انسانی جسم کے نظام کا خوب سمجھا اور اِس کا بھرپور مطالعہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں ہنگامی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے بکثرت متبادل راستے تجویز کر رکھے ہیں۔ اگر ایک شریان بند ہو تو دوسری شریان نیا راستہ تلاش کر کے زندگی کو محفوظ کر لیتی ہے۔ ہم نے اکثر سنا ہے کہ ڈاکٹرز سے آپریشنز کے دوران بہت سی شریانیں اور باریک رگیں کٹ جاتی ہیں اور اُن رگوں میں بہنے والا خون متبادل رگوں کو تلاش کر کے خون کی روانی برقرار رکھتا ہے۔ اِسی مضمون کو سامنے رکھ کر آپؓ نے لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ ، مجلس خدام الاحمدیہ ، مجلس اطفال الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ کا قیام فرمایا اور نظامِ جماعت کے ساتھ ان کا رابطہ قائم کرتے ہوئے فرمایا:

”اگر ایک طرف نظارتیں جو نظام کی قائم مقام ہیں عوام کو بیدار کرتی رہیں اور دوسری طرف خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جو عوام کے قائم مقام ہیں نظام کو بیدار کرتے رہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کسی وقت جماعت کُلی طور پر گر جائے اور اس کا قدم ترقی کی طرف اٹھنے سے رک جائے۔ جب بھی ایک غافل ہو گا دوسرا اسے جگانے کے لئے تیار ہو گا..... یاد رکھو! اگر اصلاحِ جماعت کا سارا دارومدار نظارتوں پر ہی رہا تو جماعت احمدیہ کی زندگی کبھی لمبی نہیں ہو سکتی۔ یہ خدائی قانون ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا کہ ایک حصہ سوئے گا اور ایک حصہ جاگے گا۔ ایک حصہ غافل ہو گا اور ایک حصہ ہوشیار ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو گول بنا کر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے قانون میں یہ بات داخل ہے کہ دنیا کا ایک حصہ سوئے اور ایک حصہ جاگے.... یہی نظام اور عوام کے کام کا تسلسل دنیا میں دکھائی دیتا ہے۔“

(الفضل 17 نومبر 1943ء)

سامعین! ان سب تنظیموں نے جو اثرات مرتب کئے ان کا ذکر کرتے ہوئے مجلس احرار کا ترجمان زمزم لکھتا ہے:

"ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود و محصور اور مضبوط اور منظم ہیں۔ ایک حلقہ احمدیت ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا زن و مرد، بچہ بوڑھا، ہر احمدی مرکز "نبوت" پر مرکوز و مجتمع ہے۔ مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم و احساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں۔ اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماء اللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر اس کا جداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔ چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اور حلقہ ہے۔ انصاراللہ جس میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اٹھنے اور منظم ہونے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدان جہاد میں لا کھڑا کیا..... میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدان کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیار شرافت ہے۔"

(زمزم لاہور 23 جنوری 1945ء بحوالہ الفضل 18 اپریل 1945ء)

حضورؓ نے ایک موقع پر خدام، اطفال، انصار اور لجنہ کو نظام جماعت کی چار دیواری سے تشبیہہ دے کر اِن تنظیموں میں تمام احباب و خواتین کو اُن کی ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھروں کی دیواروں کی حفاظت کرتے ہیں، سفیدی، رنگ و روغن کرتے اور اُن کی مرمتیں کرواتے رہتے ہیں تا اِن پر قائم چھت مضبوط رہے اِسی طرح اپنے اعمال، نیکیوں اور تقوٰی سے جماعت کی اِن ذیلی تنظیموں کی صورت میں دیواروں کو مضبوط کرنا اور رکھنا ہمارا فرض ہے۔

سامعین! اب مَیں ذیلی تنظیموں کے قیام کو اُسی ترتیب سے آپ سامعین کے سامنے رکھتا ہوں جس ترتیب سے اِن کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلے لجنہ اماءِ اللہ کو لیتے ہیں۔

لجنہ اماء اللہ کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی زوجہ مکرمہ امۃ الحیٔ صاحبہ کی تحریک پر 25 دسمبر 1922ء کو لجنہ اماءِ اللہ کی بنیاد رکھی۔ جب اس تنظیم کا قیام عمل میں آیا تو لجنہ کی ممبرات نے اُمّ المؤمنین حضرت نصرت جہاں بیگمؓ کی خدمت میں اس کی صدارت قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپؓ نے پہلے ہی اجلاس میں حضرت اُمِّ ناصرؓ کو اپنی جگہ بٹھا کر صدارت کے لئے آپ کو نامزد فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 15 دسمبر 1922ء کو اپنے قلم سے قادیان کی مستورات کے نام ایک 17 نکاتی مضمون میں عورتوں کو دینی تعلیم و تربیت کے لئے ایک مجلس کے قیام کی ترغیب دی اور فرمایا کہ جو عورتیں اس سے متفق ہوں وہ مجھے اطلاع دیں۔ اس ابتدائی تحریک پر قادیان کی تیرہ خواتین نے دستخط کئے۔ حضورؓ کے فرمان پر 25 دسمبر 1922ء کو دستخط کرنے والی تمام خواتین حضرت اماں جانؓ کے گھر میں جمع ہوئیں۔ حضور نے نماز ظہر کے بعد ایک مختصر تقریر فرمائی اور لجنہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس اجلاس اوّل کے بعد لجنہ اماء اللہ کے مفصل قواعد رسالہ تادیب النساء میں شائع کر دئے گئے اور اس طرح باقاعدہ سرگرمیوں کا آغاز ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے احمدی مستورات کی اصلاح و تنظیم کے لئے فروری اور مارچ 1923ء کے تین اجلاسوں میں نہایت جامعیت کے ساتھ دینی اور دنیاوی علوم کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حضورؓ نے خدمتِ دین کا عملی جوش پیدا کرنے کے لئے تعمیر مسجد برلن کی ذمّہ داری بھی احمدی مستورات پر ڈالی اور اس کے لئے چندہ کی فراہمی کا کام "لجنہ اماء اللہ" کے سپرد فرمایا اور دو سال بعد خواتین میں دینی تعلیم عام کرنے کے لئے 17 مارچ 1925ء کو مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا۔ جس میں حضورؓ اور دیگر علمائے کرام تعلیم دیتے رہے اِس کے نتیجہ میں خواتین کے مرکزی اداروں اور درسگاہوں کے لئے معلمات اور کارکنات میسّر آتی رہیں۔ 15 دسمبر 1926ء کو لجنہ کا ماہوار رسالہ "مصباح" جاری ہوا جس سے احمدی خواتین کی تربیت و تنظیم کو بہت تقویت پہنچی۔

سامعین! ممبرات میں علمی ذوق بڑھانے کی بات ہو رہی ہے اِس ضمن میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ 16 ستمبر 1927ء کو حضرت امۃ الحئ صاحبہ کی یاد میں "امۃ الحئ لائبریری" کا قیام عمل میں آیا اور اس کی نگرانی حضرت سیدہ اُمّ طاہر کو تفویض ہوئی۔ پارٹیشن کے بعد اس لائبریری کا احیاء جنوری 1960ء کو ربوہ میں ہوا۔

1930ء میں لجنہ کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا حق ملا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یکم اپریل 1938ء کو حکم دیا کہ جہاں جہاں لجنہ ابھی قائم نہیں ہوئی وہاں کی عورتیں اپنے ہاں لجنہ اماء اللہ قائم کریں اور وہ بھی اپنے آپ کو تحریک جدید کا حصہ سمجھیں۔ ماہ اپریل 1944ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو الہام ہوا۔ "اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی۔"

سامعین! لجنہ اماء اللہ کی تنظیم اپنی نوعیت اور ہیئت کے اعتبار سے ایک مثالی تنظیم بنتی گئی۔ مولوی عبد المجید صاحب قرشی ایڈیٹر اخبار تنظیم امرتسر نے اِس بارہ میں لکھا:

"لجنہ اماء اللہ قادیان احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاحی مجالس قائم کی گئی ہیں اور اس طرح پر وہ تحریک جو مردوں کی طرف اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام احمدیہ خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگذاریاں اخبارات میں چھپ رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پُر جوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 310)

ناصرات الاحمدیہ کا قیام

سامعین! حاضرین کی دلچسپی برقرار رکھنے کے کئے ناصرات الاحمدیہ کے قیام کا ذکر کر دوں۔ فروری 1939ء میں احمدی بچیوں کے لئے "ناصرات الاحمدیہ" کے نام سے ایک انجمن کا قیام عمل میں آیا جس کی

صدر محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ، سیکرٹری صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور اسسٹنٹ سیکرٹری طاہرہ بیگم صاحبہ مقرر ہوئیں۔

(الفضل 5 جولائی 1939ء)

ناصرات الاحمدیہ کی محرک مکرمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کا بیان ہے کہ:

"جب میں دینیات کلاس میں پڑھتی تھی۔ میرے ذہن میں یہ تجویز آئی کہ جس طرح خواتین کی تعلیم وتربیت کے لئے لجنہ اماء اللہ قائم ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی کوئی مجلس ہونی چاہئے۔ چنانچہ محترم ملک سیف الرحمٰن صاحب کی بیگم صاحبہ اور مکرم و محترم حافظ بشیر الدین صاحب کی بیگم صاحبہ اور اسی طرح اپنی کلاس کی بعض اور بہنوں سے اس خواہش کا اظہار کیا اور ہم سب نے مل کر لڑکیوں کی ایک انجمن بنائی جس کا نام حضرت اقدس کی منظوری سے ناصرات الاحمدیہ رکھا گیا۔ شروع میں تو اس کے اجلاس بھی ہمارے سکول میں ہوتے رہے اور سکول کی طالبات ہی اس کی ممبر رہیں۔ لیکن میری شادی کے بعد جب میں سندھ چلی گئی تو اس مجلس کا انتظام لجنہ اماء اللہ نے سنبھال لیا اور اس کے زیر انتظام اس مجلس کے امور سرانجام پاتے رہے۔"

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احمدی عورتوں کی عمومی تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے حضور کی دیگر تحریکات کا ذکر کر دیا جائے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مبارک ہاتھوں مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام 1938ء کے آغاز میں ہوا۔ تاہر زمانے میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تربیت اس طور پر ہوتی رہے کہ وہ احمدیت کا جھنڈا وہ بلند رکھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی براہ راست قیادت، غیر معمولی توجہ اور حیرت انگیز قوت قدسی کی بدولت مجلس خدام الاحمدیہ میں تربیت پانے کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کو ایسے مخلص اور ایثار پیشہ اور درد مند دل رکھنے والے اور انتظامی قابلیتیں اور صلاحیتیں رکھنے والے مدبّر دماغ میسر آتے گئے جنہوں نے آگے چل کر

سلسلہ احمدیہ کی عظیم ذمّہ داریوں کا بوجھ نہایت خوش اسلوبی اور کامیابی سے اپنے کندھوں پر اٹھایا اور آئندہ زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ ہر نسل میں ایسے لوگ پیدا کرتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں۔ یہاں تک یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔"

(الفضل 17 فروری 1939ء)

سامعین! 31 جنوری 1938ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خصوصی اجازت اور شیخ محبوب عالم صاحب ایم اے کی دعوت پر قادیان کے دس نوجوان ان کے مکان (متصل بورڈنگ مدرسہ احمدیہ) پر جمع ہوئے۔

ان دس احباب نے صدارت کے لئے مولوی قمر الدین صاحب کا اور سیکرٹری کے لئے شیخ محبوب عالم صاحب خالد کا انتخاب کیا۔ ان نوجوانوں نے خدا تعالیٰ کے فضل و نصرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے تائید خلافت میں کوشاں رہنے اور اس کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کے خلاف سینہ سپر ہونے کا عزم کیا۔

حضورؓ نے 4 فروری 1938ء کو اس تنظیم کو "مجلس خدام الاحمدیہ" کے نام سے موسوم فرمایا اور فروری اور مارچ میں قادیان کے مختلف حلقوں میں اس کی شاخیں قائم کر دی گئیں۔ اس دوران میں مجلس کا کام یہ تھا کہ اس کے ارکان قرآن و حدیث، تاریخ، فقہ اور احمدیت کے متعلق کتب دینیہ کا مطالعہ کرتے اور مخالف احمدیت فتنوں کے جواب میں تحقیق و تدقیق کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اِن اراکین کی ابتدائی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اگر دوست چاہتے ہیں کہ وہ تحریک جدید کو کامیاب بنائیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح ہر جگہ لجنات اماء اللہ قائم ہیں اسی طرح ہر جگہ نوجوانوں کی انجمنیں قائم کریں۔ قادیان میں بعض نوجوانوں کے

دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے مجھ سے اجازت حاصل کرتے ہوئے ایک مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے قائم کر دی ہے ..... میں نے خاص طور پر انہیں یہ ہدایت دی ہے کہ جن لوگوں کی شخصیتیں نمایاں ہو چکی ہیں ان کو اپنے اندر شامل نہ کیا جائے تا انہیں خود کام کرنے کا موقع ملے ہاں دوسرے درجہ یا تیسرے درجہ کے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے تا انہیں خود کام کرنے کی مشق ہو اور قومی کاموں کو سمجھ سکیں اور انہیں سنبھال سکیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ اس وقت تک انہوں نے جو کام کیا ہے اچھا کیا ہے اور محنت سے کیا ہے..... شروع میں وہ بہت گھبرائے۔ انہوں نے اِدھر اُدھر سے کتابیں لیں اور پڑھیں اور لوگوں سے دریافت کیا کہ فلاں بات کا کیا جواب دیں۔ مضمون لکھے اور بار بار کاٹے مگر جب مضمون تیار ہو گئے اور انہوں نے شائع کئے تو وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے۔"

(الفضل 10 اپریل 1938ء)

سامعین! اپریل 1938ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ قبل ازیں مجلس خدام الاحمدیہ کا کام صرف علمی حد تک تھا۔ مگر اب اس کا پروگرام مندرجہ ذیل تجویز ہوا:

1۔ اپنے ہاتھ سے روزانہ اجتماعی صورت میں آدھا گھنٹہ کام کرنا

2۔ درس و تدریس۔

3۔ تلقین پابندی نماز۔

4۔ بیوگان، معذوروں اور مریضوں کی خبر گیری۔

5۔ تکفین و تدفین اور تقاریب میں امداد وغیرہ

اس بنیادی پروگرام کے ساتھ ساتھ حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت کے نوجوانوں کو آوارہ گردی کو روکنے اور فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کی طرف بھی متوجہ فرمایا۔

ان ابتدائی مراحل سے گزرنے کے بعد بالآخر خدام الاحمدیہ کا مستقل لائحہ عمل حسب ذیل قرار پایا اور اسی کے مطابق مجلس کا کام بھی مختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا۔

1۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم

2۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں میں قومی روح اور ایثار پیدا کرنا

3۔ دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت

4۔ نوجوانوں میں ہاتھ سے کام کرنے اور صاف ماحول میں رہنے کی عادت پیدا کرنا۔

5۔ نوجوانوں میں مستقل مزاجی پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

6۔ نوجوانوں کی ذہانت کو تیز کرنا۔

7۔ نوجوانوں کو قومی بوجھ اٹھانے کے قابل بنانے کے لئے ان کی ورزش جسمانی کا اہتمام

8۔ نوجوانوں کو دینی اخلاق میں رنگین کرنا (مثلاً سچ، دیانت اور پابندی نماز وغیرہ)

9۔ قوم کے بچوں کو اس رنگ میں تربیت اور نگرانی کہ ان کی آئندہ زندگیاں قوم کے لئے مفید ثابت ہو سکیں۔

10۔ نوجوانوں کو سلسلہ کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے کی ترغیب و تحریص

11۔ نوجوانوں میں خدمت خلق کا جذبہ

12۔ نوجوانان سلسلہ کی بہتری کے لئے حتی الوسع ہر مفید بات کو جامۂ عمل پہنانا

سامعین! یہ تنظیم جماعت احمدیہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے جس کا ماٹو "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" اور "تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں" ہے۔

اس تنظیم کی تربیت خلفاء سلسلہ کے مقدس ہاتھوں سے ہوتی رہی اور خود حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خلافت سے قبل اِن تنظیموں کے صدر رہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی کلیدی عہدوں پر خدمات سرانجام دیں ہیں۔

26 جولائی 1940ء کو حضورؓ نے مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کا اعلان فرمایا۔ یہ تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر نگرانی بہترین تربیتی و تعلیمی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

مجلس انصار اللہ کا قیام

سامعین! دو تنظیموں کے قیام کی وجہ سے جماعت میں خدمت دین کا ایک خاص ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ جبکہ تیسرا طبقہ یعنی جماعت کے بزرگ احباب کو سٹریم لائن میں لانا ابھی باقی تھا۔ چنانچہ حضورؓ نے 26 جولائی 1940ء کو چالیس سال سے اوپر کے احمدیوں کی ایک مستقل تنظیم کی بنیاد رکھی، جس کا نام "مجلس

انصاراللہ" تجویز فرمایا اور آغاز سے ہی قادیان میں رہنے والے اس عمر کے تمام احمدیوں کی شمولیت اس میں لازمی اور ضروری قرار دی۔ انصاراللہ کی تنظیم کا عارضی پریذیڈنٹ مولوی شیر علی صاحب کو نامزد فرمایا۔ اس موقع پر حضور نے مجلس انصاراللہ کی نسبت بعض بنیادی ہدایات بھی دیں۔ حضورؓ نے فرمایا:

"چالیس سال سے اوپر والے جس قدر آدمی ہیں وہ انصاراللہ کے نام سے اپنی ایک انجمن بنائیں اور قادیان کے وہ تمام لوگ جو چالیس سال سے اوپر ہیں اس میں شریک ہوں۔ ان کے لئے لازمی ہو گا کہ وہ روزانہ آدھ گھنٹہ خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ اگر مناسب سمجھا گیا تو بعض لوگوں سے روزانہ آدھ گھنٹہ لینے کی بجائے مہینہ میں 3 دن یا کم و بیش اکھٹے بھی لئے جا سکتے ہیں۔ مگر بہر حال تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا بغیر استثناء کے قادیان میں منظم ہو جانا لازمی ہے..... تین سیکرٹری میں نے اس لئے مقرر کئے ہیں کہ مختلف محلوں میں کام کرنے کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے ان کو فوراً قادیان کے مختلف حصوں میں اپنے آدمی بٹھا دینے چاہئیں اور چالیس سال سے اوپر عمر رکھنے والے تمام لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنا چاہئے۔ یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ لوگوں کو کس قسم کے کاموں میں سہولت ہو سکتی ہے اور جو شخص جس کام کے لئے موزوں ہو اس کے لئے اس سے نصف گھنٹہ روزانہ کام لیا جائے۔ یہ نصف گھنٹہ کم سے کم وقت ہے اور ضرورت پر اس سے بھی زیادہ وقت لیا جا سکتا ہے۔ میرا ان دونوں مجلسوں سے ایسا ہی تعلق ہو گا جیسا مربی کا تعلق ہوتا ہے اور ان کے کام کی آخری نگرانی میرے ذمّہ ہو گی یا جو بھی خلیفہ وقت ہو۔ میرا اختیار ہو گا کہ جب بھی مناسب سمجھوں ان دونوں مجلسوں کا اجلاس اپنی صدارت میں بلالوں اور اپنی موجودگی میں ان کو اپنا اجلاس منعقد کرنے کے لئے کہوں۔

یہ اعلان پہلے صرف قادیان والوں کے لئے ہے اس لئے ان کو میں پھر متنبہ کرتا ہوں کہ کوئی فرد اپنی مرضی سے ان مجالس سے باہر نہیں رہ سکتا۔ سوائے اس کے جو اپنی مرضی سے ہمیں چھوڑ کر الگ ہو جانا چاہتا ہو۔ ہر شخص کو حکمًا اس تنظیم میں شامل ہونا پڑے گا اور اس تنظیم کے ذریعہ علاوہ اور کاموں کے اس امر کی بھی نگرانی رکھی جائے گی کہ کوئی شخص ایسا نہ رہے جو مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے کا پابند نہ ہو۔ سوائے ان زمینداروں کے جنہیں کھیتوں میں کام کرنا پڑتا ہے۔ یا سوائے ان مزدوروں کے جنہیں کام کے لئے باہر جانا پڑتا ہے۔ گو ایسے لوگوں کے لئے بھی میرے نزدیک کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہونا چاہئے

جس کے ماتحت وہ اپنی قریب ترین مسجد میں نماز باجماعت پڑھ سکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں بیرونی جماعتوں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدام الاحمدیہ کی مجالس تو اکثر جگہ قائم ہی ہیں۔ اب انہیں ہر جگہ چالیس سال سے زائد عمر والوں کے لئے مجالس انصار اللہ قائم کرنی چاہئیں۔ ان مجالس کے وہی قواعد ہوں گے جو قادیان میں مجلس انصار اللہ کے قواعد ہوں گے۔ مگر سردست باہر کی جماعتوں میں داخلہ فرض کے طور پر نہیں ہو گا بلکہ ان مجالس میں شامل ہونا ان کی مرضی پر موقوف ہو گا۔ لیکن جو پریذیڈنٹ یا امیر یا سیکرٹری ہیں ان کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مجلس میں شامل ہوں۔ کوئی امیر نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ کوئی پریذیڈنٹ نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو اور کوئی سیکرٹری نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی عمر کے لحاظ سے انصار اللہ یا خدام الاحمدیہ کا ممبر نہ ہو۔ اگر اس کی عمر پندرہ سال سے اوپر اور چالیس سال سے کم ہے تو اس کے لئے خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا اور اگر وہ چالیس سال سے اوپر ہے تو اس کے لئے انصار اللہ کا ممبر ہونا ضروری ہو گا۔ اس طرح ڈیڑھ سال تک دیکھنے کے بعد خدا نے چاہا تو آہستہ آہستہ باہر بھی ان مجالس میں شامل ہونا لازمی کر دیا جائے گا۔"

(الفضل یکم اگست 1940ء)

سامعین! وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خلافت کے سایہ تلے یہ تنظیمیں پھیلتی، پھلتی اور پھولتی رہیں اور قادیان کے چھوٹے سے ماحول میں جنم لینے والیں یہ تنظیمیں ترقی کرتی ہوئیں کُل عالَم میں پھیل گئیں۔ کہاں مرکز کا صدر مرکزیہ کہلاتا تھا اور وہ حسبِ ضرورت اور حسبِ گنجائش دنیا بھر میں تشکیل پانے والی ذیلی تنظیموں کا جائزہ لینے اور انہیں گائیڈ لائن دینے دورہ کیا کرتا تھا جبکہ اب ہر ملک میں ہر تنظیم کا الگ سے صدر ہے جو براہِ راست خلیفۃ المسیح کی رہنمائی میں کام کرتا ہے یا کرتی ہے۔ اِن کے الگ سے اجتماعات ہوتے ہیں، الگ سے چندہ کا نظام ہے، الگ سے عہدیدار ہیں۔ اِن کے خلیفۃ المسیح کی سربراہی میں الگ سے نگران مقرر ہیں جو حضور ایدہ اللہ سے رہنمائی لے کر مختلف ممالک کے صدور تک ہدایات پہنچاتے ہیں اور یوں یہ تنظیمیں تمام دنیا میں احمدیت اور انسانیت کی خاطر قابل رشک خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا چلا جائے۔ آمین

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو
ظلمتِ رنج و غم و درد سے محفوظ رہو
مہرِ انوار درخشندہ رہے شام نہ ہو

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴿17﴾ ﴿مشاہدات۔319﴾

جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت وبرکات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرہ: 4)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

خدمت دین کو ایک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

میرے خدام بھائیو! آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے، وہ ہے۔ **جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت وبرکات**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا کر انسان پر جہاں احسانِ عظیم کیا وہاں انسان سے اپنے نام اور توحید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے قربانی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ہمارے بزرگوں نے **"انفاق فی سبیل اللہ"** کی تشریح میں لکھا ہے کہ **"انفاق فی سبیل اللہ"** میں صرف اموال کی قربانی مراد نہیں ہے بلکہ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں، اُس کا وقت، اُس کی جان، اُس کی عزت اور خدا تعالیٰ کی دیگر عطایا وغیرہ کی بھی قربانی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام اور اُس کے پیغام کو اکنافِ عالَم میں پھیلانے کے لئے خرچ کرنی چاہئے۔ انسان کو جو قیمتی وقت دیا ہے اس میں سے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اعلائے کلمہ حق اور معاشرہ میں اصلاح احوال اور مخلوق الٰہی کی تعلیم وتربیت کے لئے خرچ کرے تا شکرانہ کا حق بھی ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ایک مومن کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:63)

آج اِس دنیوی دور میں (جب دین سے دوری عام ہے) حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتی تعلیمات کا ایک نچوڑ اور خلاصے کو بیعت کا حصہ بنا دیا کہ بیعت کے وقت ہر احمدی اس بات کا عہد کرے کہ **"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"**۔ یعنی میرے ہر کام، میری ہر حرکت اور ہر سکون میں دین ہی مقدم ہو گا نہ کہ دنیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس سلسلہ میں ایک موقع پر بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بیعت کے معنی ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے۔ تم لوگ جب اپنا بیل (Cow) دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

پھر آپ نے فرمایا:

"ہمارے ذمّہ جیسا کہ مَیں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے

رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔"

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

ان ارشادات کی روشنی میں خدمت دین کے جو بھی پہلو ہیں ان تمام کا احاطہ کر کے دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ جس کے لئے منصوبہ بندی کرنی ہوتی ہے۔ **جس کا بہترین ذریعہ میٹنگز واجلاسات اور دیگر پروگرامز ہیں۔** عہدیداران پر لازم ہے کہ ان کا حق کریں اور اعلیٰ عہدیداران کی طرف سے جب اور جہاں میٹنگ بلائی جائے ان کی آواز پر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے حاضر ہونا اور مشوروں میں شامل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ عہدہ ایک امانت ہے۔ اور امانت کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمّہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

حضور انور نے خطبہ جمعہ 2 مئی 2008ء میں فرمایا:

"ہر عہدیدار کے پاس کوئی بھی جماعتی کام ایک امانت ہے اسے ایمانداری سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند سے باہر نکل جائے نہ اس کا دین رہتا ہے اور نہ اس کی دنیا رہتی ہے۔"

جماعتی میٹنگز میں شمولیت

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **"ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ ان باغوں میں چرنے کی کوشش کیا کرو"** اس ارشاد نبویؐ سے اجلاسات کی اہمیت ظاہر و باہر ہے۔ ہمارے اجلاسات اور جماعتی میٹنگز میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور انہی مجالس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا

سایہ مجلس کے اختتام تک رہتا ہے۔ بلکہ ایسی مجالس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ”ان سب کے لئے میری طرف سے مغفرت لکھ دو“

تواریخ میں ایک واقعہ یوں درج ہے کہ ایک آدمی کا سفر میں ذکر کی ایک مجلس کے پاس سے گزر ہوا۔ وہ شخص وہاں بیٹھ گیا۔ ذکر الٰہی اور حمد وثناء میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ نے چند لمحے ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کی بدولت اس شخص کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صادقوں کی معیت یعنی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ہماری یہ میٹنگز، اجلاسات محض رضائے الٰہی اور اعلاء کلمۃ الحق کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے ہوتے ہیں اس لئے اس میں شامل افراد نیک، صالح اور صادق ہیں۔ جن کی ان میٹنگز و اجلاسات میں صحبت حاصل ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (حدیثِ قدسی ہے) کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر مجالس منعقد کرتے ہیں اور مِل بیٹھتے ہیں اور میری محبت میں اور میری رضا کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے پاس جاتے اور ملاقاتیں کرتے ہیں اور میری خاطر اپنے نفوس کی قربانی کرتے ہیں اُن کے لئے مَیں نے اپنی محبت کو واجب کر لیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی عظمت و اہمیت اور ان میں شامل ہونے والوں کے بلند مقام اور ان کو ترغیب دلاتے ہوئے نیز جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”مؤمن کو چاہئے کہ وہ سلسلہ کی کمیٹیوں کو پارلیمنٹ کی ممبری سے بھی زیادہ مُوجبِ عزت خیال کرے۔ جب تک جماعت میں یہ اِحساس پیدا نہیں ہو گا وہ اپنا کام کامیابی سے جاری نہیں رکھ سکتی... وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا۔ جاؤ! تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ

نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔۔۔ اگر تم اِس وقت جماعتی کاموں میں حصہ نہیں لیتے اور انہیں اپنے لئے مُوجبِ عزت خیال نہیں کرتے تو تمہاری اولادیں آئندہ انعامات سے محروم ہو جائیں گی۔ لوگ اپنی زندگیوں میں اپنی اولادوں کے لئے ہزاروں ہزار روپیہ جائیدادیں بنا جاتے ہیں تا اُن کے کام آئیں۔ تم بھی اگر سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے رہو گے تو تمہارا ایسا کرنا تمہاری اولاد کے لئے ایک بھاری جائیداد ثابت ہو گا۔"

(رپورٹ مجلس شوریٰ 1956ء)

کلاسز اور اجلاسات منعقد کرنے کی تاکید

خدام بھائیو! ایک دفعہ چند خدام مرکز تربیتی کلاس کے لئے تشریف لائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان سے واپس جا کر اجلاسات و کلاسز منعقد کر کے سیکھی ہوئی تعلیم کو آگے دوسرے خدام تک پہنچانے اور انہیں سکھانے کے حوالہ سے فرمایا:

"آپ نوجوانوں کا فرض ہے کہ یہاں آئیں اور دین سیکھیں اور پھر جو کچھ سیکھیں اسے اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی مجلس میں واپس جا کر دوسرے دوستوں کو بھی بتائیں کہ آپ نے یہاں آ کر کیا کچھ سیکھا ہے۔ اپنی مجالس میں واپس جا کر وہاں ایک کلاس جاری کر کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک روزانہ ایک ماہ یا دو ماہ تک روزانہ دوسرے خدام کو پڑھائیں ورنہ اس بات کا کوئی فائدہ نہیں کہ اتنی بڑی جماعت میں سے 80 یا 150 طالب علم یہاں آئیں اور تعلیم حاصل کریں اور دوسرے سب نوجوانوں کو اس سے محروم رکھا جائے۔ یہ دوسروں پر بہت بڑا ظلم ہے اور اس ظلم میں آپ بھی شریک ہیں کیونکہ آپ یہاں آتے ہیں۔ کلاس میں شامل ہوتے ہیں لیکن آپ نوٹ نہیں لیتے اور اپنے آپ کو اس قابل نہیں بناتے کہ اپنے

دوسرے بھائیوں کے سامنے ان دلائل کو رکھیں اوران کو آیات قرآنیہ سکھائیں اوراس طرح اپنے آپ کو بھی اوردوسرے نوجوان بھائیوں کو بھی احمدیت کے عالم بنانے کی کوشش کریں۔"

(مشعل راہ جلد2 صفحہ 40)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اجلاسوں میں، اجتماعوں میں جلسوں میں آکر جو سیکھا جاتا ہے۔ وہیں چھوڑ کر نہ چلے جایا کریں۔ یہ تو بالکل جہالت کی بات ہوگی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔"

(خطبات مسرور جلد2 صفحہ 423)

اراکین کو میٹنگز میں شامل ہونے کی ضروری تاکید

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 13 دسمبر 2009ء کو بیلجیم کی نیشنل مجلس عاملہ کے اجلاس میں فرمایا۔

"ہر مہینہ عاملہ کی میٹنگ ہونی چاہئے عاملہ کے جو سیکرٹریان باوجود یاددہانیوں کے اجلاس میں شامل نہیں ہوتے ان کے نام مرکز کو بھجوائیں تاکہ ان کو ہٹایا جائے۔"

پھر فرمایا:

"میٹنگ ضرور ہونی چاہئے اور پھر جو غیر حاضر ہوں ان کی رپورٹ ضرور آنی چاہئے۔"

(الفضل انٹرنیشنل لندن 8 تا 14 جنوری 2010ء صفحہ 8)

اسی دورہ کے دوران لجنہ اماء اللہ جرمنی کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 دسمبر 2009ء میں حضورانور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی بعض ایسی ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہیں لیکن وہ میٹنگز، اجلاسات میں نہیں آتیں اور مرکز سے ان کا رابطہ بھی نہیں ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا:

"ان کے نام مجھے لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو وقف نو سے فارغ کیا جاسکے۔"

(الفضل انٹرنیشنل لندن 29 تا 4 جنوری 2010ء صفحہ 10)

اجلاسات، اجتماعات و میٹنگز کے دیگر فوائد

صحبتِ صالحین کا ذکر مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ ان صادق اور نیک لوگوں کے صدق و استقلال کو دیکھ کر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نمازوں کی ادائیگی باجماعت ہو جاتی ہے۔ صف بندی، وقت کی پابندی، امیر و غریب کی تفریق، نظم و ضبط، علم سیکھنے اور بڑھانے کے ذریعہ کے علاوہ یہ محافل پاک تبدیلیوں کا موجب بنتی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہ یہ اجلاسات روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہیں، دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک موقع پر ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کی ماؤں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے بچے اچھے نمبروں میں پاس ہوں تو انہیں خدمت دین کرنے اور اجلاسات میں بھجوایا کریں۔"

روحانی تجارت، روحانی ہجرت

اے میرے نوجوان بھائیو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روحانی تجارت اور روحانی ہجرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس مضمون پر غور کریں تو یہ ہمیں جماعتی کاموں اور جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت دی، صلاحیتیں بخشیں، استعدادیں عطا کیں، وقت دیا اور سوچ کے لئے عقل عنایت کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، دوسرے جانوروں اور چرند پرند سے ممتاز کیا۔ بولنے کی قوت اور صلاحیت عطا کی ان تمام خداداد قوتوں اور صلاحیتوں، سوچوں کا درست اور صحیح استعمال اللہ کے دین کی خدمت ہی ہے۔ اس خدائے واحد و یگانہ کی عبادت میں شامل ہے۔

جس وقت خلیفۃ المسیح یا ان کے کسی نمائندہ کی طرف سے خدمتِ دین کے لئے بلایا جائے۔ کسی میٹنگ میں شمولیت کے لئے کہا جائے تو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے بھاگتے ہوئے اس میں شامل ہوں۔ یہی وہ روحانی تجارت ہے۔ جو انسان اپنے مالک حقیقی اور رب سے کرتا ہے اور اس کے منافع سے نہ صرف خود مستفیض ہوتا ہے بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی نسلیں بھی اس کے منافع سے حصہ لیتی رہتی ہیں اور یہی وہ روحانی ہجرت ہے جو اپنے مقام سے اس میٹنگ کے مقام تک اللہ کی خاطر کی جاتی ہے۔ جس کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں، فضل اور انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ یہی وہ لطیف مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے اور ایک خدا کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھی انسان کو دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کے جسمانی اعضاء اور طاقتیں بھی اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی رکھی ہیں جو اسے دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہیں۔ پس یہ انسان کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیتوں، اپنی ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو دیکھے اور ان ایجادات اور سہولیات کی طرف دیکھے جو ان صلاحیتوں کی وجہ سے اسے ملیں تو بجائے خدا سے دور لے جانے کے اسے خدا کے قریب کرنے والی بنیں اور وہ اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے کے قابل ہو سکے۔"

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 178-179)

زندگی، عمر اور رزق بڑھانے کا ذریعہ

خدمتِ دین سے انسان کی جہاں زندگی اور عمر میں برکت پڑتی ہے۔ وہاں اموال بھی بڑھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں کیا علم کہ اس (بیٹے) کی خدمتِ دین کی وجہ سے تمہیں رزق مل رہا ہے اور جو شخص نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ انسانیت کے لئے کام کرتا ہے اور دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے وہ یَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ یعنی اس کا نام رہتی دنیا تک یادگار رہتا۔

دین کی خاطر وقت دینے والوں کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا

اور یہی وہ خدمت دین کرنے والے دوست ہیں جن کے لئے دعا کا بے پناہ جوش حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے

لئے، خدا کے رسولؐ کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد والم پہنچے وہ در حقیقت مجھے پہنچتا ہے۔"

پھر فرمایا:

"ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں۔ جس رنگ اور طرز کی خدمت جس سے بن پڑے کرے۔"

پھر فرمایا:

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت اسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو۔ ورنہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں۔"

اس کے بعد حضرت مولوی عبد الکریم صاحب لکھتے ہیں:

"مجھے اس پر کسی حاشیہ اور تفسیر کی ضرورت نہیں۔ حضرت کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمت دین کا جوش تھا۔"

میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی ایک برکت، طاقت و قوت اور اتحاد کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے۔ دشمن جماعت کے کاموں کی خاطر خدام دین میں منہمک دیکھ کر اس پر ایک رعب اور دبدبہ طاری رہتا ہے بلکہ اس کے لئے 100 بار پہلے سوچتا ہے۔

خدام بھائیو! حضرت مصلح موعودؓ نے جب ذیلی تنظیمیں بنائی تھیں۔ اس وقت خدمت کے لئے کم از کم آدھ گھنٹہ روزانہ کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک معرکہ آراء خطاب کے آخر پر احباب جماعت کو ان الفاظ میں بُلایا ہے۔

"اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لَرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہائے تکبیر اور نعرہائے شہادتِ توحید

کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیحؑ سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے، مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ 1953ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے:

"خوشی اور مسرت اور عزم اور یقین کے ساتھ آگے بڑھو۔ تبلیغ کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہزارہا احمدی سینوں میں یہ لَو جل رہی ہے اس کو بجھنے نہیں دینا، اس کو بجھنے نہیں دینا، تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم اس کو بجھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔ میں خدائے ذوالجلال والاکرام کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دے گا۔ یہ لَو بلند تر ہو گی اور پھیلے گی اور سینہ بہ سینہ روشن ہوتی چلی جائے گی اور تمام روئے زمین کو گھیر لے گی اور تمام تاریکیوں کو اجالوں میں بدل دے گی"

(خطبہ جمعہ 12 اگست 1983ء)

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا کہ حضور! آپ پر مری جان قربان۔ حضور نے جواباً تحریر فرمایا:

"اگر آپ اپنے کام سے وقت نکال کر جماعت کے کام میں صرف کریں گے تو پھر جان بھی قربان سمجھی جائے گی ورنہ اگر وقت نہیں تو جان کیسے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 نومبر 1993ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ نیوزی لینڈ سے مخاطب ہو کر جماعتی خدمات کی یوں ترغیب دلائی:

"خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کو کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ احمدیت تو انشاء اللہ پھیلے گی۔ نئے آئیں گے اور مضبوط ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اپنی نسلوں کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے اس لئے ہوش کریں۔ اب باتیں چھوڑیں اور کام کرنے کی سکیم بنائیں اور Active ہو کر کام کریں۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد یہ کام کیا ہے کہ ہم پیغام پہنچائیں۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے باقی نتیجہ پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ آپ کی کوشش میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔"

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 150-151)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلفاء کی توقعات اور اُمنگوں کے مطابق کام کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے تاہم اور ہماری نسلیں اللہ کے اُن تمام انعامات کے وارث ٹھہریں جن کی ایک جھلک مَیں نے اوپر بیان کی ہے۔ آمین

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گذارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِ

۞۞۞۞

﴿18﴾ ﴿مشاہدات۔697﴾

چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (الشعراء:216)

یعنی اپنے پَر مؤمنوں میں سے اُن کے لئے جو تیری پیروی کرتے ہیں، جُھکا دے۔

وہ رحمتِ عالَم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد مبارک ہے۔ جو یہ ہے کہ "لَيسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعرِفْ حَقَّ كَبِيرِنَا"

(الادب المفرد للبخاری باب رحمة الصغير)

کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں سے رحم کا سلوک نہیں کرتا اور ہمارے بڑوں کے حقوق کا پاس نہیں کرتا۔

اِس حدیث میں باہمی تعلقات کا ایک لطیف گُربیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی بڑے چھوٹوں پر رحم کریں اور چھوٹے بڑوں کا ادب کریں اور اُن کے حقوق کا خیال رکھیں۔

"چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب" اُن اخلاقِ فاضلہ میں سے ایک ہے جو معاشرہ میں بمنزلہ روح کے ہیں۔ اِس سے معاشرہ میں احترام، محبت اور اعتماد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

"چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب" اُن صفاتِ حسنہ میں سے ہے جو انسان کے کردار کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہیں۔

دنیا کے مختلف معاشروں میں بالعموم بڑوں کا ادب، بڑوں کو عزت و احترام دینے کا سبق ملتا ہے۔ لیکن اسلام ہر دو کی عزت واحترام کو یکساں نظر نہ صرف دیکھتا ہے بلکہ سبق بھی دیتا ہے اور عمل نہ کرنے والوں

کو تنبیہ بھی کرتا ہے۔ اور یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ اوپر بیان ہونے والی حدیث میں چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آنے کا ذکر پہلے کیا اور بڑوں کا احترام کرنے کا بعد میں ذکر ہوا ہے۔ چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب کی نصیحت فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسائٹی کے مختلف طبقات میں ایک طرف سے شفقت و رحمت اور دوسری طرف سے ادب و احترام کا مضبوط پُل باندھ کر سب کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ اس عمل سے جہاں چھوٹوں میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے وہاں تمام چھوٹوں بڑوں کی تربیت کا بھی انتظام ہو جاتا ہے۔ اس خُلق کو اپنانے والا معاشرے میں محترم اور بلند کردار انسان کہلانے کا حق دار ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس حدیث میں جو صغیر اور کبیر کا لفظ آتا ہے اس سے عربی محاورہ کے مطابق ہر قسم کے چھوٹے بڑے مراد ہیں۔ خواہ یہ فرق اثر و رسوخ کے لحاظ سے ہو یا افسری ماتحتی کے لحاظ سے ہو یا دولت کے لحاظ سے یا رشتہ کے لحاظ سے ہو یا عمر کے لحاظ سے ہو۔ بہر حال جس جہت سے بھی فرق ہو گا ہر بڑے کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹے پر رحم کرے اور ہر چھوٹے کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے سے بڑے کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئے۔ اور جو ایسا نہیں کرتا اُس کے متعلق ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "لَیسَ مِنَّا" وہ ہم میں سے نہیں۔

سامعین! قرآن کریم اور احادیث میں عظمتِ کردار کے اس پہلو پر بڑا زور دیا گیا۔ رضائے الٰہی کی ابدی جنت میں داخل ہونے کے لئے اس خُلق کو شِعار بنانا ضروری ہے۔ ہمارا پیارا دینِ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس نے مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں کامل رہنمائی کی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم جیسی کسی اور مذہب کی تعلیم نہیں۔ اسلامی تعلیم میں حسین اور پُر سکون زندگی گزارنے کے طریقے اور سلیقے بیان فرمائے گئے ہیں تا کہ تمام افراد آرام و سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔ اسلامی تعلیمات معاشرے کی اصلاح کی دعویدار اور معاشرتی بُرائیوں کا قلع قمع کرتی ہیں۔

اسلام میں جس طرح عبادات اور معاملات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسی طرح یہ حسنِ اخلاق، تعمیر شخصیت اور کردار سازی کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر احسانِ عظیم ہے کہ آپ کو جو پاک اور کامل تعلیم عطا کی گئی آپؐ نے اِس تعلیم پر خود عمل کر کے لوگوں کی ہدایت اور

راہنمائی کے لئے کامل نمونہ دکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:22)

کہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا "چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کا ادب" کرنے کے بارہ میں اُمت کو نصائح فرمائیں اور اپنے عمل سے عمدہ نمونہ دیا۔ حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس دوران ایک عورت آئی۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے قریب آگئی تو حضورؐ نے اُس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے لوگوں سے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضورؐ کی رضاعی والدہ ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی برالوالدین)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حُسنِ سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اُس نے (چوتھی بار) پھر پوچھا، پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب من احق الناس بحسن الصحبة)

سامعین! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت و شفقت تھے۔ آپ کے بابرکت وجود سے جہاں اوروں نے پیار و محبت کا فیض پایا وہاں بچوں نے بھی اِس سے خوب خوب حصہ لیا۔ احادیث میں ان پیارے لمحات کا بہت سی روایات میں ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی بھی پہلا پھل آتا تو پھلوں میں برکت کے لئے دعا کرتے اور پھر وہ پھل مجلس میں موجود سب سے چھوٹے بچہ کو عطا فرماتے۔

(صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینة)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی تربیت کی خاطر ان سے گھل مل کر بھی رہتے، انہیں اپنا دوست بناتے اور اُن کی دلچسپی کے لئے اُن کے دوڑ کے مقابلے بھی کرواتے اور دوڑ میں سب سے پہلے واپس آنے والے کو انعام سے نوازتے۔ جب بچے دوڑ کر واپس آپؐ تک پہنچتے تو کوئی آپؐ کی پیٹھ پر چڑھتا تو کوئی سینہ پر۔ آپؐ اُن کی دلجوئی اور تربیت کے لئے اُن کو چومتے اور اپنے ساتھ چمٹا لیتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ 214 بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر یہ بات تھی کہ یہی بچے کل کے معمار ہیں اور انہوں نے ہی مستقبل کی باگ ڈور سنبھال کر اور دین کے معلم بن کر دنیا میں نورِ مصطفویؐ کو پھیلانے کا باعث بننا ہے۔ آپؐ نماز پڑھاتے ہوئے بچہ کے رونے کی آواز سن کر صرف اس لئے نماز مختصر کر دیتے کہ بچہ اور ماں کو تکلیف سے بچایا جاسکے حالانکہ آپؐ کی اپنی کیفیت آپؐ کے اِن الفاظ سے ظاہر ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس حال میں بھی نماز پڑھتے کہ آپ نے اپنی نواسی امامہ کو اٹھایا ہوتا۔ جب سجدہ کرنے لگتے تو اُسے بٹھا دیتے اور جب آپؐ قیام کرنے لگتے تو اُسے اٹھا لیتے۔

(بخاری کتاب الصلاۃ باب اذا حمل جارية صغيرة على عنقه فی الصلاۃ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بچوں سے ملتے تو انہیں سلام کرتے، پیار سے گود میں اٹھاتے، ان کا دل بہلاتے، حالانکہ اُس وقت کے جاہل عربوں کے نزدیک یہ امر وقار کے خلاف تھا، آپؐ سفر میں ہوتے تو چھوٹے بچوں کو اپنے ساتھ باری باری سوار کرتے۔ آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب باغِ احمد کے نونہالوں پر اپنا پیار نچھاور کرتے تو یہ معصوم بچے خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

سامعین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ حسین پہلو اپنے اندر ایک انقلاب انگیز پیغام رکھتا ہے جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

سُجُحٌ كَرِيْمٌ بَاذِلٌ خِلٌّ التُّقٰى
خِرِّيْقٌ وَّفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْيَانِ

آپؐ خوش خُلق، معزز، سخی، تقویٰ کے سچے دوست، فیاض اور جواں مردوں کے گروہوں پر فوقیت رکھنے والے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اُس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 301)

فرمایا:

"میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے... اِس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اِس کے دل کے راز کا واقف تھا اِس کو تمام انبیاء اور تمام اولین اور آخرین پر فضیلت بخشی اور اِس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ گود میں اپنے کمسن نواسہ کو اٹھایا ہوا تھا۔ اچانک بچے نے پیشاب کر دیا۔ راوی کہتے ہیں ہم لپک کر بچے کی طرف آگے بڑھے تاکہ اُسے اٹھالیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے بیٹے کو میرے پاس رہنے دو اور اِسے ڈراؤ نہیں پھر آپؐ نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 348 دار الفکر بیروت)

بھیج دُرود اُس محسن پر تُو دِن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفی نبیوں کا سردار

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں نواسوں کو اپنی گود میں بٹھا لیتے پھر دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیتے اور فرماتے۔ اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرمانا۔ مَیں ان دونوں سے شفقت رکھتا ہوں۔

(بخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ)

آپؐ کی محبت صرف مخصوص بچوں کے لئے نہیں تھی بلکہ کسی بھی قوم یا مذہب کا بچہ ہوتا آپؐ اِس سے شفقت فرماتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی ایک جگہ کے قیدی لائے جاتے تو آپؐ انہیں ایک ہی گھرانے کے سپرد کرتے تاکہ اُن کے بچے اُن سے جدا نہ ہوں۔

آپ جاہلیت کے اُس دَور میں تشریف لائے جب بعض قبائل بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے آپؐ نے نہ صرف اس قبیح رسم کو ختم کیا بلکہ بیٹی کی پیدائش کو رحمت قرار دیا۔

وہ رحمتِ عالَم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے

آپؐ نے بچوں سے محبت و شفقت کا ایسا سلوک روا رکھا جس کی مثال دنیا کے کسی مذہبی لیڈر، پیشوا یا بادشاہ سے نہیں مل سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بچوں سے رحم کا سلوک نہیں کرتا۔"

(الادب المفرد للبخاری باب رحمۃ الصغیر)

پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باغِ محمدؐ کی معصوم کلیوں کے لئے بھی سراپا شفقت و محبت تھے۔ جہاں آپؐ اُن کے جذبات و احساسات کا خیال رکھتے وہاں بچیاں بھی آپ سے والہانہ عقیدت رکھتیں۔ اس دو طرفہ محبت کا دل موہ لینے والا تاریخی نظارہ اُس وقت نظر آیا جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو استقبال کرنے والوں میں مسکین بچیاں بھی تھیں جو ایک خاص شان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں سرشار ہو کر خوشی سے استقبالیہ گیت گا رہی تھیں۔ پیارے آقا نے یہ محبت بھرا نظارہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں سے پوچھا۔ کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟ تو انہوں نے کہا۔ جی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ نے فرمایا۔ مَیں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔

(حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بچے صفحہ 630)

زہے نصیب اُن بچیوں کے جنہیں دیکھ کر پیمانۂ محبت چھلک اٹھااور انہیں محبوبِ خدا کا والہانہ پیار نصیب ہوا۔

تجھ سے ہم کتنا پیار کرتے ہیں
تجھ پہ ہم جاں نثار کرتے ہیں
بھیجتے ہیں درود اور سلام
رحمتوں کو شمار کرتے ہیں

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علیؓ کا بوسہ لیا اس وقت آنحضرتؐ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا۔ میرے دس بچے ہیں مَیں نے اِن میں سے کسی ایک کو بھی کبھی نہیں چوما۔ اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَن لَّا یَرْحَمْ لَا یُرْحَمْ" جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

(بخاری کتاب الادب باب رحمة الولد و تقبیله و معانقته)

اِسی طرح ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس کے ساتھ اُس کا ایک چھوٹا بچہ تھا وہ اُسے اپنے ساتھ چمٹانے لگا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس سے رحم کا سلوک کرتا ہے؟ اس پر اُس نے جواب دیا۔ جی حضور!۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تجھ پر اس سے بہت زیادہ رحم کرے گا جتنا تو اس پر کرتا ہے اور وہ خدا ارحم الراحمین ہے۔"

(الادب المفرد للبخاری باب رحمة العیال)

بابِ رحمت خود بخود تم پہ وا ہوجائے گا
جب تمہارا قادر مطلق خدا ہوجائے گا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام میں جب کبھی کسی استاد کے خلاف شکایت آتی کہ اُس نے کسی بچہ کو مارا ہے تو سخت ناپسند فرماتے۔ متواتر ایسے احکام نافذ فرمائے گئے کہ بچوں کو جسمانی سزا نہ دی جاوے۔

(سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 365)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بچے بے تکلفی سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے گرد جمع رہتے، آپؑ کی چارپائی پر بیٹھ کر آپؑ کو پانتی کی طرف دھکیل دیتے اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک، کوّے اور چڑیا کی کہانیاں سناتے اور گھنٹوں سناتے چلے جاتے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑے مزے سے سنتے چلے جاتے۔ آپ بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف تھے۔ بچے کیسے ہی بسوریں، شوخی کریں، سوال میں تنگ کریں اور بیجا سوال کریں، ایک موہوم اور غیر موجود شئ کے لئے حد سے زیادہ اصرار کریں۔ آپؑ نہ تو کبھی مارتے، نہ جھڑکتے اور نہ ہی کوئی خفگی کا نشان ظاہر کرتے تھے۔

(سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مصنفہ حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صفحہ 35)

حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بچوں کو اساتذہ کی عزت واحترام بھی سکھایا اور اس کو عملاً کر کے دکھایا۔ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میاں محمود احمد صاحب کو گھر پڑھانا شروع کیا۔ اِس دوران حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر سے چائے اور بسکٹ وغیرہ لے کر خود تشریف لائیں۔ جب آپؓ نے عذر کیا تو فرمایا "استاد کی خدمت ضروری ہوتی ہے اور اِس طرح بچوں کو بھی کچھ سمجھ آتی ہے۔" حتّٰی کہ ایک دن جب میاں صاحب نے بچپن میں اپنے استادِ محترم کی اہلیہ کو ربڑ کے سانپ سے ڈرایا تو آپؓ نے فوراً توجہ دلاتے ہوئے فرمایا: میاں محمود! یہ تمہارے استاد کی بیوی ہیں تم نے یہ کیا کیا۔

(سیرت وسوانح حضرت اماں جان از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 598 لجنہ اماء اللہ لاہور)

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال میں جان اور زندگی پیدا ہو، ان میں نور چھلکے اور زینت ظاہر ہو تو ضروری ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات پر جذبہ، محبت و عشق سے عمل پیرا ہو کر اپنی نجات کے سامان کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سر زد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے



﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔1027﴾

یوم والدین

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء:36)

یعنی تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

پھر آ رکھوں قدمِ مادر و پدر پہ جبیں
کِیا جنہوں نے محبّت کا رازداں مجھ کو

معزّز سامعین! آج کی مہذّب دنیا میں ماں کی اہمیت اور اُس سے جُڑی برکات اور اُس کے احسانات کو یاد کرنے کے لئے ہر سال مؤرخہ 12/ مئی کو مدرز ڈے منایا جاتا ہے جبکہ والد کی شخصیت، اُس کے احترام واطاعت کو اُجاگر کرنے کے لئے مؤرخہ 19/جون 1910ء سے فادرز ڈے منایا جانے لگا ہے۔ مگر اِس دن کو عالمی سطح پر مقبولیت 1966ء میں حاصل ہوئی جب امریکی صدر لنڈن جونسن نے جون کے تیسرے اتوار کو فادرز ڈے قرار دیا جبکہ 1972ء میں اِسے امریکی قومی تعطیل قرار دیا گیا۔

یوم والدین کا آغاز 1992ء سے ہوا تھا جب امریکی کانگریس نے ایک بل منظور کیا کہ ہمارے ہاں والدہ، والد کا دن تو دھوم دھام سے منایا جاتا ہے لیکن ان دونوں یعنی والدین کا عالمی دن ابھی اتنے اہتمام سے نہیں منایا جاتا۔ اسی طرح 25 جولائی کو ہر سال والدین کا عالمی دن منایا جانے لگا۔ جن میں ماں باپ کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے محافل کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ماں باپ کو تحفے تحائف دئے جاتے ہیں اور ایک جشن کا سا سماں دیکھنے کو ملتا ہے۔ گو مَیں نے اوپر وہ تاریخیں بیان کی ہیں جو دنیا میں مشہور ہیں لیکن یہ دن ہر ملک اور علاقہ میں مختلف تاریخوں کو منایا جاتا ہے اور ریاستہائے متحدہ امریکا اور کئی مغربی ممالک میں جولائی کے چوتھے اتوار کو **والدین کا عالمی دن منایا** جاتا ہے۔ جبکہ یہ بھی لکھا ہے کہ اقوام متحدہ نے یکم جون یا یکم جولائی کو **عالمی یوم والدین** دنیا کے ہر حصے کے لیے قرار دیا تاکہ ماں باپ کی اپنے بچوں سے

بے لوث وابستگی کو مضبوط کیا جا سکے۔ یوم والدین کے روز تقاریب کے انعقاد کے پس پردہ والدین کی تعظیم اور پیرانہ سالی نیز بیماریوں سے مبتلا ہونے کی صورت میں اولاد کو ماں باپ کی جانب متوجہ کرنا ہے، وہیں ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ خود ماں باپ کو اپنے جلیل القدر سماجی ذمے داری اور اعلیٰ منصب و اولاد پر درکار ہمہ وقت اور ہمہ تن توجہ پر زور دینا ہے۔ اس میں خاندانی اقدار اور سماجی اقدار کی پاسپانی اور اِن کے فروغ کی بھی کوشش مضمر ہے۔ نیز بچوں کی تربیت میں والدین کے کردار کو سراہا جانا بھی مقصود تھا۔ اِس روز امریکا سمیت کئی ممالک میں عام تعطیل ہوتی ہے جہاں سرکاری تنظیمیں اور ادارے بچوں کی پرورش میں والدین کے کردار کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

اِن دنوں کو منانے کا ایک فائدہ یہ نظر آنے لگا ہے کہ مغرب میں واقع اولڈ ایج ہومز میں عید کا سا سماں ہوتا ہے جب بچے اپنے بوڑھے والدین کو دیکھتے، ملتے اور اپنے والدین کی آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا باعث بنتے ہیں۔ ہمارا دین تو اتنا پیارا ہے کہ اُس میں بوڑھے والدین کے لیے محض ایک دِن مقرّر نہیں کیا گیا، بلکہ اُن کے ساتھ ہر روز بالخصوص بڑھاپے میں بھلائی کا حکم دیا گیا۔ انہیں خود سے دُور نہیں، اپنے پاس، اپنے ساتھ رکھنے کی تلقین کی گئی۔ اِن قوموں اور مغربی تہذیبوں کو اپنے اِن بزرگوں کی تکریم و تعظیم کو اُجاگر کرنے کے لئے یہ ایام کو منانے کی طرف توجہ اور رغبت ہوئی ہے جبکہ اسلام نے والدین کی عزّت و تکریم کے لئے بہت تعلیم دی ہے اور اِسی تعلیم کے پیشِ نظر بانیٔ تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ نے اِن کے لائحہ عمل اور نصاب میں "یوم والدین" اور "یومِ اُمہات" منانا شامل کر دیا ہے۔ جس کے تحت چھوٹی اور بڑی سطح پر یہ دن سارا سال ہی منائے جاتے ہیں۔ اِس دن اجلاسات منعقد ہوتے ہیں جن میں بچے اور بچیاں والدین کے احترام کرنے، اُن کو عزّت دینے اور حسن سلوک پر تقاریر کرتے اور بزرگ افراد و خواتین بچوں سے حسن سلوک کرنے اور والدین و اولاد میں باہم پیار و محبت اور شفقت کے رشتہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بعض مقامات پر اِس روز بچوں اور بچیوں کے درمیان ہونے والے جسمانی و علمی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشنز لینے والوں میں انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں جس سے جہاں بچوں کے حوصلے بڑھ رہے ہوتے ہیں وہاں والدین کو بچوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے مواقع میسّر آتے ہیں اور بچوں و والدین میں رشتۂ مودّت میں اضافہ ہوتا ہے۔

سامعین! اسلام میں تو ہر دن والدین کا دن ہے اور والدین سے محبت کا اظہار کسی مخصوص دن کا محتاج نہیں ہوتا۔ ہمارے مشرقی معاشرے میں مشترکہ خاندانی نظام کی وجہ سے والدین کی خدمت ، اُن کی قدر و منزلت اور اُن کا احترام سمجھا جاتا ہے۔ والدین سے محبت کسی ایک دن کی محتاج نہیں ہے یہ تو پیدائش سے موت تک اولاد کے رگ و پے میں رچی بسی ہوتی ہے۔

سامعین! بلاشبہ والدین اللہ رب العزت کی عظیم نعمت ہیں۔ بچے کی پیدائش سے لے کر اُس کی پرورش، تعلیم و تربیت اور معاشرے میں ایک قابل انسان بنانے تک وہ انتھک جدوجہد کرتے ہیں۔ ہر قدم پر اولاد کی رہنمائی کرتے ہیں، انہیں دنیا کی تلخیوں پریشانیوں اور مصیبتوں سے بچاتے ہیں۔ اپنی زندگیاں اولاد کے آرام و آسائش کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نہ صرف والدین کی قدر و قیمت کا احساس کرنے کا حکم فرمایا بلکہ دل و جان سے ان کی خدمت کرنے اور احساس کرنے کی تلقین فرمائی۔ اِسی لئے دنیا کا ہر مذہب اور تہذیب اس بات پر متفق ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔ اِن کا ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ اس بارے میں قرآن کی تعلیم سب سے زیادہ اہم اور اپنے ایک انفرادی اسلوب کی حامل ہے۔ مثلاً جب کبھی اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف توجہ دلانا چاہی ہے اس کے فوراً بعد والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دی ہے جیسے کہ سورۃ لقمان آیت 14 میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اے بندو! تُم میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ یاد رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق ہم پر فرض ہیں بالکل اُسی طرح انسانوں کے حقوق بھی ہم پر فرض اور لازم ہیں اور انسانوں میں والدین کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گی ہے۔ سورۃ الاحقاف آیت 16 میں انسان کو اپنے والدین سے احسان کرنے کی تاکیدی نصیحت فرمائی ہے۔

سامعین! قرآن پاک میں والدین کے حقوق کے حوالے سے ایک توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر لفظ "احسان" کی جامع اصطلاح استعمال فرمائی ہے جس کے معنی کمال درجے کے حسن سلوک کے ہیں یعنی احسان یہ ہے کہ نیکی کا جواب صرف نیکی سے نہ دیا جائے بلکہ اس سے بڑھ کر بھلائی کی جائے یہاں تک کہ اگر والدین کی طرف سے زیادتی ہو بھی جائے تب بھی احسان کا رویّہ اختیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے

حکم دے دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اُف'' بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو اور ان دونوں کے لیے نرم دلی سے عجز وانکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے رحمت و شفقت سے پالا تھا۔ (بنی اسرائیل: 24۔25) یہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھایا ہے کہ ہم بچپن میں کس طرح بے یارومددگار تھے اور والدین نے ہمیں پالا پوسا اور پروان چڑھایا، ہمارے والدین مکمل خلوص اور محبت کے ساتھ ہماری ہر خواہش پورا کرتے تھے، اسی لئے اولاد پر فرض ہے کہ وہ والدین کا احترام کرے اور ان سے اچھا سلوک کرے۔ اگرچہ عمر کے تمام حصوں میں والدین کا ادب واحترام کرنا چاہیے لیکن ان کی طرف زیادہ تر توجہ اس وقت ہونی چاہیے جب وہ بوڑھے ہو جائیں۔ کیونکہ وہ بھی اسی طرح بے یارومددگار ہو جاتے ہیں جیسے ہم بچپن میں تھے۔

والدین کے حقوق کی ادائیگی، ان سے محبت و شفقت اور اُن کی خدمت اس قدر اہم امور ہیں کہ نہ صرف قرآن مجید میں جابجا اس کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے بلکہ احادیثِ رسولؐ بھی اس کی اہمیت کو مزید اُجاگر کرتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر پڑھنا۔ پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور فرمایا پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری رقم: 504) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

''تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو تم اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرو تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو پھر تم اپنے باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرو، پھر تم اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ پھر اس کے بعد دور کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔''

والدین کے اپنی اولاد پر احسانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی زندگی میں تو اولاد کو حسنِ سلوک کا رویّہ اپنانے کی تلقین کی گئی ہے، ان کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد نیک اعمال کی صورت میں حسنِ سلوک جاری رکھنے کی تلقین ملتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو اِن کی والدہ محترمہ کے انتقال کے بعد ان کے ذمّہ منت کو پورا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ (بخاری رقم: 2610)۔ نیز حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر صحابہ کرامؓ کے فوت شدہ والدین کی طرف سے نیک اعمال کرنے کا حکم دیا اور والدین کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنے اور اُن سے بدسلوکی کرنے کو گناہِ کبیرہ قرار دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کسی جان کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا''۔ (بخاری رقم: 5633)۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''اس کی ناک خاک آلود ہوئی یعنی وہ ذلیل ہوا۔ یہ بات آپؐ نے تین دفعہ فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ! کون ذلیل ہوا؟ آپؐ نے فرمایا ''وہ شخص جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور ان دونوں میں سے ایک یا دونوں کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا۔'' (مسلم) ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی، اللہ اس کی موت آسان کر دے گا اور اسے اپنی جنت میں داخل کر دے گا۔ کمزور پر نرمی، ماں باپ سے شفقت اور غلام سے اچھا سلوک۔'' (ترمذی، رقم 2494)

سامعین! اولاد کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کی نافرمانی کے سوا والدین کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ اُن کی رائے کو ترجیح دیں۔ خاص طور پر جب والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو پھر اُن کے احساسات کا خیال رکھتے ہوئے ان سے محبت و احترام سے پیش آئیں، اپنی مصروفیات میں سے مناسب وقت اُن کے لیے خاص کر دیں۔ اُن کی بھرپور خدمت کریں اور ان کی وفات کے بعد ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لیے، اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا مانگتے ہیں، جس کا قرآنِ پاک نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ کہ ''اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور سب مؤمنوں کو بھی بخش دے، جس دن حساب ہو گا'' (ابراہیم: 41۔ 42) بلکہ اپنے گمراہ باپ کی مغفرت کی دعا اِن الفاظ میں کر دی کہ وَاغْفِرْ لِاَبِیْ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّالِّیْنَ۔

ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جس کی کئی صورتوں میں سے ایک دعائے مغفرت کرنا بھی شامل ہے۔ جس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند فرما دیتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے کہ "اے میرے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ "تیری اولاد کی دعائے مغفرت کی بدولت۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کرنا اُن کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں "رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزوں کا نفع اس کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔(1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کرتی ہو۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کے چہرے کی طرف رحمت اور محبت سے ایک نظر دیکھ لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے نامۂ اعمال میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اگر وہ ہر روز سو بار دیکھے تو؟ آپ نے فرمایا، اللہ سب سے بڑا ہے اور اُس کی ذات بہت پاک ہے یعنی اُس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، وہ سو حج کا ثواب بھی عطا فرما سکتا گا۔" (مشکوٰۃ)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اُس کی عمر دراز کرے اور اُس کے رزق میں اضافہ فرمائے تو اُسے چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور (اپنے رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔

سامعین! ایک اور اہم بات یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اپنے بیوی بچوں کی طرح اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت و کفالت اور اُن کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنا بھی اولاد پر فرض ہے، اس کے ساتھ ان کی ضروریات کے مطابق مخصوص رقم ہر مہینے ان کو پیش کی جائے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کر سکیں۔ حضورؐ نے والدین کی خدمت واطاعت کو جہاد جیسی عظیم عبادت وسعادت پر بھی ترجیح دی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسولِ اکرم کے پاس جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے حاضر ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ "کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟" اس نے کہا، "جی ہاں، زندہ ہیں۔" آپ نے فرمایا: "جاؤ اور اپنے والدین کی خدمت کرو، یہی تمہارا جہاد ہے۔" (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح) اور ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف منہ کر کے

فرمایا۔ مجھے یمن سے خوشبو آتی دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ وہاں خدا کا ایک بندہ حضرت اویس قرنیؓ رہتے تھے جو باوجود شدید خواہش کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہیں کر پائے تھے کیونکہ وہ اپنی بوڑھی امّاں جی کی خدمت میں مصروف تھے اور وہ اپنی والدہ اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی اِسی قربانی اور فدائیت کی وجہ سے فرمایا تھا کہ جو بھی اویس قرنی کو ملے اُسے میرا اسلام کہے۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اچھائی اور نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ والدین کے حقوق ادا کرنا در حقیقت اللہ کی تابعداری ہے۔ پس اس لحاظ سے ان کی خدمت اللہ تعالیٰ کی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں مضمر ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا انہیں اَذیت وتکلیف دینا گناہِ کبیرہ اور بہت بڑی محرومی ہے۔ ماں باپ کے نافرمان کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اور موت سے پہلے ہی اسے دنیا میں ذلت و رسوائی اور اپنے کئے کی سزا ملتی ہے۔ والدین کے حقوق کی ادائیگی کو اس طرح ممکن بنایا جاسکتا ہے کہ والدین کے ہر نیک حکم کی تعمیل کی جائے، ان کے سامنے اونچی آواز میں بات نہ کی جائے، ان کے آرام وسکون اور خوشیوں کا خیال رکھا جائے، والدین کا تذکرہ ہمیشہ اچھے الفاظ میں کیا جائے، والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں کا احترام کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ”بہترین نیکی یہ (بھی) ہے کہ ماں باپ کے تعلق داروں کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا جائے“۔ والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ پس یہ ہمارا انسانی، اخلاقی اور دینی فرض ہے کہ ہم اپنے والدین کی دل وجان سے خدمت واطاعت کریں کہ اسی میں ہمارے لیے دین ودنیا کی کامیابی، سعادت اور فلاح ونجات ہے۔

حضرت سید الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام اول وآخر بنی نوع انسان پر فضیلت عطا فرمائی۔ آپ بھی اپنی والدہ کے احترام میں کھڑے ہو جاتے اور ادب و احترام کا سلوک فرماتے۔ والدین کے ساتھ ساتھ آپؐ نے ان کے دوستوں کے ساتھ بھی ویسے ہی احسن سلوک سے پیش آتے۔ ایک موقع پر بڑے بھائی کا مقام بھی والدین کے ساتھ ملایا ہے اور ان سے بھی ویسے ہی سلوک کی نصیحت

فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے والدین کے ادب واحترام کا ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں:

''تیرے خدا نے یہی چاہا ہے کہ تم اس کی بندگی کرو اُس کے سوا کوئی اور دوسرا تمہارا معبود نہ ہو اور ماں باپ سے احسان کرو۔ اگر وہ دونوں یا ایک ان میں سے تیرے سامنے بڑی عمر تک پہنچ جائیں تو تُو ان کو اُف نہ کہہ اور نہ ان کو جھڑک بلکہ ان سے ایسی باتیں کہہ کہ جن میں ان کی بزرگی اور عظمت پائی جائے۔''

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات صفحہ 4)

والدین کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''فَلَا تَقُل لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْماً، یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کر جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خوردسالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔''

حضرت مصلح موعود نے اپنی کئی خطبات اور تقاریر میں والدین کی عظمت اور ان کا احترام بجالانے کی گرانقدر نصائح فرمائی ہیں۔ آپؓ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''اسلام نے والدین کے لئے خاص ہدایات دی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ أَدْرَكَ اِحْدَ وَالِدَيْهِ ثُمَّ لَمْ يَغْفِرَلَهُ فَابْعِدَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلّ۔ (ابن کثیر جلد 6 صفحہ 61) یعنی جس شخص کو اپنے

والدین میں سے کسی کی خدمت کا موقع ملے اور پھر بھی اس کے گناہ نہ معاف کئے جائیں تو خدا اس پر لعنت کرے مطلب یہ کہ نیکی کا ایسا اعلیٰ موقعہ ملنے پر بھی اگر وہ خدا کا فضل حاصل نہیں کر سکا تو جنت تک پہنچنے کے لئے ایسے شخص کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 321)

سامعین! ہمارے پیارے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ نے والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں بڑی تاکید فرمائی ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکیں یا شرک کی تعلیم دیں۔ اس کے علاوہ ہر بات میں ان کی اطاعت کا حکم ہے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ جو خدمت انہوں نے بچپن میں ہماری کی ہے اس کا بدلہ تو ہم نہیں اُتار سکتے۔ اس لئے یہ حکم ہے کہ ان کی خدمت کے ساتھ ساتھ ان کے لئے دعا بھی کرو کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور بڑھاپے کی اس عمر میں بھی ان کو ہماری طرف سے کسی قسم کا کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خدمت اور دعا کے باوجود یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے ان کی بہت خدمت کر لی اور ان کا حق ادا ہو گیا۔ اس کے باوجود بچے جو ہیں اس قابل نہیں کہ والدین کا وہ احسان اُتار سکیں جو انہوں نے بچپن میں ان پر کیا۔

اس آیت وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا... الخ (بنی اسرائیل:24) میں سب سے پہلے یہ بات بیان فرمائی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور وہ خدا جس نے تمہیں اس دنیا میں بھیجا اور تمہیں بھیجنے سے پہلے قسما قسم کی تمہاری ضروریات کا خیال رکھا اور اس کا انتظام بھی کر دیا۔ اور پھر یہ کہ اس کی عبادت کر کے اور اس کا شکر ادا کر کے تم اس کے فضلوں کے وارث ٹھہرو گے اور سب سے بڑا فضل جو اس نے ہم پر کیا وہ یہ ہے کہ تمہیں ماں باپ دئے جنہوں نے تمہاری پرورش کی، بچپن میں تمہاری بے انتہاء خدمت کی، راتوں کو جاگ جاگ کر تمہیں اپنے سینے سے لگایا۔ تمہاری بیماری اور بے چینی میں تمہاری ماں نے بے چینی اور کرب کی راتیں گزاریں، اپنی نیندوں کو قربان کیا، تمہاری گندگیوں کو صاف کیا۔ غرض کہ کون سی خدمت اور قربانی ہے جو تمہاری ماں نے تمہارے لئے نہیں کی۔ اس لئے آج جب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تم منہ پرے کر کے گزر نہ جاؤ، اپنی دنیا الگ نہ بساؤ اور یہ نہ ہو کہ تم ان کی فکر تک نہ کرو۔ اور اگر وہ اپنی ضرورت کے لئے تمہیں کہیں تو تم انہیں جھڑکنے لگ جاؤ۔ فرمایا: نہیں، بلکہ

وہ وقت یاد کرو جب تمہاری ماں نے تکالیف اٹھا کر تمہاری پیدائش کے تمام مراحل طے کئے۔ پھر جب تم کسی قسم کی کوئی طاقت نہ رکھتے تھے، تمہیں پالا پوسا، تمہاری جائز و ناجائز ضرورت کو پورا کیا۔ اور آج اگر وہ ایسی عمر کو پہنچ گئے ہیں جہاں انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے جو ایک لحاظ سے ان کی اب بچپن کی عمر ہے، کیونکہ بڑھاپے کی عمر بھی بچپن سے مشابہ ہی ہے۔ ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 جنوری 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



﴿20﴾ ﴿مشاہدات۔1028﴾

یومِ اُمّہات

(Mother's day)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (الاحقاف:16)

یعنی ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ وہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اُسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا۔

دعا دیتے ہیں لب اور لوریاں لہجہ سناتا ہے
مری ماں کے تکلم میں فرشتہ گنگناتا ہے
بدل کوئی نہیں اس کا، خریدا جا نہیں سکتا
جو چین آغوشِ مادر میں کسی بچے کو آتا ہے

سامعین کرام! مجھے آج آپ کے سامنے یومِ اُمّہات پر گفتگو کرنی ہے جس کو آج کی دنیا نے "مدرز ڈے" کا نام دے رکھا ہے تا جس سے ماں جیسی عظیم شخصیت کا مقام وبلند مرتبہ ہم پر واضح ہو جائے۔

سامعین! آج کل دنیا کے مختلف علاقوں اور خطوں میں یومِ مادر یعنی مدرز ڈے یا ماؤں کا دن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف جگہوں میں قوموں، سوسائٹیوں اور جماعتوں نے اپنی اپنی سہولت کے مطابق سال میں 37 کے قریب دن، یوم مادر کے طور پر مقرر کر رکھے ہیں تاہم ماہِ مئی کا دوسرا اتوار اور بعض مقامات پر ماہ مئی کا آخری اتوار دنیا کے اکثر حصوں میں مدرز ڈے کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اِسے یوم امن کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اس روز ماؤں سے ملتے، اُن کو ہیپی مدرز ڈے کہتے، اُنہیں تحفے تحائف دیتے ہیں بالخصوص گلابی رنگ کے خوشبو دار پھول دیئے جاتے ہیں اور جن کی مائیں اس دارِ فانی سے کوچ کر چکی ہوتی ہیں وہ اپنے سینوں پر سفید رنگ کے پھول علامتی طور پر لگا لیتے ہیں۔ اِس روز اولڈ ایج ہاؤسز میں کافی

رش دیکھنے کو ملتا ہے اور ماؤں کو خوبصورت کارڈز کے ذریعہ ہیپی مدر زڈے کہا جاتا ہے چاہے یہ بچے سال کے باقی دنوں اپنی ماؤں کو پوچھیں بھی نہ۔ ہوٹلوں میں مدرز ڈے سے ایک ایک ماہ قبل اُس روز کا مینو ہوٹلوں کے باہر آویزاں کر دیا جاتا ہے اور ہوٹلوں اور کلبوں میں تِل رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

پیارے بچو اور بچیو! بانیٔ تنظیم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ جب قائم فرمائیں تو اِن کے لائحہ عمل میں "یومِ اُمّہات" کے نام سے اپنے اپنے حالات کے مطابق کوئی ایک دن منانے کی طرف توجہ دلائی جس میں اجلاسات کر کے ماؤں کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور بچیوں کو اپنے والدین کی عزّت و تکریم کرنے اور اُن سے احسان کا سلوک کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔

ویسے تو خاندان میں ہر رشتہ ہی عزیز اور مقدّس ہے۔ بڑوں کی عزت واحترام اور چھوٹوں سے پیار سے پیش آنے اور رحم کرنے کی تلقین مذہبِ اسلام میں ملتی ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، عزت واحترام اور عقیدت سے پیش آنے کی تعلیم قرآن و احادیث میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور سنت سے والدین سے عزت سے پیش آنے کو ہمارے لئے بطور نمونہ چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں ماں باپ کو اُن کے بڑھاپے میں اُف تک نہ کرنے کے قرآنی حکم کے علاوہ قرآنِ کریم میں حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو والدین سے احترام سے پیش آنے کی تلقین موجود ہے اور اللہ کریم کے شکر ادا کرنے کے تعلیم اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمٰن: 15) کے الفاظ میں ملتی ہے جس کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنے کی تلقین ہے۔ شاید اِس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی وجود کو دنیا میں لانے کا فیصلہ کرتا ہے تو والدین کو اِس کا ذریعہ بناتا ہے۔ اگر ہم اپنی روزمرہ نمازوں کے الفاظ کا جائزہ لیں تو نوافل کے علاوہ انیس دفعہ ہم اپنے والدین کے لئے اِن الفاظ میں دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

سامعین! احادیث میں ماں کو باپ پر فوقیت دی گئی ہے۔ بخاری کتاب الادب کی حدیث ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ! لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری والدہ! پھر اُس شخص نے اپنے سوال کو دہرایا۔ آپؐ نے پھر یہی جواب دیا کہ تمہاری والدہ! اُس کے تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر بھی والدہ کا ہی نام حضورؐ نے فرمایا۔ پھر

اُس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا ماں کے بعد تیرا باپ تیرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

ماں کو باپ پر فوقیت دینے کی کچھ وجوہات ہو سکتی ہیں جو سمجھ میں آتی ہیں حالانکہ باپ ہی کی وجہ سے کوئی خاتون ماں کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ اگر باپ نہ ہوتا تو ماں نہ بنتی لیکن اولاد کے لئے دونوں کی ذمّہ داریاں الگ الگ ہیں۔ باپ کا دن بھی فادرز ڈے کے طور پر گو منایا جاتا ہے لیکن ذرا قدرے کم دلچسپی کے ساتھ۔ والد کی ذمّہ داری گھر اور گھر سے باہر ذریعہ معاش کی ہے لیکن ماں کی ذمّہ داری گھر میں بچوں کی دیکھ بھال، پرورش اور تعلیم و تربیت کی ہوتی ہے۔ ویسے بھی بچہ نو ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہ کر ماں کے خون سے غذا حاصل کر چکا ہوتا ہے اور کسی حد تک ماں کا جزوِ بدن بن چکا ہوتا ہے۔ پھر پیدائش کے بعد اڑھائی سال تک ماں کے پستانوں سے دودھ پی کر باپ کی نسبت ماں سے زیادہ مانوس ہو جاتا ہے۔ نو ماہ پیٹ میں تکلیف اُٹھانے کے بعد پالنے پوسنے تک ماں ہی تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اول تو بچہ جننے کا مرحلہ اپنی ذات میں بہت تکلیف دہ ہے پھر جب وہ رات کو بستر پر پیشاب کر دیتا ہے تو بستر کے گیلے حصہ میں ماں خود سو جاتی ہے اور اپنے جگر سے الگ ہوئے ننھے منے بچے کو سوکھی جگہ پر لٹاتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کرنے میں ماں کو باپ پر فوقیت دی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ اپنے مجموعہ احادیث صحیح بخاری میں بعض ایسی حکایات اور کہانیاں بیان کرتے ہیں جو بہت سبق آموز ہوتی ہیں مثلاً ایک حکایت یوں بیان ہوئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ تین اشخاص اکٹھے سفر پر تھے۔ ایک رات آندھی اور بارش نے اُن کو آلیا۔ اُن تینوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ ہوا اور آندھی اتنی تیز تھی کہ ایک بڑی چٹان لڑھک کر غار کے سرہانے آرُکی اور تینوں کے باہر نکلنے کا راستہ مسدود ہو گیا۔ جس سے وہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی کسی پُرانی نیکی کو یاد کر کے اپنے ربّ سے اُس نیکی کا واسطہ دے کر دُعا کی جائے کہ اے اللہ! مَیں نے کسی وقت تیری رضا کے لئے یہ نیک کام کیا تھا۔ اِس کے طفیل تو اس پتھر کو ہٹا دے۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ پہلے دو نے اپنی اپنی نیکیاں گن کر اللہ تعالیٰ سے پتھر ہٹ جانے کی دعا کی تو پتھر تھوڑا تھوڑا سرکا مگر ابھی بھی وہ باہر نکلنے کے قابل نہیں تھے۔ اب تیسرا بندہ اپنے اللہ سے یوں گویا ہوا کہ اے اللہ تبارک و تعالیٰ! مَیں تلاشِ معاش میں سارا سارا دن گھر سے باہر رہتا تھا جب مَیں

گھر واپس لوٹتا تو ماں باپ سو چکے ہوتے۔ مَیں بکریوں کا دودھ دھو کر اور گلاس میں ڈال کر ساری ساری رات اُن کے سرہانے کھڑا رہتا کہ جونہی وہ اٹھیں مَیں اُن کو دودھ پلا کر اُن کی خدمت کروں۔ اے اللہ! اگر یہ نیکی ہے تو اِس کو قبول فرما اور غار کے سر سے پتھر ہٹا کر ہمیں اس مشکل سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی اور آواز سنائی دی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ پتھر آگے سے ہٹ جاؤ اور ان تین نیکو کاروں کو باہر نکلنے کا راستہ دے دو اور یوں اُن تینوں نے مشکل سے نجات پائی۔

سامعین! والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور عزت و احترام سے پیش آنے کے حوالہ سے بہت سی اسلامی تعلیمات ہمیں ملتی ہیں۔

ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ اور متبعینِ امت کو اپنی عمریں دراز کرنے اور رزق میں فراوانی یعنی برکت کے لئے نہایت ہی عمدہ نسخہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی خواہش ہے کہ اُس کی عمر دراز ہو اور رزق میں برکت پڑے اور رزق میں فراوانی ہو تو اُسے چاہئے کہ اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرے اور عزیز و اقارب سے صِلہ رحمی کرے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 422)

میرے بھائیو و بہنو! ہم بات کر رہے تھے کہ ماں کو باپ پر فوقیت دی گئی ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ بچے کی پرورش اور upgrading میں ماں کا عمل دخل باپ سے زیادہ ہے۔ ماں بچے کی خاطر بہت دکھ، درد اور تکلیف برداشت کرتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اُس کو نہیں چھوڑتی اپنے بچے کے ساتھ ایک وجود بن کر رہتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب، سوسائیٹیوں اور علاقوں میں "ماں" کے لئے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں اُن میں "میم" مشترکہ ہے جیسے ماما، اُمّ، اُمّی، ممی، اماں، ممتا، مَمّا، مدَر، ماتا، مادرے، مادر، ماتے، مورے اور مُو وغیرہ اور ہم نے اپنی زبان میں جب والدین کا اکٹھا ذکر کرنا ہو تو اُمی ابا اور ماں باپ کہتے ہیں جن میں والدہ پہلے اور باپ بعد میں مستعمل ہوتا ہے۔ ہم نے کبھی باپ ماں یا ابا اُمی یا بابا ماما کہتے نہیں سُنا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ماں تو بچے کی خدمت خاطر میں تو کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی وقفہ ڈالتی اور نہ ہی کوئی خاص وقت مخصوص کرتی ہے کہ صبح کے وقت مَیں دیکھ بھال کروں گی شام یا دوپہر کو نہیں۔ وہ ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروفِ خدمتِ اولاد رہتی ہے اور ہر ماں کی ادا دوسری ماں سے مختلف نظر آتی ہے تو پھر سال میں ایک یا دو دن مدَرز ڈے

کیوں؟ سارا سال کیوں نہیں بلکہ بچے کی زندگی کا لمحہ لمحہ مدرڈے کیوں نہیں۔ جس طرح ماں لمحہ بہ لمحہ بچے کی خدمت اور پرورش میں مصروف نظر آتی ہے ویسا ہی بچہ یا بچی کو بھی ماں کی خدمت میں ہر وقت مصروفِ عمل رہنا چاہئے۔ بالخصوص جب ماں بڑھاپے میں داخل ہو رہی ہو یا داخل ہو چکی ہو۔

میرے ساتھیو! سال میں ایک یا دو دن مدر زڈے یا فادر زڈے منانے کا رواج اب زور پکڑ گیا ہے گو یورپین اور مغربی معاشرے میں بھی ماؤں اور باپوں بالخصوص ماؤں کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ انگریز اور یورپین لوگ اپنی ماؤں کے علاج معالجہ اور دیگر سہولیات بہم پہنچانے کے لئے بہت قربانی کرتے ہیں لیکن یہ بھی دیکھنے کو ملا ہے کہ مائیں جب بوڑھے یا عمر رسیدہ ہو کر بسا اوقات بچوں جیسی حرکات کرنے لگتیں ہیں اور اولاد کے آرام میں خلل آنے لگتا ہے تو وہ اِن کو Old age houses میں چھوڑ آتے ہیں جبکہ مشرقی معاشرے میں ایسا نہیں اور نہ ہی اسلام اِس کی اجازت دیتا ہے۔ یومِ مادر (مدرڈے) منانے کے حوالہ سے سوالات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے بھی ہوتے رہے اور اب موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے بچے اور بچیاں یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ یہاں یورپ میں مدرزڈے اور فادرزڈے مناتے اور ہمارے گھروں میں تحفے بھجواتے ہیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"ٹھیک ہے تحفے بے شک لے لیا کرو لیکن اسلام تو کہتا ہے کہ ہر دن مدرڈے ہے تم ہر روز مدرڈے مناؤ۔ مَیں نے یہاں ایک دفعہ لندن میں ایک فنکشن تھا۔ مسجد کا افتتاح تھا۔ انگریز آئے ہوئے تھے۔ اُس دن مدرڈے تھا اُن کو مَیں نے یہی کہا تھا کہ تمہارا مدرڈے آج ہے اسلام تو ہر روز کو مدرڈے کہتا ہے۔ والدین کی عزت کرو، اُن سے حسن سلوک کرو۔ اُن کو اُف نہ کہو اُن کی خدمت کرو۔ تحفہ روز دو ماں باپ کو اگر تمہیں توفیق ہے تو"

سامعین! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر ایک بار پھر مختصراً ماں کی خدمت کے حوالے سے چند فقرات کہہ کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ فقرات بھی ہم سب کو اپنی ماؤں کی خدمت اور اُن سے حسن سلوک کرنے کی طرف راغب کریں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَات کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ یہ ایک ایسی مقدس لازوال نصیحت ہے جو رہتی دنیا تک ہم مسلمانوں کے لئے رہنما اصول اور رہبر کے طور پر کام کرتی رہے گی۔ اِس میں سبق یہ ہے کہ ہمیں اپنی

ماؤں کی ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر لحظہ اتنی خدمت بجالانی چاہئے کہ ہمیں اپنے سامنے جنت نظر آنے لگے۔ حضرت اویس قرنیؓ یمن میں رہا کرتے تھے اُن تک اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا وہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے خواہاں تھے مگر وہ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت کی وجہ سے مدینہ کا سفر اختیار نہ کر سکے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جان کر ایک دن یمن ملک کی طرف اپنا رُخِ مبارک کر کے فرمانے لگے مجھے اِس طرف سے رحمان خدا کی خوشبو آتی ہے۔ یمن میں میرا ایک پرستار رہتا ہے جو اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے آستانۂ نبوت پر حاضر نہیں ہو پا رہا۔ بلکہ ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ جو اُسے ملے اُسے میرا اسلام پہنچائے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے یمن کا سفر اختیار فرمایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا السلام علیکم حضرت اویس قرنیؓ کو پہنچانے کی سعادت پائی۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیوبت میں دو افراد کو ہی سلام پہنچانے کی خواہش کا اظہار فرمایا ایک مسیح اور مہدی جو آخری زمانہ میں امت محمدیہ کا روحانی باپ بن کر آنا تھا اور دوسرا حضرت اویس قرنیؓ جو اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہ کر زیارتِ رسولؐ نہ کر سکا اور ان کا تو ہر لمحہ ہی مدر ڈے تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولاد جب اپنے والدین پر محبت بھری نگاہ ڈالتی ہے تو اِس کے بدلے میں اُسے حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔

(مسلم)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اُس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ماں

سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"بڑے بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو مَیں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔"

پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ مَیں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنا ہے اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہوں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء از بچوں کی تقاریر مرتبہ حنیف محمود صفحہ 53-54)

گلشن میں گل و لالہ کو جو رنگ ملا ہے
یہ تیری ہی محنت کا دعاؤں کا صلہ ہے
انصار ہیں خدّام ہیں اطفال ہیں ان میں
ہر پھول ترے دامنِ اَطہر میں کِھلا ہے

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿21﴾ ﴿مشاہدات۔357﴾

مدّرز ڈے

(Mother's day)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا (الاحقاف:16)

ترجمہ: ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ وہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اُسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا۔

دعا دیتے ہیں لب اور لوریاں لہجہ سناتا ہے
مری ماں کے تکلم میں فرشتہ گنگناتا ہے
بدل کوئی نہیں اس کا، خریدا جا نہیں سکتا
جو چین آغوشِ مادر میں کسی بچے کو آتا ہے

پیارے بھائیو! مجھے آج آپ کے سامنے مدّرز ڈے کے حوالے سے گفتگو کرنی ہے جس سے ماں جیسی عظیم شخصیت کا مقام و بلند مرتبہ ہم پر واضح ہو جائے۔

سامعین! آج کل دنیا کے مختلف علاقوں اور خطوں میں یومِ مادر یعنی مدرز ڈے یا ماؤں کا دن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ دنیا کے مختلف جگہوں میں قوموں، سوسائٹیوں اور جماعتوں نے اپنی اپنی سہولت کے مطابق سال میں 37 کے قریب دن، یوم مادر کے طور پر مقرر کر رکھے ہیں تاہم ماہِ مئی کا دوسرا اتوار اور بعض مقامات پر ماہ مئی کا آخری اتوار دنیا کے اکثر حصوں میں مدرز ڈے کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اِسے یوم امن کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اس روز ماؤں کو happy wish کرتے، اُن سے ملتے، اُنہیں تحفے دیتے بالخصوص گلابی خوشبو دار پھول دیئے جاتے ہیں اور جن کی مائیں اس دارِ فانی سے کوچ کر چکی ہوتی ہیں وہ اپنے سینوں پر سفید رنگ کے پھول علامتی طور پر لگا لیتے ہیں۔ اِس روز اولڈ ایج ہاؤسز میں کافی رش دِکھنے کو ملتا ہے اور ماؤں کو خوبصورت کارڈز کے ذریعہ ہیپی مدرز ڈے کہا جاتا ہے چاہے یہ بچے سال کے باقی دنوں اپنی

ماؤں کو پوچھیں بھی نہ۔ ہوٹلوں میں مدّرز ڈے سے ایک ایک مہینہ قبل اُس روز کا مینو ہوٹلوں کے باہر آویزاں کر دیا جاتا ہے اور ہوٹلوں اور کلبوں میں تِل رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

ویسے تو خاندان میں ہر رشتہ ہی عزیز اور مقدس ہے۔ بڑوں کی عزت واحترام اور چھوٹوں سے پیار سے پیش آنے اور رحم کرنے کی تلقین اسلام مذہب میں ملتی ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے، عزت واحترام اور عقیدت سے پیش آنے کی تعلیم قرآن و احادیث میں واضح طور پر بیان ہوئی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور سنت سے والدین سے عزت سے پیش آنے کو بطور نمونہ چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں ماں باپ کو اُن کے بڑھاپے میں اُف تک نہ کرنے کے قرآنی حکم کے علاوہ حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو والدین سے احترام سے پیش آنے کی تلقین موجود ہے اور اللہ کریم کے شکر ادا کرنے کے تعلیم اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمٰن: 15) کے الفاظ میں ملتی ہے جس کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنے کی تلقین ہے۔ شاید اِس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی وجود کو دنیا میں لانے کا فیصلہ کرتا ہے تو والدین کو اِس کا ذریعہ بناتا ہے۔ اگر ہم اپنی روزمرہ نمازوں کے الفاظ کا جائزہ لیں تو نوافل کے علاوہ ایک درجن کے لگ بھگ ہم اپنے والدین کے لئے اِن الفاظ میں دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

سامعین! احادیث میں ماں کو باپ پر فوقیت دی گئی ہے۔ بخاری کتاب الادب کی حدیث ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ! لوگوں میں سے میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا تیری والدہ! پھر اُس شخص نے اپنے سوال کو دہرایا۔ آپؐ نے پھر یہی جواب دیا کہ تمہاری والدہ! اُس کے تیسری مرتبہ دریافت کرنے پر بھی والدہ کا ہی نام حضورؐ نے فرمایا۔ پھر اُس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا ماں کے بعد تیرا باپ تیرے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

ماں کو باپ پر فوقیت دینے کی کچھ وجوہات ہو سکتی ہیں جو سمجھ میں آتی ہیں حالانکہ باپ ہی کی وجہ سے کوئی خاتون ماں کے درجہ تک پہنچتی ہے۔ اگر باپ نہ ہوتا تو ماں نہ بنتی لیکن اولاد کے لئے دونوں کی ذمّہ داریاں الگ الگ ہیں۔ باپ کا دن بھی فادر ڈے کے طور پر گو منایا جاتا ہے لیکن ذرا قدرے کم دلچسپی کے ساتھ۔

والد کی ذمّہ داری گھر اور گھر سے باہر ذریعہ معاش کی ہے لیکن ماں کی ذمّہ داری گھر میں بچوں کی دیکھ بھال، پرورش اور تعلیم و تربیت کی ہوتی ہے۔ ویسے بھی بچہ نو ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہ کر ماں کے خون سے غذا حاصل کر چکا ہوتا ہے اور کسی حد تک ماں کا جزوِ بدن بن چکا ہوتا ہے۔ پھر پیدائش کے بعد اڑھائی سال تک ماں کے پستانوں سے دودھ پی کر باپ کی نسبت ماں سے زیادہ مانوس ہو جاتا ہے۔ نو ماہ پیٹ میں تکلیف اُٹھانے کے بعد پالنے پوسنے تک ماں ہی تکلیف برداشت کرتی ہے۔ اول تو بچہ جننے کا مرحلہ اپنی ذات میں بہت تکلیف دہ ہے پھر جب وہ رات کو بستر پر پیشاب کر دیتا ہے تو بستر کے گیلے حصہ میں ماں خود سو جاتی ہے اور اپنے جگر سے الگ ہوئے ننھے منے بچے کو سوکھی جگہ پر لٹاتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سلوک کرنے میں ماں کو باپ پر فوقیت دی ہے۔ حضرت امام بخاریؒ اپنے مجموعہ احادیث صحیح بخاری میں بعض ایسی حکایات اور کہانیاں بیان کرتے ہیں جو بہت سبق آموز ہوتی ہیں مثلاً ایک حکایت یوں بیان ہوئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ تین اشخاص اکٹھے سفر پر تھے۔ ایک رات آندھی اور بارش نے اُن کو آلیا۔ اُن تینوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ ہوا اور آندھی اتنی تیز تھی کہ ایک بڑی چٹان لڑھک کر غار کے سرہانے آرُکی اور تینوں کے باہر نکلنے کا راستہ بند ہو گیا۔ جس سے وہ بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اپنی کسی پرانی نیکی کو یاد کر کے اپنے ربّ سے اُس نیکی کا واسطہ دے کر دُعا کی جائے کہ اے اللہ! مَیں نے کسی وقت تیری رضا کے لئے یہ نیک کام کیا تھا۔ اس کے طفیل تو اس پتھر کو ہٹا دے۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ پہلے دو نے اپنی اپنی نیکیاں گن کر اللہ تعالیٰ سے پتھر ہٹ جانے کی دعا کی تو پتھر تھوڑا تھوڑا سرکا مگر ابھی بھی وہ باہر نکلنے کے قابل نہیں تھے۔ اب تیسرا بندہ اپنے اللہ سے یوں گویا ہوا کہ اے اللہ تبارک و تعالیٰ! مَیں تلاشِ معاش میں سارا سارا دن گھر سے باہر رہتا تھا جب مَیں گھر واپس لوٹتا تو ماں باپ سو چکے ہوتے۔ مَیں بکریوں کا دودھ دھو کر گلاس میں ڈال کر ساری ساری رات اُن کے سرہانے کھڑا رہتا کہ جونہی وہ اٹھیں مَیں اُن کو دودھ پلا کر اُن کی خدمت کروں۔ اے اللہ! اگر یہ نیکی ہے تو اِس کو قبول فرما اور غار کے سر سے پتھر ہٹا کر ہمیں اس مشکل سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی اور آواز سنائی دی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ پتھر آگے سے ہٹ جاؤ اور ان تین نیکوکاروں کو باہر نکلنے کا راستہ دے دو اور یوں اُن تینوں نے مشکل سے نجات پائی۔

سامعین! والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور عزت و احترام سے پیش آنے کے حوالہ سے بہت سی اسلامی تعلیمات ہمیں ملتی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ اور متبعینِ امت کو اپنی عمریں دراز کرنے اور رزق میں فراوانی یعنی برکت کے لئے نہایت ہی عمدہ نسخہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی خواہش ہے کہ اُس کی عمر دراز ہو اور رزق میں برکت پڑے اور رزق میں فراوانی ہو تو اُسے چاہئے کہ اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرے اور عزیز و اقارب سے صِلہ رحمی کرے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 422)

میرے بھائیو و بہنو! ہم بات کر رہے تھے کہ ماں کو باپ پر فوقیت دی گئی ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ بچے کی پرورش اور upgrading میں ماں کا عمل دخل باپ سے زیادہ ہے۔ ماں بچے کی خاطر بہت دکھ، درد اور تکلیف برداشت کرتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اُس کو نہیں چھوڑتی اپنے بچے کے ساتھ ایک وجود بن کر رہتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مختلف مذاہب، سوسائیٹیوں اور علاقوں میں "ماں" کے لئے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں اُن میں "میم" مشترکہ ہے جیسے ماما، اُمّ، امی، ممی، اماں، ممتا، مَمّا، مدَر، ماتا، مادرے، مادر، ماتے، مورے اور مُو وغیرہ اور ہم نے اپنی زبان میں جب والدین کا اکٹھا ذکر کرنا ہو تو اُمی ابا اور ماں باپ کہتے ہیں جن میں والدہ پہلے اور باپ بعد میں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ماں تو بچے کی خدمت خاطر میں تو کوئی وقفہ نہیں ڈالتی اور نہ ہی کوئی خاص وقت مخصوص کرتی ہے کہ صبح کے وقت مَیں دیکھ بھال کروں گی شام یا دوپہر کو نہیں۔ وہ ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروفِ خدمتِ اولاد رہتی ہے اور ہر ماں کی ادا دوسری ماں سے مختلف نظر آتی ہے تو پھر سال میں ایک یا دو دن مدرز ڈے کیوں؟ سارا سال کیوں نہیں بلکہ بچے کی زندگی کا لمحہ لمحہ مدرز ڈے کیوں نہیں۔ جس طرح ماں لمحہ بہ لمحہ بچے کی خدمت اور پرورش میں مصروف نظر آتی ہے ویسا ہی بچہ یا بچی کو بھی ماں کی خدمت میں ہر وقت مصروفِ عمل رہنا چاہئے۔ بالخصوص جب ماں بڑھاپے میں داخل ہو رہی ہو یا داخل ہو چکی ہو۔

میرے ساتھیو! سال میں ایک یا دو دن مدرز ڈے یا فادرز ڈے منانے کا رواج اب زور پکڑ گیا ہے گو یورپین اور مغربی معاشرے میں بھی ماؤں اور باپوں بالخصوص ماؤں کی بہت قدر کی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ انگریز اور یورپین لوگ اپنی ماؤں کے علاج معالجہ اور دیگر سہولیات بہم پہنچانے کے لئے بہت قربانی کرتے ہیں

لیکن یہ بھی دیکھنے کو ملا ہے کہ مائیں جب بوڑھے یا عمر رسیدہ ہو کر بسا اوقات بچوں جیسی حرکات کرنے لگتیں ہیں اور اولاد کے آرام میں خلل آنے لگتا ہے تو وہ اِن کو Old age houses میں چھوڑ آتے ہیں جبکہ مشرقی معاشرے میں ایسا نہیں اور نہ ہی اسلام اِس کی اجازت دیتا ہے۔ یومِ مادر (مدرڈے) منانے کے حوالہ سے سوالات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے بھی ہوتے رہے اور اب موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے بچے اور بچیاں یہ سوال کرتے رہتے ہیں کہ یہاں یورپ میں مدرڈے اور فادرڈے مناتے اور ہمارے گھروں میں تحفے بھجواتے ہیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"ٹھیک ہے تحفے بے شک لے لیا کرو لیکن اسلام تو کہتا ہے کہ ہر دن مدرڈے ہے تم ہر روز مدرڈے مناؤ۔ مَیں نے یہاں ایک دفعہ لندن میں ایک فنکشن تھا۔ مسجد کا افتتاح تھا۔ انگریز آئے ہوئے تھے۔ اُس دن مدرڈے تھا اُن کو مَیں نے یہی کہا تھا کہ تمہارا مدرڈے آج ہے اسلام تو ہر روز کو مدرڈے کہتا ہے۔ والدین کی عزت کرو، اُن سے حسن سلوک کرو۔ اُن کو اُف نہ کہو اُن کی خدمت کرو۔ تحفہ روز دو ماں باپ کو اگر تمہیں توفیق ہے تو"

سامعین! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر ایک بار پھر مختصراً ماں کی خدمت کے حوالے سے چند فقرات کہہ کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ امید ہے کہ یہ فقرات بھی ہم سب کو اپنی ماؤں کی خدمت اور اُن سے حسن سلوک کرنے کی طرف راغب کریں گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَات کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ یہ ایک ایسی مقدس لازوال نصیحت ہے جو رہتی دنیا تک ہم مسلمانوں کے لئے رہنما اصول اور رہبر کے طور پر کام کرتی رہے گی۔ اِس میں سبق یہ ہے کہ ہمیں اپنی ماؤں کی ہر وقت، ہر لمحہ اور ہر لحظہ اتنی خدمت بجالانی چاہئے کہ ہمیں اپنے سامنے جنت نظر آنے لگے۔ حضرت اویس قرنیؓ یمن میں رہا کرتے تھے اُن تک اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا وہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے خواہاں تھے مگر وہ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت کی وجہ سے مدینہ کا سفر اختیار نہ کر سکے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جان کر ایک دن یمن ملک کی طرف اپنا رُخِ مبارک کر کے فرمانے لگے مجھے اِس طرف سے رحمان خدا کی خوشبو آتی ہے۔ یمن میں میرا ایک پرستار رہتا ہے جو

اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے آستانۂ نبوت پر حاضر نہیں ہو پارہا۔ بلکہ ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ جو اُسے ملے اُسے میرا اسلام پہنچائے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے یمن کا سفر اختیار فرمایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا السلام علیکم حضرت اویس قرنیؓ کو پہنچانے کی سعادت پائی۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے والی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیوبت میں دو افراد کو ہی سلام پہنچانے کی خواہش کا اظہار فرمایا ایک مسیح اور مہدی جو آخری زمانہ میں امت محمدیہ کا روحانی باپ بن کر آنا تھا اور دوسرا حضرت اویس قرنیؓ جو اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہ کر زیارتِ رسولؐ نہ کر سکا اور ان کا تو ہر لمحہ ہی مدر ڈے تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولاد جب اپنے والدین پر محبت بھری نگاہ ڈالتی ہے تو اِس کے بدلے میں اُسے حجِ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔

(مسلم)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اُس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"بڑے بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو مَیں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔"

پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ مَیں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنا ہے اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہوں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء از بچوں کی تقاریر مرتبہ حنیف محمود صفحہ 53-54)

گلشن میں گل و لالہ کو جو رنگ ملا ہے
یہ تیری ہی محنت کا دعاؤں کا صلہ ہے
انصار ہیں خدّام ہیں اطفال ہیں ان میں
ہر پھول ترے دامنِ اَطہر میں کِھلا ہے

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿22﴾ ﴿مشاہدات۔1026﴾

فادرز ڈے

(Father's day)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء:36)

کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

والدین کا دل جیت لو کامیاب ہوجاؤ گے
ورنہ ساری دنیا جیت کر بھی ناکام ہوجاؤ گے

پیارے بچو! آج مجھے فادرز ڈے پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔ آج کل سوشل میڈیا اور دیگر پلیٹ فارمز کی وجہ سے بعض رسومات، بدعات اور بعض جدّتوں نے معاشرے میں جگہ بنالی ہے۔ اُن میں سے بعض اچھی باتیں بھی ہیں۔ جوں جوں سوشل میڈیا کے ذریعہ دنیا گلوبل ویلج یا ایک خاندان کی حیثیت اختیار کرتی جارہی ہے تُوں تُوں بعض انٹرنیشنل ادارے، تنظیمیں اور سوسائٹیوں نے ماحولیات اور ہسٹری کو مدّ نظر رکھ کر مختلف "Days" یعنی ایّام منانے شروع کئے جن کو آہستہ آہستہ انٹرنیشنل درجہ ملتا گیا۔ جیسے یوم اطفال، یومِ مادر پدر، ماؤں کا دن، یوم والدین اور نانانانی دادادادی کا دن، یومِ والدین، یومِ مام اور یومِ ڈیڈ یا یوم پاپا وغیرہ۔ اِن میں سے مدرز ڈے اور فادرز ڈے بھی شامل ہیں جن میں بچے اپنے ماں باپ کی خدمت میں اِس دن پھولوں کے گلدستے پیش کرتے ہیں۔ تحفے تحائف دیتے اور والدین کی خدمات کو سراہتے ہیں۔ بعض سوسائٹیاں اور کلبز اِن دنوں جلسے اور اجلاسات منعقد کرکے والدین کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور نوجوان نسل اور بچوں کو والدین کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ جیسے اسکولز میں parent's days منائے جاتے ہیں۔

سامعین! ایک سوال وجواب کی محفل میں اور احمدی ماں نے حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے مدّرز ڈے اور فادرز ڈے کے منانے کے حوالے سے سوال کیا تو حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ

"اسلام تو کہتا ہے کہ ہر روز مدّر ڈے ہے۔ تُم ہر روز مدّر ڈے مناؤ۔ مَیں نے یہاں ایک فنکشن تھا کسی مسجد کا افتتاح تھا اور غیر از جماعت انگریز آئے ہوئے تھے۔ اُس دن مدّر ڈے تھا اُن کو مَیں نے کہا تھا کہ تمہارا مدّر ڈے تو آج ہے اسلام تو ہر دن کو مدّر ڈے کہتا ہے۔ والدین کی عزّت کرو، نیک سلوک کرو۔ اُف نہ کرو۔ اگر تُم میں توفیق ہے تو روز تحفہ دو۔ اگر کوئی تحفہ دے تو لے لیا کرو"

"مشاہدات" کے تحت مدَرز ڈے کی اہمیت اِس سے قبل مشاہدات نمبر 357 پر پڑھی اور دیکھی جا سکتی ہے۔ آج مجھے "فادرز ڈے" (Father's Day) پر کچھ عرض کرنا ہے۔ دنیا میں مختلف معاشروں اور سوسائٹیوں میں یہ دن "یومِ والد"، "یومِ پدر" کے نام سے منایا جاتا ہے۔ یوں تو ہر دن والدین کا دن ہے اور والدین سے محبت کا اظہار کسی مخصوص دن کا محتاج نہیں ہوتا۔ اسلام نے ہر لمحہ اپنے والدین کی عزّت و تکریم کی تعلیم دی ہے تاہم فادر ڈے ہر ملک میں مختلف تاریخوں کو منایا جاتا ہے، جیسے کہ کئی یورپی اور امریکی ممالک میں جون کا تیسرا اتوار، جبکہ کیتھولک یورپ میں یہ 19 مارچ کو منایا جاتا ہے۔ اس کا خیال ایک خاتون سنورا سمارٹ ڈوڈ نے اُس وقت پیش کیا جب وہ ماؤں کے ایک عالمی دن کے موقع پر ایک خطاب سن رہی تھیں۔ اُس کی ماں کے انتقال کے بعد اُس کی پرورش اُس کے والد ولیم سمارٹ نے کی تھی اور وہ چاہتی تھیں کہ اپنے والد کو بتا سکیں کہ وہ ان کے لیے کتنے اہم ہیں۔

اس جشن کو ہسپانویوں اور پرتگالیوں نے لاطینی امریکا میں متعارف کروایا جہاں 19/مارچ کو یہ آج بھی منایا جاتا ہے۔ کئی یورپی اور امریکی ممالک جدید دور میں ریاستہائے متحدہ امریکا کی تاریخ اپنا چکے ہیں، جو جون کے مہینے کا تیسرا اتوار ہے۔ یہ دنیا کے کئی اور ممالک میں مختلف تواریخ پر منایا جاتا ہے۔

پیارے بچو! "عالمی فادر ڈے" کا ایک فائدہ یہ سامنے آیا کہ اولڈ ایج ہومز میں رہائش رکھنے والے بزرگ والدین سے اُن کے بچوں کی ملاقات میسّر آنے لگی ہے۔ پورا پورا سال اپنی اولاد سے ملنے، ان کی ایک جھلک دیکھنے یا ان کی آواز تک سننے کو ترسے ہوئے بزرگوں کی اپنے بچوں سے ملاقات ہونے لگی ہے۔ ہمارے مسلمان ماحول میں والدین کی ناقدری، اُن کی نافرمانی، ہمارا شِعار نہیں ہے، نہ ہمارا شیوا۔ بڑھاپے

میں انہیں بے یارومددگار چھوڑ دینا ہمارا دستور نہیں کہ روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے کیسے اپنے ہی ہاتھوں اپنی اُخروی زندگی برباد کر سکتے ہیں۔ ہمارا دین تو اتنا پیارا ہے کہ اُس میں بوڑھے والدین یعنی ماں اور باپ کے لیے محض ایک دِن مقرّر نہیں کیا گیا، بلکہ اُن کے ساتھ ہر روز بالخصوص بڑھاپے میں بھلائی کا حکم دیا گیا۔ انہیں خود سے دُور نہیں، اپنے پاس، اپنے ساتھ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ دربارِ رسالتؐ میں ایک صحابی نے شکایت کی کہ "میرا باپ میری ذاتی کمائی کو میری رضامندی کے بغیر خرچ کر دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ اس کے باپ کو بلا کر لاؤ۔ جب باپ کو معلوم ہوا کہ بیٹے نے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی شکایت کی ہے، تو سخت رنجیدہ ہوا اور راستے میں غم کے عالم میں دِل ہی دِل میں کچھ اشعار کہے۔ اس سے قبل کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا، اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کے ذریعے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر کر دی۔ جب وہ شخص (باپ) دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا، تو آپؐ نے اسے وہ اشعار سنانے کا حکم دیا، جو اُس نے راستے میں اپنے دِل میں کہے تھے۔ بوڑھا شخص حیران رہ گیا اور بولا، "بے شک آپ سچّے رسول ہیں اور اللہ بڑی قدرت والا ہے کہ اس نے میرے وہ الفاظ بھی سُن لیے، جو اب تک میری زبان سے ادا بھی نہیں ہوئے۔" اُس کے بعد اُس نے وہ اشعار سُنائے۔ اُن عربی اشعار کا اُردو میں مفہوم کچھ یوں ہے۔ "اے میرے بیٹے! جس دِن تُو پیدا ہوا، مَیں نے اپنے لیے جینا چھوڑ دیا اور اپنی زندگی تیرے نام کر دی۔ تیرے لیے سرد و گرم موسموں کی شدّتوں سے لڑا، حالات کے فولادی جبڑوں سے رزق نکالا، خود بھوکا رہا، تجھے کھلایا، تجھے پروان چڑھانے کے لیے اپنی جوانی اور صحت برباد کر ڈالی۔ اپنے جذبات کو روند ڈالا، خواہشات کو کچل دیا، تُو بیمار ہوتا تو مَیں تیرے مر جانے کے خوف سے ساری ساری رات تیری خبر گیری کرتا، حالانکہ خُوب جانتا تھا کہ موت کا ایک دن معیّن ہے، پھر بھی روتا رہتا۔ تیرے ایک ایک سُکھ کے لیے مَیں نے جانے کتنے دُکھ جھیلے اور اس حالت میں ایک، دو دن نہیں جانے کتنے برس کاٹے۔ وقت گزرا، موسم بیتے تُو جوان اور مَیں بوڑھا ہوتا چلا گیا۔ تُو درخت کے تَنے کی طرح سیدھا کھڑا ہو گیا اور میری کمر کمان کی طرح جھک گئی، تُو طاقت وَر ہو گیا اور مَیں کم زور۔ پھر تیرے تیور بدل گئے، تُو مجھ سے ایسے بات کرتا کہ میرا کلیجہ پھٹ جاتا، تُو مجھے ایسے مخاطب کرتا، جیسے مَیں تیرا باپ نہیں، تیرا غلام ہوں۔

مَیں نے پھر بھی اپنے دل کو سمجھالیا، اپنی ساری حقیقت جھٹلادی۔ مان لیا کہ مَیں تیرا باپ نہیں، تیرا نوکر ہوں، مگر دوست! نوکر کو بھی لوگ پوچھ لیا کرتے ہیں کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، اتنا خیال تو لوگ پڑوسی کا بھی کر لیتے ہیں، تُو نوکر سمجھ کر ہی سہی، پڑوسی سمجھ کر ہی سہی کبھی تو مجھے پوچھ لیتا۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پُرالم اشعار سُنے تو اتنا روئے کہ آنسوؤں نے ریشِ مبارک بھگو دی۔ آپؐ نے بوڑھے کے بیٹے کو لباس سے پکڑ کر جھنجھوڑا اور فرمایا "تُو اپنے باپ پر مقدّمہ کرتا ہے! چلا جا یہاں سے، تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔" اور یوں گویا قیامت تک کے لیے فیصلہ ہو گیا کہ مسلمان فرزند کے لیے اس کا ہر ڈے، فادر زڈے ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "ہم اپنے باپ سے کس انداز و لہجے میں بات کریں؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک غلام، جس کا آقا بہت سخت اور ظالم ہو، غلام سے کوئی بڑی خطا سرزد ہو جائے اور وہ آقا کو اس کی اطلاع دینا چاہے، تو کیسا انداز اور لب و لہجہ اختیار کرے گا؟ پس اسی طرح اپنے باپ کو مخاطب کیا کرو۔" سبحان اللہ! یہ ہمارے دین کی خُوبصُورتی اور تعلیمات ہیں کہ جس میں والدین کا رتبہ و مقام اتنا بلند ہے کہ انہیں اُف تک نہیں کہا جاسکتا۔ جس دین میں والدین کی عظمت کا یہ عالم ہو، اُس کے پیروکار اپنے ماں، باپ سے کسی ایک دن نہیں، بلکہ ہر روز اظہارِ محبّت کرتے ہیں۔ یاد رکھیں! والدین کی نافرمانی انتہائی بد قسمتی کی بات ہے، ایسی اولاد کی ہر دُعا قبولیت سے محروم رہتی ہے۔ یہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے، تو ہم میں سے کون ایسا ہو گا، جو یہ حقیقت جاننے کے بعد بھی اُن کی ناقدری کرے؟ ان کی نافرمانی کا مرتکب ہو؟ اور ان کی دل آزاری کا سبب بنے؟

عزیز بچو! بلاشبہ والدین اللہ رب العزت کی عظیم نعمت ہیں۔ بچے کی پیدائش سے لے کر اس کی پرورش، تعلیم و تربیت اور معاشرے میں ایک قابل انسان بنانے تک وہ انتھک جدوجہد کرتے ہیں۔ ہر قدم پر اولاد کی رہنمائی کرتے ہیں، انہیں دنیا کی تلخیوں، پریشانیوں اور مصیبتوں سے بچاتے ہیں۔ اپنی زندگیاں اولاد کے آرام و آسائش کے لیے قربان کر دیتے ہیں۔ ایک ماں نہ صرف تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کر کے اولاد کے دنیا میں آنے کا وسیلہ بنتی ہے بلکہ ان کی پرورش میں اہم کردار ادا کرتی ہے، وہیں ایک باپ معاشرے میں انہیں اعلیٰ مقام دلانے کے لیے شب و روز محنت کی چکّی میں پستا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام

نے نہ صرف والدین کی قدر و قیمت کا احساس کرنے کا حکم فرمایا بلکہ دل و جان سے ان کی خدمت کرنے اور احساس کرنے کی تلقین فرمائی۔

قرآن پاک میں بیان والدین کے حقوق کے حوالے سے ایک توجہ طلب نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر لفظ "احسان" کی جامع اصطلاح استعمال فرمائی ہے جس کے معنیٰ کمال درجے کا حسن سلوک کے ہیں یعنی احسان یہ ہے کہ نیکی کا جواب صرف نیکی سے نہ دیا جائے بلکہ اس سے بڑھ کر بھلائی کی جائے یہاں تک کہ اگر والدین کی طرف سے زیادتی ہو بھی جائے تب بھی احسان کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

کہ آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں "اف" بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو۔ اور ان دونوں کے لیے نرم دلی سے عجز و انکساری کے بازو جھکائے رکھو اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو: اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا تھا۔

(بنی اسرائیل: 23-24)

پیارے بچو! آج کے معاشرہ میں ماں کی ممتا اور محبت پر تو بہت باتیں کی جاتی ہے، لیکن باپ کی قربانیوں اور بے لوثی کو اس طرح سراہا نہیں جاتا، جیسے ماں کی خدمات و بے لوثی کو یاد کیا جاتا ہے، لیکن ہم سب کو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ایک باپ کے کندھوں پر بہت سی ذمّہ داریاں ہوتی ہیں۔

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا یا رسول اللہ! کون زیادہ حق دار ہے جس سے مَیں حسنِ معاشرت کے ساتھ پیش آؤں۔ آپؐ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ اُس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ پوچھا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں۔ پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ۔

بچو! اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماں کی خدمت اور اطاعت کی اہمیت باپ سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ وہ حمل، ولادت، پرورش اور تربیت میں بے شمار قربانیاں دیتی ہے۔ لیکن باپ بھی اپنی زندگی کی آسائشیں قربان کر کے ہمارے لیے سکون کا سامان مہیا کرتے ہیں، اپنے آرام اور خواہشات کو پس پشت ڈال کر

ہمارے خوابوں کی تعبیر کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اپنی محنت، تجربے اور وسائل کے ساتھ ہمارے روشن مستقبل کے لیے فکر مند رہتے ہیں، یہ والد ہی ہوتے ہیں جو پورے خاندان کے لئے روزی کمانے کے لئے سخت محنت کرتے اور خود پر خرچ کرنے کے بجائے بچوں کے مستقبل کو بہتر بنانے میں لگا دیتے ہیں، بچوں کی ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں۔ ہمیں زندگی کے چیلنجز کا سامنا کرنے کی طاقت دیتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے ایک ستون ہیں ایک ستارے کی مانند ہیں جو اندھیری راتوں میں راستہ بھی دکھاتا ہے اور ہمیں کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ اپنے والد کی محنت اور قربانی ہمیں زندگی میں آگے بڑھنے کی انسپائریشن دیتی ہے۔ اُن کی محبت اپنے بچوں کے لیے بغیر کسی شرط کے سچی محبت ہوتی ہے۔ ان کا ہر لمحہ آپ کی بہتری کے لیے وقف ہوتا رہا ہے تو ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اُن کا احترام کریں اُن کی عزت کریں اُن کی اطاعت کریں، اُن کی رائے کو اہمیت دیں۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنّت کے درمیانی دروازوں میں سے ایک ہے، اگر چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو یا اگر چاہو تو اس کی حفاظت کرو۔

(ترمذی: رقم 1900)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔

(سنن ترمذی)

پیارے بچو! ہمارے سامنے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بھی باپ سے محبت اور عقیدت کی مثال موجود ہے کہ باپ نے بیٹے کو قربان ہونے کے لئے کہا اور بیٹے نے بنا کسی حیل و حجت کے اپنا سر باپ کے ہاتھ میں پکڑی چُھری کے نیچے رکھ دیا۔

ہمارے دین میں ماں باپ کی عزت و توقیر کے حوالے سے بطورِ خاص تاکید ہے اور تاکید بھی ایسی کہ ان کی کسی بات پر انہیں "اُف" تک نہ کہنے کا حکم ہے۔

باپ کی شخصیت کی پہچان اور اس کا احترام صرف ایک دن کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ جب تک وہ زندہ ہے، اس کی تعظیم و توقیر اس کے بچوں پر واجب ہے۔ باپ بوڑھا ہو جائے یا مفلوج ہو جائے تو وہ پھر بھی باپ ہے۔ ایک بیٹے کو باپ کی قدر و منزلت کا تب اندازہ ہوتا ہے جب وہ خود باپ بنتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن کریم کی ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے والدین کے ادب و احترام کا ان الفاظ میں ذکر فرماتے ہیں:

''تیرے خدا نے یہی چاہا ہے کہ تم اس کی بندگی کرو اُس کے سوا کوئی اور دوسرا تمہارا معبود نہ ہو اور ماں باپ سے احسان کرو۔ اگر وہ دونوں یا ایک ان میں سے تیرے سامنے بڑی عمر تک پہنچ جائیں تو تُو ان کو اُف نہ کہہ اور نہ ان کو جھڑک بلکہ ان سے ایسی باتیں کہہ کہ جن میں ان کی بزرگی اور عظمت پائی جائے۔''

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات صفحہ 4)

والدین کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا، یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کر جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خورد سالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔''

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی کئی خطبات اور تقاریر میں والدین کی عظمت اور ان کا احترام بجالانے کی گرانقدر نصائح فرمائی ہیں۔ آپؓ ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''اسلام نے والدین کے لئے خاص ہدایات دی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ أَدْرَكَ اِحْدَ وَالِدَيْهِ ثُمَّ لَمْ يَغْفِرْلَهُ فَابْعِدَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلّ۔ (ابن کثیر جلد 6 صفحہ 61) یعنی جس شخص کو اپنے

والدین میں سے کسی کی خدمت کا موقع ملے اور پھر بھی اس کے گناہ نہ معاف کئے جائیں تو خدا اس پر لعنت کرے مطلب یہ کہ نیکی کا ایسا اعلیٰ موقعہ ملنے پر بھی اگر وہ خدا کا فضل حاصل نہیں کر سکا تو جنت تک پہنچنے کے لئے ایسے شخص کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 321)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ والدین کی تعظیم و تکریم کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"پھر اللہ تعالیٰ نے جو اگلا حکم فرمایا، وہ یہ ہے کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ یہ ترتیب بھی وہ قدرتی ترتیب ہے جو انسان کی زندگی کا حصہ ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے بعد اس دنیا میں والدین ہی ہیں جو بچوں کی پرورش اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ غریب سے غریب والدین بھی اپنے دائرے میں یہ بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے بچوں کی صحیح پرورش ہو، اس کے لئے وہ عموماً بے شمار قربانیاں بھی کرتے ہیں۔ پس فرمایا کہ والدین سے احسان کا سلوک کرو... یہاں بھی، اس ملک میں بھی آزادی کے نام پر وہ بچے جو نوجوانی میں قدم رکھ رہے ہیں وہ بدتمیزی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ بچے ایک عمر کو پہنچ کے آزاد ہیں۔ تو یہ تعلیم جو ماں باپ کا احترام نہیں سکھاتی یا یہ آزادی جو یہاں بچوں کو ہے، جو حفظِ مراتب کا خیال نہیں رکھتی، یا ماں باپ کی عزت قائم نہیں کرتی، یہ تعلیم اور ترقی نہیں ہے بلکہ یہ جہالت ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے جو خوبصورت تعلیم ہے کہ ماں باپ سے احسان کا سلوک کرو، اُن کی عزت کرو، اُن کو اُف تک نہ کہو۔ یہ ماں باپ کا احترام قائم کرتی ہے۔ ماں باپ کے احسانوں کا بدلہ احسان سے اتارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ ایسا عمل کرو جو بہترین ہو، ورنہ ماں باپ کے احسان کا بدلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اُتار ہی نہیں سکتے۔ اس احسان کے بدلے کے لئے بچوں کو اللہ تعالیٰ نے کیا خوبصورت تعلیم دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ والدین کے لئے یہ بھی دعا کرو۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل: 25) کہ اے میرے رب! ان پر رحم فرما۔ جس طرح یہ لوگ میرے بچپن میں مجھ پر رحم کرتے رہے ہیں اور انہوں نے رحم کرتے ہوئے میری پرورش کی تھی۔ پس یہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو اسلام ایک مسلمان کو اپنے والدین سے حسنِ سلوک کے بارے میں سکھاتا ہے۔ یہ وہ اعلیٰ معیار ہے جو ایک مسلمان کا اپنے والدین کے لئے ہونا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26/ جولائی 2013ء)

محوّلہ بالا ارشاد کی روشنی میں ہر احمدی بچے اور بڑے کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ وہ کبھی بھی اپنے والدین سے حسن سلوک کے معاملے میں کوتاہی کا مرتکب نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ارشادات پر عمل پیرا ہو کر والدین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور دین و دنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین

(بتعاون: زاہد محمود)



﴿23﴾ ﴿مشاہدات۔1212﴾

اسلام ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(آل عمران:111)

تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو یہ اُن کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ اُن میں مومن بھی ہیں مگر اکثر ان میں سے فاسق لوگ ہیں۔

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تاتم پہ ہو ملائکہء عرش کا نزول
اسلام چیز کیا ہے؟ خدا کیلئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیء خدا
جو مرگئے اُنہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اِس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

(درثمین)

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ اسلام ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے۔

ہم نے عیسائی سکالر کا یہ فقرہ پڑھ اور سُن رکھا ہے کہ "مغربی ممالک میں اسلام ہے اور مسلم ممالک میں مسلمان ہیں۔" اس پر خاکسار نے جب اپنی پُرانی یادوں کو چھیڑا اور مغربی ممالک میں مختلف اوقات میں اپنے قیام کے دوران مغربی دنیا کو پڑھا۔ اس کو کھنگالا۔ اس کی جگالی کی تو بہت سی باتیں ذہن میں آئیں۔

ابھی مَیں اِن یادوں میں گم تھا کہ آج اپنی روز مرّہ سیر کے دوران سڑک عبور کرتے وقت مجھے ایک بائیسکل آتی نظر آئی جس پر ایک شخص تیز تیز سائیکلنگ کرتا میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر ہاتھ کے اشارے سے سڑک عبور کرنے کو کہا۔ مَیں نے اُسے کہا کہ you first ۔ کہنے لگا Are you sure ۔ مَیں نے کہا yes اس پر وہ گزرا۔ ٹریفک کا نظام اتنا عمدہ ہے جس میں ہر شخص باادب لگتا ہے۔ آپ اگر کسی کو راستہ دیں تو وہ ہاتھ اٹھا کر شکریہ ادا کر کے جاتا ہے۔ دوسروں کے حقوق کا اس قدر خیال رکھا جاتا ہے کہ انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کاش! یہ اسلامی ممالک میں ہو۔ دیہاتی علاقوں میں جہاں سڑکوں کی چوڑائی تھوڑی کم اور چھوٹی ہوتی ہے۔ وہاں کاروں کی لائنیں لگی نظر آتی ہیں۔ مگر مجال کوئی کسی کو cross کرے۔ اگر آگے گھوڑ سوار یا سائیکلسٹ گزر رہا ہے تو ان کے حقوق کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ کار کے گزرنے کا راستہ ہے تو ہر دو کی کوشش ہو گی کہ پہلے سامنے والا گزر جائے اور سامنے والے کو head lights دے کر اُسے گزرنے کو کہا جاتا ہے جبکہ ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے۔ اگر head lights دے دیں تو مطلب یہ کہ مجھے گزرنے دو تم جاؤ بھاڑ میں۔ اگر کسی کو راستہ دے بھی دیں تو وہ بجائے شکر گزار ہونے کے بُرا بھلا کہہ کر جاتا ہے۔

ہمارے ممالک میں لائن بنانے کا تصوّر ہی نہیں۔ مگر وہی لوگ جب مغربی دنیا میں land کرتے ہیں تو فوری لائن میں لگ جاتے ہیں۔ باہر نکلیں تو ہر دوسرا بندہ آپ کو Hi یا Hello کہہ کر greet کرتا ہے۔ گندگی نظر نہیں آتی۔ ایسے علاقے جہاں مسلمانوں کی بہتات ہے میں گندگی بھی ملے گی اور ٹریفک اصولوں میں ڈنڈی مارتے بھی نظر آئیں گے۔ مجھے جرمنی سے ایک احمدی خاتون نے بتایا کہ ایک جرمن بچی بعمر 12 سال پلاسٹک والی تیل کی بوتل کو ڈٹرجنٹ سے صاف کر کے کوڑے میں پھینکتی تھی۔ تا کوڑا اُٹھانے والوں کو مشکل درپیش نہ ہو۔ حالانکہ یہ سارا میٹریل ری سائیکل ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں گھر کا تمام کوڑا کرکٹ باہر سڑک پر لا کر ڈال دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ممالک law biding ممالک ہیں Thanks کہنے کا بہت رواج ہے۔ ہماری احمدی مجالس اور gatherings میں ہر طرف سے جزاک اللہ، جزاک اللہ کی آوازیں بلند ہوتی سنائی دیتی ہیں۔

مجھے ایک دوست نے بتایا کہ میرے گھر میں ایک پلمبر کام کرنے کے لئے آیا۔ drill کرتے ہوئے گیس کا پائپ damage ہو گیا۔ اس نے اپنی کمپنی کو فون کے ذریعہ inform کر کے پلمبر کو بلوایا۔ پلمبر کو آتے دو گھنٹے سے زائد وقت بیت گیا۔ وہ کاریگر جب تک پلمبر نہیں آیا اسی جگہ موجود رہا تا گیس کی leakage سے کوئی زیادہ نقصان نہ ہو جائے۔ پھر پلمبر نے اپنا کام مکمل کر کے کہا کہ مَیں نے عارضی طور پر اس کو درست کر دیا ہے۔ فلاں دن بڑا پلمبر آ کر پوری مرمت کر دے گا۔ معین وقت پر بڑے پلمبر نے آ کر کام مکمل کیا اور کہا کہ فلاں دن پینٹر آ کر متاثرہ حصے پر وائٹ واش کر دے گا۔ چنانچہ پینٹر نے بھی اپنا کام خوش اسلوبی سے کر کے کہا کہ اگر تین ماہ میں پینٹ کی رنگت بدل جائے تو مجھے فون کر دیں۔ چنانچہ سارے کام وقت پر ہوئے۔ اور ہمارے ہاں الیکٹریشن ہو 'پلمبر ہو 'گاڑی کا مکینک ہو یا وائٹ واشر ہو۔ کام شروع کرنے کے بعد کئی کئی دن تک کے لئے غائب ہو جاتے ہیں اور جب موبائل پر رابطہ کریں تو اوّل فون اُٹھاتے نہیں اگر اٹھا لیں تو جواب ملتا ہے مَیں اس وقت out of city ہوں۔ حالانکہ وہ شہر میں ہی ہوتا ہے۔

اخلاقیات کو دیکھیں تو وہ مسلسل انحطاط وزوال کا شکار ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اقرار بھی کرتے دکھائی دیں گے اور اظہار بھی ایسا کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی خاطر مرنے مارنے اور قتل کر دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر ہر وہ کام کریں گے جن کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی ممالک میں جھوٹ، فتنہ پروری، قتل وغارت، بے ایمانی، یتیم کا مال کھانا، بد عہدی اور تکبّر وغیرہ عام ہے۔ حج کرنے کے بعد کاروبار میں دیانت نہ برتنا اور ملاوٹ عام ہے۔

ایک خطبہ جمعہ میں پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بد عہدی اور بد دیانتی کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" آج کل دنیا میں یہی حالات ہیں۔ کاروباروں میں بد عہدی ہے۔ روزمرہ کے معاملات میں بد عہدی ہے۔ قومی سطح پر اتنی بد عہدی ہے کہ اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ایک تجارت کا معاہدہ کرتے ہیں اور اس میں اتنی خیانت اور بد عہدی ہے کہ تصور سے باہر ہے۔ کسی نے مجھے بتایا بلکہ ایک کاروبار کرنے والے نے ہی بتایا کہ پاکستان سے ہم جو اچھا باسمتی چاول دنیا کو بھیجتے ہیں اُس کے درمیان میں ہم نے ایک ایسا طریقہ رکھا ہوا ہے جس میں اِری جو باسمتی چاول نہیں ہوتا، موٹے چاول کی ایک قسم ہے لیکن اتنا موٹا بھی نہیں

ہوتا، وہ اس طریقے سے ڈالتے ہیں کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور یہ کوئی پرواہ نہیں کہ اگر پتہ لگ جاتا ہے تو اس سے ان کی تجارت پر بھی اثر پڑے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ملک کی بدنامی ہو گی۔ پھر اسی طرح اور بہت سے کام ہیں جو کئے جاتے ہیں۔ یعنی یہ صرف بدعہدی نہیں ہے بلکہ خیانت بھی ہے، جھوٹ بھی ہے۔ صرف چار پیسے کمانے کے لئے یہ بدعہدی کر رہے ہوتے ہیں اور جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو رہے ہیں، انہوں نے کیا توقع آپ سے رکھی ہے۔ انہوں نے تجارت میں تو سوال ہی نہیں جنگی معاہدات میں بھی اور عام معاہدات میں بھی اپنا کیا اسوہ قائم کیا ہے اور کس طرح باریکی سے اس کو پورا فرمایا کہ دنیا کے کسی معاہدے میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 فروری 2011ء)

سامعین! سؤر نہیں کھاتے کہ حرام ہے مگر پیسہ حرام سے کما کر اپنی تجوریاں بھرتے رہتے ہیں اور شراب بھی پی لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ فلاں دکان سے گوشت نہ خریدیں ان کا ذبیحہ کا طریق اسلامی نہیں ہے۔ میکڈونلڈ نہ جائیں۔ سؤر کے مِلے تیل استعمال کرتے ہیں۔ مگر حرام کی کمائی پر فخر کرتے ہیں۔ حکومتی سطح پر بھی یہ بُرائیاں اور بدیاں عام دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جبکہ مغربی دنیا میں یہ بدیاں، بُرائیاں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان جیسے حالات کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر کوئی قوم اپنی حالت نہیں بدلتی تو اللہ تعالیٰ نئی قوم لے آتا ہے۔ فلسطین کے حوالہ سے پیشگوئی کے مطابق یہود دوبارہ مسلّط ہو چکے ہیں۔ لیکن توبہ مشروط ہے۔ جس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور اللہ کے بندوں کے ساتھ رحم کے ساتھ پیش نہ آئے تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں (یہود کو) فلسطین سے خود نکالے گا نہ کہ مسلمانوں سے جنگ کے نتیجہ میں اور ان کی بجائے اللہ اپنے صالح بندوں کو فلسطین کا بادشاہ بنادے گا۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو تب تک فلسطین پر غلبہ عطا نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس شرط کو پورا نہ کریں کہ اللہ کے صالح بندے بن جائیں۔"

(تعارفی نوٹ سورۃ بنی اسرائیل، از قرآن باترجمہ صفحہ 461)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بھی کئی خطبوں میں پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں اور اُمّتِ مسلمہ کی اصلاحی تبدیلیوں کے لئے احباب جماعت کو دعا کی تحریک کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُمّت مسلمہ پر رحم فرمائے۔ احتجاج تو تمام دنیا میں ریکارڈ کروایا جاتا ہے لیکن مغربی دنیا میں پُرامن احتجاج دیکھنے کو ملتا ہے جبکہ مسلمان ممالک کے بعض حصوں میں توڑ پھوڑ، لوٹ مار اور تمام اخلاقی ضابطوں کو توڑتے ہوئے احتجاج کرتے دیکھا جاتا ہے۔

چوری چکاری، ڈاکہ زنی اور رقوم واموال کو بے رحمی سے تلف کرنا اور چھین کر اپنا حصہ سمجھنا روز کا وطیرہ بن چکا ہے۔ یہاں ہماری کالونی کے باہر مین روڈ پر ایک خاتون پھولوں کا کاروبار کرتی ہے اور پھولوں کی ٹرے اور گملوں کو باہر قیمت لگا کر رکھ دیتی ہے اور ساتھ ایک گلہ رکھا ہوتا ہے۔ لوگ آتے ہیں اور اپنی پسند کے پھول لے کر اس کی مالیت کے برابر رقم گلے میں ڈال کر پھول لے جاتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں مالک کی موجودگی میں بھی داؤ لگا جاتے ہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر بے پردگی، ناچ اور دیگر رسومات، قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور دیگر کئی بُرائیاں ہمارے معاشرے میں گھر بنا گئی ہیں۔ جن کا اسلام کے ساتھ دُور کا بھی تعلق نہیں۔

آج اپنی زبوں حالی کا تذکرہ روزانہ ہی ٹاک شو اور دیگر ٹی وی کے پروگرامز میں اینکر حضرات اور مہمان اس بات کا عام اعتراف کرتے سنائی دیتے ہیں کہ ہم ترقی معکوس کر رہے ہیں ہماری اخلاقی کیفیت جو 1947ء میں تھی وہ اب 2026ء میں نہیں ہے۔ ہم گراوٹ کا شکار ہیں۔ بظاہر ہماری محبت اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھی ہے لیکن اسلامی احکام پر عمل کے حوالے سے ہمارا معیار بہت نیچے جا گرا ہے۔ عدم برداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔

یورپین اقوام law biding ہیں۔ یہاں برطانیہ میں گھروں میں سگریٹ نوشی منع ہے۔ ہمارے پڑوس میں ایک شخص سگریٹ نوشی کرتا ہے۔ مَیں نے اس کو اکثر اپنے گھر سے باہر نکل کر سگریٹ پیتے دیکھا ہے۔ ہر شخص اپنی گاڑی کو proper جگہ پر پارک کرتا ہے۔ یہاں مجھے شاید ہی کسی جگہ No Parking کا بورڈ نظر آیا ہو۔ ہمارے ہاں جہاں لکھا ہو کہ یہاں گاڑی پارک کرنا منع ہے۔ وہاں گاڑی پارک کریں گے۔ جہاں لکھا ہو کہ یہاں پیشاب کرنا منع ہے وہاں پیشاب کرتے نظر آتے ہیں۔

ٹرانسپیر سی ایمینسٹی جو سالانہ رپورٹ جاری کرتی ہیں۔ اس کے پہلے 20۔22 ممالک جو کرپشن سے پاک ہیں ان میں کوئی بھی اسلامی ملک شامل نہیں ہوتا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ اور جو کرپشن والے ممالک ہیں ان میں اسلامی ممالک کی کثرت ہوتی ہے۔

پس آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مسلمان اپنے آپ کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ اور مزیّن کریں۔ انہی تعلیمات پر عمل ہی حقیقت میں سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عقیدت وپیار اور محبت نیز اطاعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کہ کہہ دے کہ اگر تم مجھ سے محبت کے دعویدار ہو تو پھر پہلے میری کامل اتباع کرو تب اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا جہاں تک تعلق ہے اُس کے حوالہ سے آپ نے ”دین کا خلاصہ“ یوں بیان فرمایا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مَیں تمہیں دین کی اصل، اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتادوں؟ مَیں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ یارسول اللہ (ضرور بتایئے)۔ آپ نے فرمایا: دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون (عمود) صلاۃ ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں اس سارے دین کا خلاصہ نہ بتاؤں؟ مَیں نے عرض کیا: جی ضرور بتائیں یارسول اللہ! آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: اسے اپنے قابو میں رکھو، مَیں نے عرض کیا: اللہ کے نبی! کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس پر پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا بھلا ہو یا معاذ! لوگ اپنی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیوں (یعنی اپنے بُرے بول اور بے موقع باتوں) کی وجہ سے ہی جہنم میں اوندھے منہ گرتے ہیں۔

(جامع ترمذی أَبْوَابُ الْإِيمَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ بَاب مَا جَاءَ فِي حُرْمَةِ الصَّلَاةِ حدیث:2616)

آقائے دوجہاں، سیّد ومولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک حدیث میں عالمگیر، سچے اور پاک مذہب اسلام کی ساری تعلیمات کا خلاصہ بیان فرمادیا ہے۔ پوری حدیث کچھ اس طرح ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مَیں ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک دن صبح کے وقت مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا، ہم سب چل رہے تھے، مَیں نے آپ سے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے دور رکھے؟ آپ

نے فرمایا: تم نے ایک بہت بڑی اور مشکل بات پوچھی ہے اور بے شک یہ عمل اُس شخص کے لیے آسان ہے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، صلاۃ قائم کرو، زکاۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا مَیں تمہیں بھلائی کے دروازے (راستے) نہ بتاؤں؟ صوم ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو ایسے بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے اور آدھی رات کے وقت آدمی کا صلاۃ (تہجد) پڑھنا، پھر آپ نے آیت تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ کی تلاوت يَعْمَلُونَ تک فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا جس میں پورے دین یعنی اسلام کا خلاصہ بیان فرمایا۔ یہی وہ عمل ہے جو اسلام اور ایمان میں تمیز کرتا ہے۔

اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں دین کا اصل اور خلاصہ اور دوسرے میں ارکان اسلام میں بیان عبادات اور اس کی اہمیت نیز صدقہ کی افادیت بیان ہوئی ہے۔ سب سے پہلے جس امر کی طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی وہ یہ ہے کہ دین کی اصل اسلام ہے۔ جب سے مذہبی دنیا کا آغاز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھجوانے کا سلسلہ شروع کیا اور ان کے ذریعہ مذاہب بنے ان سب کا دین اسلام تھا۔ ان سب کے دین کی بنیاد اسلام تھا۔ چونکہ تمام مذاہب کی بنیادی تعلیم امن، سلامتی اور شانتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حَنِيفًا مُّسْلِمًا (آل عمران:68) قرار دیا نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب ہو کر فرمایا هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ لا مِنْ قَبْلُ وفِيْ هٰذَا (الحج:79) کہ اے ابراہیم! اس اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اس سے پہلے بھی اور اس قرآن میں بھی۔

چونکہ مذاہب کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ بعض پیروکار شدّت پسندی کی تعلیم دیتے رہے جیسا کہ اب اسلام میں مختلف مقامات پر مسلمانوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ تو بین مذہب کے نام پر قتل وغارت، شور شرابا اور دنگا فساد روز کا معمول بن چکا ہے۔ جبکہ اسلام کا لفظ سلامتی سے نکلا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مسلمان اپنے لئے بھی سلامتی کا موجب ہو اور اس کے ہاتھوں دوسرے مسلمان بھی سلامتی میں رہیں جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ اور جب اسلام پر ایمان لا کر انسان مومن ہوتا ہے تو اس کے معانی بھی یہی ہیں کہ اس سے اس کا نفس امن میں آجاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ مَنْ يَّأْمَنُهُ النَّاس۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریّہ پر صحابہ کو بھجواتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ جس جگہ تم مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو تو وہاں حملہ نہ کرنا اور نہ کسی کو قتل کرنا۔

(ابو داؤد کتاب الجهاد)

سامعین! اس مضمون کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ کے الفاظ میں بھی بیان فرمایا ہے۔ صلوٰۃ کے معنیٰ گو "درود" کے بھی ہیں مگر یہاں اس سے "قیام نماز" مراد ہے جو پانچ اسلامی ارکان میں سے ایک رکن ہے جس طرح عمارت کی چھت ستونوں پر قائم ہوتی ہے ان ستونوں کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اسلامی عمارت کی مضبوطی کے لئے نماز جیسے ستون کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم اور ارشاداتِ نبوی میں کثرت سے ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔

(مسلم کتاب الایمان)

دیہاتی لوگوں کے ایک گروہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر نماز میں کمی یا معافی کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس مذہب میں عبادت (نماز) نہیں وہ مذہب نہیں۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے دین کو مضبوط سے مضبوط کرنے کے لئے دین کے ستون نماز کی ایمان کے سیمنٹ سے مرمتیں کرتے رہیں اور اپنی اولادوں کو بھی اس طرف راغب رکھیں۔

پھر اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دین کی بلندی کو جہاد قرار دیا گیا ہے۔ جہاد دو طرح کا ہے ایک تو تلوار کا جہاد ہے جس کے لئے امام کا ہونا ضروری ہے۔ دوسرا جہاد تعلیم و تربیت کا جہاد ہے جو زیادہ بڑا جہاد ہے۔ جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ تلوار والے جہاد سے واپسی پر فرمایا۔ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ کہ ہم اب چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد یعنی تعلیم و تربیت اور اصلاح احوال کے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں اور یہی وہ جہاد ہے جسے ہم دین کی چوٹی یعنی بلندی قرار دے سکتے ہیں۔ جو ہمہ وقت تا قیامت جاری و ساری ہے۔

اس کی وضاحت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات پر فرمائی ہے جیسے ایک موقع پر فرمایا کہ بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق و انصاف کی بات کرنا ہے۔

(ترمذی کتاب الفتن)

ایک موقع پر فرمایا۔

مشرکوں سے اپنے اموال، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔

(ابوداؤد کتاب الجهاد)

جنگ بدر کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الحاح وتضرّع سے کی ہوئی یہ دعا۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا (ترمذی کتاب التفسیر) بھی جہاد اکبر کے زُمرے میں آتی ہے اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اور اپنے اہل خانہ اور ماحول میں بسنے والے احمدیوں کی اصلاح وتربیت کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے اور ان کے لئے دعائیں کرنا بھی ضروری ہے۔

ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کو روک کر رکھنے کو دین کا خلاصہ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح انسان اپنے کھیت میں بیج بوتا ہے۔ اگر بیج اچھا اور عمدہ ہوگا تو اچھی فصل کاٹے گا اور اگر بیج معیاری نہ ہوگا تو فصل بھی اچھی نہ ہوگی اور پھر بعض اوقات کھیت میں جڑی بوٹیاں اور گھاس پھوس اُگ آتا ہے۔ اچھی اور عمدہ فصل کے حصول کے لئے ان کو تلف کرنا ضروری ہے۔ یہ خوبصورت مثال دے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی اعلیٰ اور عمدہ رنگ میں مسلمانوں کو سمجھایا ہے کہ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو ورنہ آپ اپنے نیک اعمال کی کھیتی میں اچھی فصل نہیں اُگا سکو گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہونے والی بیماریوں اور بدیوں کا ذکر فرمایا ہے جیسے چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو سکتا (بخاری کتاب البر والصلة) پھر فرمایا۔ طعنہ زنی، فحش کلامی، یاوہ گو اور زبان دراز مومن نہیں ہو سکتا (ترمذی کتاب البر والصلة) جہاں تک اچھے معنوں میں زبان کے استعمال کا تعلق ہے۔ اوپر یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم گزر چکا ہے کہ زبان سے جہاد کرو۔ نیکی کا، دعوت الیٰ اللہ کا، تعلیم وتربیت واصلاح واحوال۔ اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ اللہ تعالیٰ انسان کو پیدائش کے ساتھ ہی زبان عطا کر دیتا ہے لیکن جب زبان بولنے کے قابل ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ دانتوں کے ذریعہ اس کی حفاظت کرتا ہے جو فلٹر کا کام کرتے ہیں اسی لئے کہتے ہیں بتیس دانتوں میں زبان ہے۔ جو زبان کو معمولی سا کاٹ کر اسے سبق بھی دیتے رہتے ہیں۔

سامعین! پانچویں بات جو حضرت معاذ بن جبلؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی وہ یہ تھی کہ جنت میں جانے اور جہنم سے بچنے کا کوئی عمل بتائیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کی عبادت کرو۔ اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ دو۔ رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔

مذکورہ بالا احکامات دراصل ارکان اسلام ہیں جن کی طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی ہے۔ اس سے آگے حدیث کے الفاظ میں آنحضورؐ نے صوم کو ڈھال یعنی سپر قرار دیا اور فرمایا کہ صدقہ گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو نیز نماز تہجد کا ذکر فرمایا ہے۔ اسے دین کا خلاصہ قرار دیا گیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم تمام عبادات کو ان کے فلسفہ اور حکمت کو سامنے رکھ کر بجالائیں تو عبادات کا مزا بھی دوبالا ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کا درجہ پالے گی۔ جیسے آپؐ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے۔ جس طرح لوہے کی ڈھال انسان کو تلوار کی دھار سے بچالیتی ہے اسی طرح روزہ ڈھال ہے تمام بدیوں سے جو تلوار کی طرح انسان پر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں۔ روزہ اس کو روک کر رکھتا ہے۔ صوم کے معنٰی بھی رکنے یا روکنے کے ہیں۔ پھر آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ بالا تمام عبادات کی اعلیٰ رنگ میں بجا آوری کے لئے راتوں کو اٹھ کر تنہائی میں جب آپ کو کوئی نہ دیکھ رہا ہو، شرمندگی اور ندامت کے آنسو تہجد کی نماز میں بہانے کا ارشاد فرمایا ہے اور اپنے خدا سے ان عبادات کو اچھے طریق پر بجالانے کی مدد مانگنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ کامیابی کا گُر ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اسی سے مقام محمود حاصل ہو گا۔ نوافل کی بہت اہمیت ہے۔ نوافل تو فرائض میں کمی کو پورا کرتے ہیں (ترمذی کتاب الصلوٰۃ) ویسے بھی ہر نیکی کے کام میں نوافل ہوتے ہیں جو بجالائے جائیں تو ہر نیکی چمک اٹھتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نوافل سے مؤمن میرا مقرّب ہو جاتا ہے ایک فرائض ہوتے ہیں دوسرے نوافل یعنی ایک تو وہ احکام ہیں جو بطور حق واجب کے ہیں اور نوافل وہ ہیں جو زائد از فرائض ہیں اور وہ اس لئے ہیں کہ فرائض میں اگر کوئی کمی رہ گئی ہو نوافل سے پوری ہو جاوے۔ لوگوں نے نوافل صرف نماز ہی کے نوافل سمجھے ہوئے ہیں نہیں یہ بات نہیں۔ ہر فعل کے ساتھ نوافل ہوتے ہیں۔ انسان زکوٰۃ دیتا ہے تو کبھی زکوٰۃ کے سوا بھی دے۔

رمضان میں روزے رکھتا ہے کبھی اس کے سوا بھی رکھے قرض لے تو کچھ ساتھ زائد دے کیونکہ اس نے مروّت کی ہے۔ نوافل متمّم فرائض ہوتے ہیں"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 79-80)

سامعین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اسلام فائدہ دیتا ہے، نقصان نہیں دیتا ہے" (المستدرک حدیث نمبر 8006) یعنی اسلام انسان کو ہر پہلو سے بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ یہ ہمیں سچ بولنا، انصاف کرنا، اچھا اخلاق اپنانا اور دوسروں کا خیال رکھنا ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا ہی سکھاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسرے سے ہمدردی اور شفقت کے بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 438-439۔ ایڈیشن 2003ء)

پھر فرمایا:

" مخلوق کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے کہ اگر انسان اُسے چھوڑ دے اور اس سے دور ہوتا جاوے تو رفتہ رفتہ پھر وہ درندہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی انسانیت کا یہی تقاضا ہے اور وہ اسی وقت تک انسان ہے جبتک اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ مروت، سلوک اور احسان سے کام لیتا ہے اور اس میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 216-217۔ ایڈیشن 2003ء)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:

''اُس کے بندوں پر رحم کرو اور اُن پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبّر نہ کرو گو وہ اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ... بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ اُن کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے اُن پر تکبّر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو''۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11-12)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' اگر ہم ترقی کرنے والی قوم ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر ہمیں اپنی کمزوریوں پر آنکھیں بند نہیں کر لینی چاہئیں بلکہ نظر رکھنی چاہئے اور اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے اور پھر یہی نہیں کہ صرف دنیاوی نظر سے ہم نے دیکھنا ہے بلکہ ہم تو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننا ہے جو اس روئے زمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشقِ صادق تھے، جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے آئے تھے، جو ہمیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے آئے تھے۔ پس یہ سب چیزیں تقاضا کرتی ہیں کہ ہم نے ہر چیز کو ہر بات کو تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے اور تقویٰ کی نظر سے دیکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت اپنے دل میں پیدا کرنی ہے اور اُس عہدِ بیعت کو نبھانا ہے جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کیا ہے۔

پس ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے اپنی تمام تر کمزوریوں کو دور کرنا ہے اور اس کے لئے کوشش کرنی ہے۔ صرف انتظامی کمزوریاں نہیں بلکہ ذاتی کمزوریاں بھی (دُور کرنی ہیں)..... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے کے بارے میں جب بھی اشتہار دیا اور اعلان فرمایا تو اس پہلو کو خاص طور پر بیان فرمایا۔ آپ نے جہاں خدا تعالیٰ کا خوف، تقویٰ، زہد وغیرہ کی طرف توجہ دلائی وہاں نرم دلی، آپس کی محبت، بھائی چارہ، عاجزی، انکساری کی طرف بھی اُسی شدت سے توجہ دلائی کہ صرف عبادتیں تقویٰ نہیں ہیں،

صرف جماعت کی خدمت کر دینا تقویٰ نہیں، صرف اللہ اور رسول سے محبت کا اظہار کر دینا تقویٰ نہیں، صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافتِ احمدیہ سے تعلق تقویٰ نہیں بلکہ تقویٰ تب کامل ہوتا ہے جب ماں باپ کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، جب بیوی بچوں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، جب خاوندوں اور بچوں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، جب عزیز رشتے داروں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، جب دوستوں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، جب ہمسایوں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، جب بہن بھائیوں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، جب افرادِ جماعت کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں، یہاں تک کہ جب دشمنوں کے حقوق بھی ادا ہو رہے ہوں تب تقویٰ کامل ہوتا ہے۔ اور یہ سب تعلیم قرآنِ کریم میں موجود ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم جون 2012ء)

پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" آج بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت میں انہی بیماریوں کی وجہ سے مسلمانوں کی بدنامی ہو رہی ہے۔ یہ جھوٹ اور امانت میں خیانت، اور معاہدوں کا پاس نہ کرنا، اُن کو آنر (Honour) نہ کرنا، یہی چیز ہے جس نے ملکوں کے امن برباد کر دیئے ہیں۔ اکثر مسلمان ملکوں کے اندر حکومتوں اور سیاستدانوں اور عوام کے درمیان جو جنگ کی صورت پیدا ہوئی ہوئی ہے وہ اسی نفاق کا نتیجہ ہے جس کی نشاندہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ (مسلمان) ملکوں میں جو نفاق پیدا ہوا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر غیر مسلموں کو اسلام کے خلاف بیہودہ گوئیاں کرنے اور بدنامی کا موقع مل رہا ہے۔ اسرائیل کے ایک اخبار میں ایک یہودی نے ایک کالم لکھا کہ اسلام کی تعلیم تو امن پسند ہے ہی نہیں اور ان مسلمانوں کے جو عمل ہیں اس سے یہ واضح ہے کہ اسلام کی تعلیم اس کے خلاف ہے۔ لکھتا ہے کہ اگر امن کی تعلیم ہے تو یا یہودیت میں ہے یا عیسائیت میں ہے اور اگر مسلمانوں میں کہیں امن کی کوئی بات ہوتی نظر آتی ہے تو وہ ایک بہت تھوڑی اقلیت ہے جو امن کی بات کرتے ہیں۔ تو یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔ وہ لوگ جن کی تعلیم میں واضح طور پر سختی کی تعلیم لکھی گئی ہے مسلمانوں کے عمل کی وجہ سے اسلام کی تعلیم پر اعتراض کر رہے ہیں اور انگلی اٹھا رہے ہیں۔ ہم احمدی اس بات پر تو خوش نہیں ہو سکتے کہ ایک محدود اقلیت سے احمدیوں کی طرف اشارہ ہے

یا ایک گروپ مسلمانوں کی طرف بھی ہے تو ہم اس بات پر خوش ہو جائیں کہ چلو ایک اقلیت گروپ جو ہے وہ بدنام نہیں ہے اور امن کی بات کر رہا ہے۔ ہماری خوشی تو تب ہو گی جب مسلمانوں کی اکثریت کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ اسلام کی تعلیم کی وجہ سے محبت، پیار اور امن کا پیغام دینے والے ہیں۔ اسلام کی تعلیم پر یہ گھناؤنا الزام ہے جو ان لوگوں نے لگایا ہے اور لگا رہے ہیں اور لگاتے چلے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ ہمارے لئے تو یہ انتہائی تکلیف دہ امر ہے۔ ہماری خوشی جیسا کہ میں نے کہا، ایک احمدی کی خوشی تو اس وقت ہو گی جب دنیا یہ کہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم امن، پیار اور محبت کی تعلیم ہے۔ اور صرف یہی تعلیم ہے جو اس قدر خوبصورت تعلیم ہے کہ جس کے بغیر دنیا میں امن قائم ہی نہیں ہو سکتا۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4/ فروری 2011ء)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام اور احمدیت کی نعمت کی قدر کرنے والا، اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والا بنائے اور ہم ایسے سچے احمدی مسلمان بنیں جن کا وجود نہ صرف اپنے لیے فائدہ مند ہو بلکہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچانے والا ہو۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿24﴾ ﴿مشاہدات۔52﴾

"ابراہیم بنو"

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ، کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں، نسلیں ہیں میری بے شمار

میرے انصار بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان حج اور عید الاضحیہ کی مناسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نصیحت آموز ارشاد **"ابراہیم بنو"** ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں سورۃ البقرہ آیت 201 فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد پڑھا **"اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔"**

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 189 ایڈیشن 1984ء)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے مزید تفصیل میں فرماتے ہیں۔

فرمایا کہ "اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔" عملی طور پر بھی محبت کرنی ہو گی، اظہار کرنا ہو گا۔ "نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔" اس کا منہ میٹھا نہیں ہو جاتا اگر صرف چینی کا نام لے لے، شوگر کا نام لے لے تو میٹھا ہو جائے گا۔ نہیں۔ "یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلو تہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ

زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق بھی لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالبِ صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمۂ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھ دے اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کر لے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔"

یہی اللہ تعالیٰ نے، قرآن شریف نے ابراہیم کی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ وفادار تھے۔ "پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ۔" پیر بن کے یہ نہیں کہ پیروں کی طرح نخوت اور تکبر پیدا ہو جائے بلکہ عاجزی انکساری پیدا کرو، وفاداری پیدا کرو۔ یہ مراد ہے اس سے۔ آج کل کے پیروں کی طرح دنیاداری کے اظہار اس سے مراد نہیں ہے۔ فرمایا کہ "بے شک وہ تنگ راہیں ہیں "تم ان راہوں سے آؤ" لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھڑی ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 188-190 ایڈیشن 1984ء)

(الفضل آن لائن 23 مئی 2022ء)

معزز بھائیو! حضرت ابراہیم علیہ السلام جدِّ امجد یعنی نبیوں کے باپ کہلاتے ہیں۔ آپؑ کی اولاد اور نسل سے کثرت سے انبیاء پیدا ہوئے حتّٰی کہ نبیوں کے سردار، محسن انسانیت، خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپؑ ہی کی نسل میں سے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد ''ابراہیم بنو'' کے تحت حضرت ابراہیمؑ کے بہت سے خصائل، خوبیاں اور محاسن پیش ہو سکتے ہیں جس کے لئے ایک دفتر چاہئے۔ خاکسار یہاں ایک مختصر سی تقریر میں قرآن کریم میں موجود حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کے چند پہلو اور تعلیم کے چند حصے بیان کرنے کی کوشش کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران:96)

پس ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرو اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کی اس لئے تلقین کی گئی کیونکہ خود اللہ کے سب سے برگزیدہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؑ کی ملت کی پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (النساء:126)

اور اس نے ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کی ہو۔

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت 124 میں حکم دے کر یوں بیان کیا کہ تو ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کر اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔

ایسا کیوں ہے اس کی وجہ بھی بتادی۔

دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام:162)

ایک قائم رہنے والا دین، ابراہیم حنیف کی ملت (بنایا ہے) اور وہ ہرگز مشرکین میں سے نہ تھا۔

سامعین! ملت ابراہیم کی اتنی تاکید کرنے کے بعد انتباہ بھی ان الفاظ میں فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (البقرۃ:131)

اور کون ابراہیم کی ملّت سے اِعراض کرتا ہے سوائے اس کے جس نے اپنے نفس کو بے وقوف بنا دیا اور یقیناً ہم نے اُس (یعنی ابراہیم) کو دنیا میں بھی چُن لیا اور یقیناً آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہو گا۔

حضرت ابراہیم کا بلند مقام و مرتبہ

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اپنا خلیل اور دوست بنایا جیسا کہ فرمایا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (النساء :126)

اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنالیا تھا۔

خلیل، گوڑے دوست کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بار بار "حنیف" یعنی سیدھے راستہ پر چلنے والا کہہ کر پکارا۔ آپؑ کی ملت کی پیروی کرنے والا بھی "حنیف" کہلایا۔ جیسے فرمایا:

بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا (البقرۃ:136)

یعنی ابراہیم حنیف کی امت ہو جاؤ۔

سامعین! حضرت ابراہیمؑ مشرکوں میں ہرگز نہ تھے جیسے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کے الفاظ بار بار قرآن میں آئے یعنی شرک کا شائبہ تک اس میں نہ تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ آپؑ کی بت پرستی سے بیزاری کا ایک بہت دلچسپ واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"حضرت ابراہیم ایک بُت پرست بلکہ بت ساز گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور چلڈیا کے ایک شہر اُور کسدیم کے رہنے والے تھے۔ ان کے خاندان کے لوگوں کا گزارہ ہی بتوں کے چڑھاووں اور بت فروشی پر تھا۔ والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور چچا کی آغوش میں انہوں نے پرورش پائی تھی جس نے ان کے ہوش سنبھالتے ہی اپنے بیٹوں کے ساتھ آپ کو بھی بت فروشی کے کام پر لگا دیا تھا۔ حقیقت سے ناآشنا چچا کو یہ معلوم نہ تھا کہ جس دل کو خالقِ کون و مکاں چُن چکا ہے اُس میں بتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔ پہلے ہی دن ایک امیر گاہک جو اپنی عمر کی انتہائی منزلیں طے کر رہا تھا اور تھا بھی مالدار، بُت خریدنے کے لئے آیا۔ بت فروش چچا کے بیٹے خوش ہوئے کہ آج اچھی قیمت پر سودا ہو گا۔ بوڑھے امیر نے ایک اچھا سا بُت چنا اور قیمت دینے ہی لگا تھا کہ اس بچہ کی توجہ اُس گاہک کی طرف ہوئی۔ اُس نے سوال کیا۔ میاں

بوڑھے! تم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ تم اس چیز کا کیا کرو گے؟ اُس نے جواب دیا کہ گھر لے جاؤں گا اور ایک صاف اور مطہر جگہ میں رکھ کر اس کی عبادت کروں گا۔ یہ سعید بچہ اس خیال پر اپنے جذبات نہ روک سکا اور پوچھا۔ تمہاری عمر کیا ہو گی؟ اُس نے اپنی عمر بتائی اور اس بچہ نے نہایت حقارت آمیز ہنسی ہنس کر کہا کہ تم اتنے بڑے ہو اور یہ بُت تو ابھی چند دن ہوئے میرے چچا نے بنوایا ہے کیا تمہیں اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے شرم نہ آئے گی۔ نہ معلوم اس بوڑھے کے دل پر توحید کی کوئی چنگاری گری یا نہ گری لیکن اُس وقت اس بت کا خریدنا اُس کے لئے مشکل ہو گیا اور وہ بت وہیں پھینک کر واپس چلا گیا۔ اس طرح ایک اچھے گاہک کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر بھائی سخت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنے باپ تارہ کو اطلاع دی جس نے اس بچہ کی خوب خبر لی۔ یہ پہلی تکلیف تھی جو اس پاکباز ہستی نے توحید کے لئے اٹھائی مگر باوجود چھوٹی عمر اور کم سنی کے زمانہ کے یہ سزا جوشِ توحید کو سرد کرنے کی بجائے اُسے اور بھڑکانے کا موجب ہوئی۔ سزا نے فکر کا دروازہ کھولا اور فکر نے عرفان کی کھڑکیاں کھول دیں۔ یہاں تک کہ بچپن کی طبعی سعادت جوانی کا پختہ عقیدہ بن گئی۔ اور آخر اللہ تعالیٰ کا نور ذہنی نور پر گر کر الہام کی روشنی پیدا کرنے کا موجب ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی اصلاح کے لئے نبوت کے مقام پر سرفراز فرما دیا۔

چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام خاندان کا گزارہ ہی بتوں کی فروخت پر تھا اور تارہ خود بت پرست تھا جیسا کہ بائبل کی کتاب یشوع باب 24 آیت 2 سے ثابت ہوتا ہے اس لئے ان کے چچا اور چچازاد بھائیوں نے ان کو مشورہ دیا کہ ہم پروہت ہیں اور ہمارا گزارہ ہی اس پر ہے۔ اگر تم نے بتوں کی پرستش نہ کی تو ہمارا رزق بند ہو جائے گا۔ مگر آپ نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ جن بتوں کو انسان اپنے ہاتھ سے گھڑتا ہے ان کو میں ہرگز سجدہ نہیں کر سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 153-154)

انصار بھائیو! حضرت ابراہیمؑ بھی اسوۂ حسنہ ہیں

اللہ تعالیٰ آپؑ اور آپؑ کی ملت کو اسوہ حسنہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ (الممتحنہ:5)

یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اُس کے ساتھ تھے ایک اُسوہ حسنہ ہے۔

آپؑ کی ذات کو ایک امت کہہ کر پکارنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۱۲۱﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۲﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (النحل:121-123)

یقیناً ابراہیم (فی ذاتہ) ایک امت تھا جو ہمیشہ اللہ کا فرمانبردار، اسی کی طرف جھکا رہنے والا تھا اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھا۔

اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا تھا۔ اُس (اللہ) نے اسے چن لیا اور اسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دی۔

اور ہم نے اُسے دنیا میں حَسَنہ عطا کی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔

اب ان آیات میں حضرت ابراہیمؑ کی بہت سی خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو وہ اپنی ذات میں امت تھے۔ وہ خود ایک جماعت تھے۔ یکجائیت کی علامت تھے۔ آج حضرت ابراہیمؑ کی اس علامت یا خوبی کو لے کر ہم میں سے ہر ایک کو Unity کی علامت بننا ہے اور شجرِ خلافت کے سائے تلے رہ کر خود بھی اس سائے سے فائدہ اٹھانا ہے اور اپنے ارد گرد بسنے والے عزیز و اقارب و دیگر احباب کو بھی اس گھنے سائے تلے رکھنا ہے۔

پھر دوسری خوبی قانتاً کے الفاظ میں ہے۔ جس کے ایک معنی تو جھکے رہنے کے ہیں۔ حنیف اور شرک نہ کرنے کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ تاہم اللہ کی نعماء پر شکر گزاری کا ایک بہت بڑا پہلو جسے آج معاشرے میں ہوا دینے کی بہت ضرورت ہے۔ اس خوبی کا ذکر سورہ الشعراء آیت 79 تا 86 میں بھی تفصیل سے ملتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے حوالہ سے سورہ النحل کے تعارفی نوٹ میں فرمایا ہے۔

”اس سورت کے آخری رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو ایک فرد تھے، پوری امّت کے طور پر پیش کیا گیا ہے کیونکہ آپ ہی سے بہت سی امّتوں نے پیدا ہونا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر یہ مضمون اپنے معراج تک پہنچ جاتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وحی فرمائی گئی کہ اس ابراہیمی سنت پر عمل پیرا ہو اور اس کا خلاصہ یہ پیش فرما دیا گیا کہ اپنے ربّ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 438)

سامعین! آئیں آپ کی ایک خوبی تعمیر کعبہ کا جائزہ لیں۔

آپؑ کی سیرت کا یک بہت اہم پہلو اپنی ذریّت کو وادی غیر ذی زرع میں آباد کرنا، خانہ کعبہ کی تعمیر اسے پاک وصاف رکھنے کی تلقین اور مکّہ کو پُر امن شہر بنانے کے لئے دعائیں ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ملتا ہے۔

اوّل۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو معزز گھر کے پاس اس لئے آباد کہ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کہ وہ نماز قائم کریں۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے ہم میں سے جن کو توفیق ہو انہیں ضرور مساجد کے قریب حضرت ابراہیمؑ کی اقتداء میں گھر بنوانے چاہئیں۔ ہم میں سے بعض بہت شوق وذوق کے ساتھ مساجد کے قریب گھر خریدتے یا بنواتے ہیں تا اولاد کی اصلاح ہو مگر وہ نمازوں میں سُستی کر جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی مثال دے کر، ان کا واقعہ بیان کر کے خدا تعالیٰ نے ہمیں اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان پر غور کریں تو یہی سبق ہے۔ جب یہ دونوں باپ بیٹا خدا تعالیٰ کے سب سے پہلے گھر کی دیواریں اور بنیادیں نئے سرے سے کھڑی کر رہے تھے تو کمال عاجزی اور انکسار سے یہی دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! ہماری اس قربانی کو قبول فرما جو ہم تیرے حکم کے مطابق کر رہے ہیں۔ یہ بھی کمال عاجزی ہے کہ ایک کام جس کے بارہ میں تو ان کو خود نہیں پتہ تھا۔ خانہ کعبہ کی بنیادوں کا علم تو اللہ تعالیٰ کی نشاندہی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتایا تھا کہ یہ سب سے قدیم گھر ہے اور یہ وہ گھر ہے جس نے اب رہتی دنیا تک وحدانیت کا نشان اور symbol بن کر قائم رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمارت کو اپنی توحید کا نشان بنانا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ دعا ہے کہ اے اللہ! ہم جو تیرے حکم سے اس کی تعمیر کر رہے ہیں تو اس تعمیر کے ساتھ ہماری قربانیوں کو بھی وابستہ کر دے... ہم دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری دعاؤں کو قبول کر کے جن فضلوں کا تو وارث بنائے گا ان کے مقابلے پر یہ قربانی بالکل حقیر قربانی ہے اور پھر یہ بھی کہ قربانی کا قبول کرنا بھی تیرے فضل پر ہی منحصر ہے۔ ہم اگر سمجھ رہے ہیں کہ ہم قربانی کر رہے ہیں تو ہمیں کیا پتہ کہ حقیقت کیا ہے؟ یہ قربانی ہے بھی کہ نہیں۔ پس تُو جو دعاؤں کا سننے والا ہے، تیرے سے ہم عاجزانہ طور پر یہ

دعا کرتے ہیں کہ تیرا گھر جو تیرے حکم سے تعمیر ہو رہا ہے اس کی تعمیر میں جو کچھ بھی ہم نے پیش کیا ہے تُو محض اور محض اپنے فضل سے قبول فرمالے اور قبول فرمانے کا نتیجہ اس طرح ظاہر ہو کہ ہمارا نام بھی اس سے وابستہ ہو جائے..... ہم یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آکر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؐ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى (النجم: 38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 ستمبر 2010ء از الفضل آن لائن 25 مئی 2022ء)

دوم۔ اولاد کو وافر رزق دینے کی التجاء اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر کی کہ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (ابراھیم : 38) کہ خدایا! وہ تیرا شکر کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اپنے ایک خطبہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بھی اپنی اولاد کے لئے رزق کی دعا کی تو ساتھ ہی یہ عرض کی کہ وہ تیرے شکر گزار رہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر ملتا ہے وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (ابراھیم: 38) یعنی انہیں پھلوں میں سے رزق عطا فرما تا کہ وہ تیرے شکر گزار بنیں۔ پس کاروبار میں برکت، تجارتوں میں برکت، زارعت میں برکت، یہ سب پھل ہیں جو رزق میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور مومن جب ان فضلوں کو دیکھتا ہے تو شکر گزاری میں بڑھتا ہے اور یہ بات اس کے ایمان میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ اس کے تقویٰ میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور بننی چاہئے۔ جب ایک مومن ایمان اور تقویٰ اور شکر گزاری میں بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔ اس کے پھلوں میں مزید برکت پڑتی ہے۔ اس کے رزق کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مزید بڑھاتا ہے۔ یہ سلوک

اللہ تعالیٰ انہی سے فرماتا ہے جو ایمان میں بڑھے ہوئے ہیں یا بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یہ رزق کا اضافہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں کہ کسی نے لکھا کہ میرے رزق میں غیر معمولی طور پر اضافہ ہو گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراھیم: 8) یعنی اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تمہیں اور بھی زیادہ دوں گا۔ ایک غیر مومن کے لئے تو کہا جا سکتا ہے کہ قانون قدرت کے تحت اس کی محنت کو اللہ تعالیٰ نے پھل لگایا لیکن ایک مومن کے لئے اس سے زائد چیز بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور ایمان اور تقویٰ میں بڑھنے کے ساتھ جب محنت ہو تو کئی گنا زیادہ پھل لگتا ہے اور پھر صرف محنت پر ہی منحصر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پھر مومن کو اگر اس کی محنت میں کوئی کمی رہ بھی گئی ہو تو اپنے فضل سے اس کمی کو پورا کرتے ہوئے زائد بھی عطا فرماتا ہے یا اس کمی کو پورا فرماتا ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر اُس کا خدا تعالیٰ پر ایمان ہے تو خدائے تعالیٰ رزّاق ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کا ذمّہ وار مَیں ہوں۔ پس یہ ہے اس خدا کا اپنے بندوں سے سلوک جو رزّاق ہے کہ تھوڑی محنت میں بھی برکت ڈال دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 جون 2008ء)

معزز انصار بھائیو! حضرت ابراہیمؑ کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اس قدر عزیز تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو امام بنانے کا وعدہ فرمایا تو آپؑ نے وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (البقرہ: 125) کہہ کر اپنی اولاد سے بھی امام بنانے کی التجاء اللہ تعالیٰ کو کر دی۔ سورۃ البقرہ کی انہی آیات کی تفصیل میں "مقام ابراہیم" کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا کر اللہ کے گھر کو صاف ستھرا رکھنے کی ذمّہ داری بھی حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل علیہما السلام کو سونپ دی۔ پھر خانہ کعبہ کی تعمیر اور اس کے لئے دعاؤں کا ذکر ہے۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت محمدؐ کے مبعوث کرنے کی دعا ہے۔ ایسے نبی کی جو آیات کی تلاوت کرے۔ کتاب کی تعلیم دے۔ حکمت سکھلائے اور تزکیہ کرے۔ اس نبی جو حضرت ابراہیمؑ کی ذریّت سے ہی ہے کی اقتداء میں یہ چاروں کام ہمارے فرائض میں شامل ہیں۔ جہاں تک مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنانے کا تعلق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نیت نماز اور التحیات میں درود ابراہیمی لا کر ہمیں توجہ دلائی کہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں بھولنا بلکہ ابراہیمی نسل میں اپنے آپ کو شامل رکھنے کے لئے درود ابراہیمی کا ورد کرتے رہنا ہے۔

بیٹے کو ذبح کرنے سے متعلق رؤیا اور اس کی تعمیل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو ابراہیم بننے کی جو تلقین فرمائی اس میں یہ بھی مد نظر تھا (جس کا ذکر آپؑ نے متعدد جگہوں پر کیا) کہ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل لٹا کر اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی کوشش کی۔ (الصافات :104-106) اس طرح ہم میں سے ہر ایک کو ابراہیم بن کر اپنے اپنے اسماعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اور دعوت الی اللہ و تبلیغ کا جو جذبہ باپ بیٹا میں موجود تھا وہی جذبہ ہمارے اندر بھی ہونا چاہئے۔

ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ ہم نہ صرف خود ابراہیم بنیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی ابراہیم بنانے کی سعی کریں۔ جس کے لئے ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی سیرت کو پڑھتے رہنا چاہئے۔ ہم جب کہتے ہیں کہ ہم ابراہیم بنیں تو پھر آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے اوصاف اور زریت سے پیدا ہونے والے ذبح عظیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو اپنے اندر اتارنے کی کوشش کرتے رہیں کیونکہ حضرت اسماعیلؑ ذبیح اللہ تھے۔ جنہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں اپنے ابا کا ہاتھ بٹایا اور پھر آپؑ کی ہی ذریّت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے وقت میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ جن کی قربانیوں کو بعد میں آنے والی اقوام یاد رکھتی ہیں اور ہر سال کروڑوں لوگ مکہ اور مدینہ حاضر ہو کر اس تاریخ کو نہ صرف دہراتے ہیں بلکہ ان کے حق میں دعائیں کرتے ہیں۔ جو مکہ مدینہ حاضر نہیں ہو سکتے وہ دنیا بھر میں لاکھوں مینڈھے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی یاد میں ذبح کرتے ہیں۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن انبیاء کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے آپ کی جسمانی اور روحانی ذریت میں سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طویل ذکر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر طوالت سے ملتا ہے جس کو اللہ نے اس رنگ میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم کو اپنے (یعنی قرآن کریم) اندر جمع کر لیا ہے۔ صحف ابراہیمؑ میں سے بھی بہترین تعلیم اس میں موجود ہے اور صحف موسیٰ میں سے بھی۔"

(تفسیری فٹ نوٹ از ترجمۃ القرآن خلیفہ رابع صفحہ 1160 سورۃ الاعلیٰ آیات 19-20)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزز بنانا چاہتا ہے اور اس پر اپنا فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کر لو۔ دین کو دنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اس کے فضلوں کے وارث تم بنو گے۔"

(خطبات نور صفحہ 189 ایڈیشن چہارم، دسمبر 2003ء)

انصار بھائیو! ابراہیم وفادار تھا

ہاں ایک اہم بات اور سیرت حضرت ابراہیمؑ کے حُسن کا ذکر ہونا ضروری ہے جسے اپنا کر ہم اپنے اندر حضرت ابراہیمؑ کی خوبیوں کو جمع کر سکتے ہیں اور وہ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى (النجم: 38) کہ ابراہیم وہ ہے جس نے وفاداری دکھلائی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى (النجم: 38)

ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ اور ہر ذلّت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بُت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم:38) آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 703 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ دعا کرتے تھے کہ اس گھر میں آکر دعائیں کرنے والے بھی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور جو جو بھی ان سے وابستہ ہیں وہ بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان باپ بیٹے نے وہ قربانیاں دی تھیں کہ آج تک ہم یاد رکھتے ہیں۔ مسلمان جب ہر نماز میں درود پڑھتے ہیں اور ہر نفل کی آخری رکعت میں جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو ساتھ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی اور آپؐ کی آل پر بھی اس حوالہ سے درود بھیجتے ہیں۔ یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی وفا اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانی کے لئے تیار ہونے کی وجہ سے ملا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ وَاِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم :38) اور ابراہیم جس نے وفا کی اور عہد پورا کیا۔"

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 488 خطبہ جمعہ 17 ستمبر 2010ء)

حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہو جانا

آپؑ کو مخالفین نے آگ میں ڈالنے کی بھی کوشش کی جو اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی کر دی۔ اس کا ذکر سورۃ انبیاء آیات 69-70 میں فرمایا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان آیات کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

یہاں آگ سے مراد مخالفت کی آگ بھی ہے اور حقیقی آگ بھی مراد ہو سکتی ہے چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا کہ "مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے"

(اربعین نمبر 3، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 429)

اس ناطے جماعت پر آنے والے مصائب فطری ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ٹھنڈا کرتا رہے گا۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ابراہیمی صفات اپنے اندر پیدا کر کے ابراہیم بننے کی توفیق دے۔ آمین



﴿25﴾ ﴿مشاہدات۔790﴾

”زکریا والی توبہ کرو“

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ O فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۪ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ O

(الانبیاء:90-91)

اور زکریا (کا بھی ذکر کر) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ پس ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا اور اسے یحییٰ عطا کیا اور ہم نے اس کی بیوی کو اس کی خاطر تندرست کر دیا۔ یقیناً وہ نیکیوں میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور ہمیں چاہت اور خوف سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی سے جھکنے والے تھے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

معزز سامعین! مجھے آج حضرت منشی عطا محمد صاحبؓ پٹواری کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نصیحت **”زکریا والی توبہ کرو“** پر گفتگو کرنا ہے۔

آپؓ خود بیان کرتے ہیں کہ مَیں سخت بے دین اور شرابی، کبابی، راشی، مرتشی ہوتا تھا..... حضورؑ کی نصیحت کہ "**زکریا والی توبہ کرو**" سُن کر مَیں نے شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 220۔221 روایت نمبر 241)

سب سے پہلے عنوان میں بیان زکریا نامی بندے کا تلاش کرنا ہو گا اور آئیں! اِس کا ماخذ قرآنِ کریم کو بنا کر اِس میں تلاش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کا اپنے صالح بندوں میں شمار کیا ہے اور آپؑ کا واقعہ بڑے پیار سے بیان کیا ہے کہ اُس کے بندوں میں سے ایک حضرت زکریا علیہ السلام بھی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ تیرے ربّ کی اُس کے بندے زکریا پر (ہونے والی) رحمت کا ذکر ہے" (مریم:3)

یعنی جو واقعہ اللہ تعالیٰ یہاں بیان کرنے لگا ہے یہ ایسا اہم ہے کہ ہر شخص کو یہ واقعہ یاد رکھنا چاہئے اور خدا تعالیٰ کی طاقتوں اور اُس کی قدرتوں پر ایمان لانا چاہئے۔

اِس رحمت میں سے یہ بھی ہے کہ اس اللہ کے بندے کا ذکر مستور ہی رہ جاتا اگر صرف بائبل کے بیان پر مدار رہتا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

"اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے تو زکریاؑ کی سچائی کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تھی"

(روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

کیونکہ بائبل میں دو اشخاص کے نام زکریا کے لفظ سے آئے ہیں ایک وہ زکریا ہیں جن کی کتاب بائبل میں شامل ہے وہ زکریا 487 قبل مسیح گزرے ہیں اور یہ زکریا جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے وہ ہیں جو حضرت مسیحؑ کے قریب زمانہ میں آپؑ کی والدہ کے کفیل تھے۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زکریا بھی نبی تھے لیکن اناجیل میں ان کا ذکر بطور کاہن [یعنی جنّوں سے دریافت کر کے غیب کی خبریں دینے والا] کیا گیا ہے بطور نبی کے نہیں۔ ممکن ہے کہ ایسے نبی جو کسی دوسرے نبی کے کام کی تکمیل کے لئے آتے ہوں ان کے لئے بائبل میں کاہن کا لفظ استعمال ہوتا ہو۔ (تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 117-118)

بہر حال اللہ تعالیٰ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے علم غیب سے یہ خبر دیتا ہے (آل عمران: 45)۔ یعنی اس طرح واضح اور سیدھا بیان کہیں اور نہیں ملتا اور وہ یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت پر بڑی بحثیں اور جھگڑے ہوئے تھے پھر لوگوں نے قرعہ ڈال کر اس بارے میں فیصلہ کیا تھا کہ اس قوم میں سے کون مریم کی کفالت کے لئے مناسب ہو سکتا ہے۔ اس طرح حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام کے ذمے لگی تھی۔ (آل عمران: 45) انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کی تربیت بہت توجہ سے فرمائی پس جب کبھی بھی حضرت زکریا علیہ السلام اُن کے پاس محراب میں داخل ہوتے اور حضرت مریم علیہا السلام کے پاس کوئی رزق پاتے تو ان سے دریافت فرماتے کہ اے مریم! تمہارے پاس یہ کہاں سے آتا ہے؟ تو وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہی ملتا ہے اور یہ بھی کہتیں کہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔ (آل عمران: 38)

سامعین! اس بات سے حضرت زکریاؑ کی توجہ اس طرف پھری کہ بالکل سب کچھ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرماتا ہے تو مجھے بھی جس ایک نعمت کی خواہش ہے وہ اپنے رب سے مانگتے ہوئے دعائیں کرنی چاہئیں اور اسی طرح انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ اس قدر چھوٹی عمر میں کسی بچی کا نیکی میں یوں ترقی کرنا کہ جو بھی رزق ملے اُسے صرف خدا کی طرف ہی منسوب کیا جائے بڑی خوشکن حیرت کی بات تھی۔ جبکہ اُس وقت کی باقی قوم کی حالت نیکی میں بہت اچھی نظر نہ آتی تھی۔

چنانچہ یہ الفاظ کہ:

"مَیں یقیناً اپنے بعد اپنے شرکاء سے ڈرتا ہوں"۔ (مریم: 6)

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعا میں اپنی ضرورتِ حقہ کا اظہار کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی تھے اور انہیں اپنے بعد تعلیم کے مفقود ہونے کا ڈر تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام پروہت فیملی (یعنی مذہبی کاموں کو باقاعدہ کرنے اور کروانے والے) میں سے تھے اور اِن کے رشتہ دار بھی پروہت تھے جو بیت المقدس اور دوسری عبادت گاہوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اِن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ الٰہی! ان میں ایسی دنیاداری آچکی ہے کہ ان کا کوئی قدم یہودیت اور مذہب کو بچانے کے

لئے نہیں اٹھتا اور عملی لحاظ سے وہ دین سے کوسوں دور ہیں۔ اس لئے کہا کہ خدایا! مَیں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے بھی ڈرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اِن کے اندر دین کی خدمت کا کوئی احساس نہیں۔

اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک چھوٹی بچی میں ایسی روحانی خوبصورتی کو دیکھ کر اپنے لئے بھی ایک نیک اور صالح بیٹے کی دعا ان الفاظ میں کی کہ

"اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعائیں سننے والا ہے"۔

(آل عمران:39)

دوسری جگہ یہ دعا ان الفاظ میں ملتی ہے کہ:

"مجھے خود اپنی جناب سے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا ورثہ بھی پائے اور آل یعقوب کا ورثہ بھی پائے اور اے میرے ربّ! اِسے بہت پسندیدہ بنا"۔(مریم:6-7)

ایک اور مقام پر دعا کے الفاظ ہیں:

"اے میرے ربّ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تُو سب وارثوں سے بہتر ہے" (الانبیاء:90)

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ بھی عرض کی کہ تیرے حضور دعا کرنے کی وجہ سے مجھے کبھی ناکامی نہیں ہوئی اور یہ بھی کہ اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اس لئے تیرے مخصوص کر لینے کی وجہ سے اور تیرے انعامات کی وجہ سے مَیں نے یہ برکت پائی ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مشکلات میں مجھے ناکامی ہوئی ہو بلکہ ہمیشہ مجھے کامیابی ہوئی ہے اور مَیں نے اپنے مقصد کو حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ یہ الفاظ اس پر دلیل ہیں:

"اے میرے رب! مَیں تیری دعا کے ساتھ کبھی شقی نہیں ہوا"۔(مریم :5)

سامعین! حضرت زکریا علیہ السلام نے اِن دعاؤں پر مداومت اختیار کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت سے نوازتے ہوئے فرشتوں سے کہا کہ میرے اِس بندے کو اُس کی دعاؤں کی قبولیت کی خوشخبری سنا دو تو اِس پر فرشتوں نے اُسے آواز دی جبکہ ابھی تک وہ محراب میں کھڑے ہو کر عبادت کر رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے تو فرشتوں نے کہا کہ اے زکریا! اللہ تعالیٰ تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دیتا ہے جسے یحییٰ (زندہ رہنے والا) کا نام دینا (آل عمران:40) کیونکہ بعض اوقات نیکی کرنے والے اپنے

رب کے فضل سے زندہ بھی رکھے جاتے ہیں اور یہ بیٹا اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہو گا اور وہ سردار ہو گا اور اپنے نفس کی پوری حفاظت کرنے والا ہو گا اور صالحین میں سے ہو گا اور ایک نبی ہو گا (آل عمران:40)۔ اس بچے کی ان تمام نیکیوں کی وجہ سے اس کا نام زندہ رہے گا۔ آج دیکھئے! ہم اس خدا کے بندے کا ذکر کر رہے ہیں یہ خدا کے سچے کلام کا ایک زندہ نشان ہے۔

لیکن حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر اُس وقت بہت زیادہ ہو چکی تھی اور اسی طرح اُن کی بیوی بھی ادھیڑ عمر تھیں چنانچہ انہوں نے عرض کی کہ اے میرے ربّ! میرے کیسے بیٹا ہو گا جبکہ مجھے بڑھاپے نے آ لیا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے یعنی ظاہری طور پر تو اس طرح کا واقعہ ہونا بہت مشکل لگتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے تسلی دی کہ آپ فکر مند نہ ہوں اور خدا تعالیٰ کی قدرت پر یقین رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کیا کرتا ہے۔ (آل عمران:41) اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کے انعام ایسے ہی ہوا کرتے ہیں اور یہ کہ تیرے ربّ نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور یقیناً مَیں تجھے بھی تو پہلے پیدا کر چکا ہوں جبکہ تُو کچھ چیز نہ تھا۔(مریم:5)

اس پر حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایسی عظیم خوشخبری کے وقوع پذیر ہونے کے لئے کوئی نشان مانگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا نشان یہ ہے کہ تم دیگر لوگوں سے بات چیت میں کمی کرو اور ذکرِ الٰہی میں زیادہ وقت صرف کیا کرو۔ فرمایا: تین دن تک آپ لوگوں سے صرف اشاروں میں باتیں کریں اور اپنے ربّ کو بہت کثرت سے یاد کریں اور شام اور صبح کو تسبیحات میں مصروف رہا کریں۔ (آل عمران:42) ۔تُو لوگوں سے مسلسل تین راتوں تک کلام نہ کرے۔ پس وہ اپنی قوم پر محراب سے ظاہر ہوا اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح کرو۔(مریم:10)

قرآن کریم نے اسی الزام کو دور کرنے کے لئے جو انجیل نے حضرت زکریا پر لگایا ہے کہ وہ گونگے ہو گئے تھے فرمایا اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا تیرا نشان یہ ہے کہ تو تین دن رات کلام نہیں کرے گا مگر ہو گا بے عیب اور تندرست جیسا کہ لفظ ”سَوِیًّا“ سے ظاہر ہے کہ اے زکریا! کوئی بیماری تجھے نہیں ہو گی۔ قرآنی بات کتنی سچی نظر آتی ہے کہ خدا نے جب حضرت زکریاؑ کی دعا قبول کی۔ تو انہوں نے کہا

خدایا! اب مجھے بھی شکریہ کا موقع دیجئے۔ خدا نے کہا تین دن مسجد میں اعتکاف بیٹھو اور ذکر الٰہی میں مشغول رہو یہ تمہاری طرف سے ہمارے شکریہ کا ایک نشان ہو گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ آپ کی وفات طبعی طور پر ہوئی تھی اور بعض روایات میں آپ کے قتل کئے جانے کا ذکر بھی ملتا ہے حضرت زکریاؑ کا مزار شام (سیریا) کے شہر حلب کی بڑی مسجد "جامع کبیر" میں واقع ہے۔

(اطلس القرآن از شوقی ابو خلیل صفحہ 106-107)

حضرت زکریا علیہ السلام کے واقعہ کے اختتام پر یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کبیر سے تین دن ذکر الٰہی کرنے کی وضاحت کر دی جائے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"آیت کے معنے قرآن کریم میں کئی مقامات پر حکم کے بھی آئے ہیں۔ آیات قرآنیہ کو بھی اسی وجہ سے آیات کہا جاتا ہے کہ ان میں احکام الٰہیہ کا بیان ہوتا ہے پس: "رَبِّ اجْعَلْ لِی اٰیَۃً" کے یہ معنے ہیں کہ خدایا! مجھے کوئی حکم دے جس کی میں تعمیل کروں۔ یعنی تو نے جو مجھ پر یہ احسان فرمایا ہے مَیں اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اب تو مجھے کوئی ایسا حکم دے جو تیرے شکر کی ایک ظاہری علامت ہو اور جس کو پورا کر کے میرا دل خوش ہو جائے کہ مَیں نے رب کا حکم پورا کر دیا ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں آئندہ کی خبروں کے لئے نشان مقرر ہوتے تھے جن میں سے بعض نشان تو آسمانی ہوتے تھے اور بعض میں صرف عبادت کا حکم ملتا تھا"

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے (پیدائش باب 9 آیت 9 تا 17) (پیدائش باب 17 آیت 9 تا 11) اور (حزقیل باب 20) کے حوالہ جات لکھنے کے بعد فرمایا: "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں کسی نیک کام کا کرنا پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے لئے ایک ظاہری نشان سمجھا جاتا تھا۔ اِسی رنگ میں حضرت زکریاؑ نے بھی خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی! مجھے کوئی نشان دیا جائے یعنی مجھے کوئی ایسا حکم دیا جائے کہ جب مَیں اُسے پورا کروں تو یہ وعدہ اٹل ہو جائے کیونکہ جب بندہ اپنا وعدہ پورا کر دے تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے اور اس کو کسی اور رنگ میں نہیں بدلتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے کہا تیرے لئے وہ حکم جو اس بات کی علامت ہو گا کہ تو نے خدا کا شکر ادا کر دیا ہے یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں کلام نہیں

کرے گا اس حالت میں کہ تو تندرست اور بے عیب ہو گا اور بغیر کسی بیماری کے ہو گا اور ان دنوں میں ذکر الٰہی کرتا رہے گا"

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 142-143)

سامعین! حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں تفصیل جاننے کے بعد اب اِس تقریر کے عنوان **"زکریا والی توبہ کرو"** کی طرف واپس لوٹتے ہیں اور جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت زکریاؑ نے کس طرح کی توبہ کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت زکریاؑ کا ذکر مختلف جگہوں پر فرمایا ہے اور بڑی تفصیل سے فرمایا ہے حتّٰی کہ الگ سے تفصیلی ذکر کے ساتھ حضرت مریمؑ اور حضرت یحییٰؑ کے ذکر میں بھی کیا ہے۔ آپ کو بیٹے "یحییٰ" کی خوشخبری دینے کا ذکر بھی تین مختلف مقامات پر کیا ہے کیونکہ آپؑ دعاؤں میں مداومت کے ساتھ قائم رہے اور جو حکم اپنے خدا کی طرف سے ملے اُن پر پورے استحکام اور ثبات قدم سے عمل پیرا ہوئے جیسے تین دن مسجد کے محراب میں بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنا اور اِن دنوں کسی سے بات چیت بھی نہ کرنا۔ آپؑ نے اپنے اللہ سے مریمؑ جیسا نشان مانگا۔ گو آپؑ کی اہلیہ موجود تھیں اور آپؑ بطور خاوند بھی موجود تھے لیکن بڑھاپے کا شکار تھے اور بظاہر اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ تھے جس کا اظہار خود آپؑ نے اپنے اللہ سے بھی کیا۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ

"معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں پاک اولاد کی جو غیر معمولی خواہش پیدا ہوئی وہ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزگی پر غور کے نتیجہ میں عطا ہوئی"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 79)

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِس مضمون کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا ہے کہ

"جہاں تک اعجازی پیدائش کا تعلق ہے وہ بعض دفعہ اِس رنگ میں ہوتی ہے کہ باپ اور ماں کے ملنے سے ہی بچہ پیدا ہوتا ہے مگر اِس عمر میں کہ بظاہر اولاد ہونا ناممکن ہو۔ یہی صورت حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش آئی۔ آپ کو اولاد کی خواہش تھی مگر خود اتنے بوڑھے ہو چکے تھے کہ سفیدی سے گویا سر بھڑک اُٹھا تھا اور بیوی نہ صرف بوڑھی بلکہ بانجھ تھی۔ پس اعجازی پیدائش کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ کو اِن

دونوں باتوں کے باوجود حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائے گئے اور بیٹے کی خواہش اِن کو حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے حالات پر غور کرنے سے پیدا ہوئی تھی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بِن باپ کی پیدائش کا معجزہ دکھانا تھا"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 505)

پھر اِسی پر بس نہیں بلکہ آپؑ کو جب بیٹے کی خوشخبری دے دی گئی تب بھی آپؑ نے عبادات اور دعاؤں کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے اللہ سے شکریہ کا نشان یوں مانگا کہ مجھے کوئی اور حکم دیں جس پر مَیں شکریہ کے طور عمل کروں۔

سامعین! الغرض زکریاؑ جیسی توبہ کرنے کو اگر خلاصہ کے طور پر پیش کیا جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ خالصتًا اللہ کے لئے پاک وصاف ہو کر ثابت قدمی سے اللہ کی عبادت کی جائے اور دعاؤں میں جُت جائیں۔ مسجد کے محراب میں اگر میسّر نہ ہو تو تنہائی میں اللہ کی طرف جھکیں، دعائیں کریں، غیر ضروری باتوں سے پرہیز کریں اور ہر وقت ذکرِ الٰہی سے اپنی زبان کو تَر رکھیں نیز اللہ کی عنایات اور انعامات پر اُس کا شکر ادا کرنے کے لئے اللہ کے مزید احکامات پر قدم ماریں۔ اِس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا یہ ارشاد ضرور مدّ نظر رہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ

"سچی توبہ در حقیقت ایک موت ہے جو انسان کے ناپاک جذبات پر آتی ہے اور ایک سچی قربانی ہے جو انسان اپنے پورے صدق سے حضرت احدیت میں ادا کرتا ہے اور تمام قربانیاں جو رسم کے طور پر ہوتی ہیں اسی کا نمونہ ہے۔ سو جو لوگ یہ سچی قربانی ادا کرتے ہیں جس کا نام دوسرے لفظوں میں توبہ ہے۔ در حقیقت وہ اپنی سفلی زندگی پر ایک موت وارد کرتے ہیں تب خدا تعالیٰ جو کریم و رحیم ہے اِس موت کے عوض میں دوسرے جہان میں اُن کو نجات کی زندگی بخشتا ہے کیونکہ اس کا کرم اور رحم اس بخل سے پاک ہے جو کسی انسان پر دو موتیں وارد کرے۔ سو انسان توبہ کی موت سے ہمیشہ کی زندگی کو خرید تا ہے اور ہم اس زندگی کی حاصل کرنے کے لیے کسی دوسرے کو پھانسی پر چڑھانے کے محتاج نہیں ہیں ہمارے لیے وہ صلیب کافی ہے جو اپنی قربانی دینے کی صلیب ہے۔

یاد رہے کہ توبہ کا لفظ نہایت لطیف اور روحانی معنی اپنے اندر رکھتا ہے جس کی کی غیر قوموں کو خبر نہیں یعنی توبہ کہتے ہیں اس رجوع کو کہ جب انسان تمام نفسانی جذبات کا مقابلہ کر کے اور اپنے پر ایک موت کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ کی طرف چلا آتا ہے۔ سو یہ کچھ سہل بات نہیں ہے اور ایک انسان کو اُسی وقت تائب کہا جاتا ہے جبکہ وہ بکلی نفس امارہ کی پیروی سے دستبردار ہو کر اور ہر ایک تلخی اور ہر ایک موت خدا کی راہ میں اپنے لئے گوارا کر کے آستانۂ حضرتِ احدیت پر گر جاتا ہے تب وہ اس لائق ہو جاتا ہے کہ اِس موت کے عوض میں خدا تعالیٰ اُس کو زندگی بخشے.... جس طرح میلا کپڑا بھٹی پر چڑھنے سے اور پھر دھوبی کے ہاتھ سے آب شفاف کے کنارہ پر طرح طرح کے صدمات اٹھانے سے آخر کار سفید ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح یہ توبہ جس کے معنے میں بیان کر چکا ہوں انسان کو صاف پاک کر دیتی ہے۔ انسان جب خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں پڑ کر اپنی تمام ہستی کو جلا دیتا ہے تو وہی محبت کی موت اُس کو ایک نئی زندگی بخشتی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ محبت بھی ایک آگ ہے اور گناہ بھی ایک آگ ہے۔ پس یہ آگ جو محبت الٰہی کی آگ ہے گناہ کی آگ کو معدوم کر دیتی ہے۔ یہی نجات کی جڑھ ہے۔"

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 447-448)

توبہ جو در حقیقت ایک موت ہے کا بہترین وقت اور موقع رمضان کا مہینہ ہے جب ایک مؤمن بات چیت بھی کم کرتا ہے، فضول گوئی سے پرہیز کرتا ہے، ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے، دعائیں کثرت سے مانگتا ہے اور اعتکاف کرتا ہے جس کے معنی رُکنے کے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ صلوٰۃ کرنے اور صوم رکنے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زکریا جیسی توبہ نصیب کرے۔ آمین

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

(اِس تقریر کا کچھ حصہ مکرم مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد جامعہ احمدیہ گھانا کے ایک مضمون مطبوعہ روزنامہ الفضل آن لائن لندن 5 رجولائی 2022ء سے لیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

۞۞۞۞

﴿26﴾ ﴿مشاہدات۔791﴾

سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کا نادر و نایاب نسخہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَھُوَاللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ (الانعام:4)

اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے چھپے ہوئے کو جانتا ہے اور تمہارے ظاہر کو بھی اور جانتا ہے جو تم کسب کرتے ہو۔

سامعین! میری گزارشات کا موضوع ہے "**سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کا نادر و نایاب نسخہ**"

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے موعود بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (رضی اللہ عنہ) کے قرآنِ کریم کا پہلا دور مکمل کرنے پر اللہ تعالیٰ کے حضور جذباتِ تشکّر پیش کرنے اور اپنے بیٹے کو اِس اہم روحانی و علمی سنگِ میل عبور کرنے پر ناصحانہ انداز میں اور اللہ کے حضور تضرّعانہ دعاؤں پر مشتمل ایک منظوم نظم بعنوان "محمود کی آمین" تحریر فرمائی۔ یہ منظوم کلام اکثر ہماری محفلوں، جلسوں اور بالخصوص شادی بیاہ و آمین کی تقاریب پر پڑھا جاتا ہے اور ایک انسان جس قدر گہرائی میں اُتر کر اِس کو سنتا یا پڑھتا ہے اس پر خدا کی یکتائی کا اظہار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی مہربانیوں، فضلوں اور احسانات کو یاد کرنے سے اِس حد تک وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان اپنے وجود سے نکل کر ایک اَور دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ انسان کا جو روں روں اور بال بال احساناتِ الٰہی میں ڈوبا پڑا ہے اِس کو دیکھ کر یہی الفاظ کہنے کو دل کرتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اِس نظم میں کہے ہیں۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

حضرت مسیح موعودؑ اِس نظم میں خدا تعالیٰ کے احسانات، قرآن پر ایمان، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر پختہ ایمان کا ذکر کر کے بار بار سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کا اظہار فرمایا ہے جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا ایک پیارا انداز ہے۔

جیسے فرمایا۔

سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
اُس بِن نہیں گزارا غیر اُس کے جھوٹ سارا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یعنی اے اللہ! تُو ہی ہم کا سہارا ہے جس کی طرف سے رحمت بار بار ملتی ہے۔ اب تو ہم اِس رحمت کے اِس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ ایک تو اِس کے بغیر اب زندہ نہیں رہ سکتے۔ اب تو اِس خدا کے بغیر سب جھوٹ دکھائی دیتا ہے۔ اِس لئے ہم اب اپنے اللہ سے التجا کرتے ہیں کہ ایسی رحمتوں کی بارش روزانہ ہی ہم پر نازل فرماتا ہم اِس کامل یقین کے ساتھ کہہ سکیں کہ یہ وہ مبارک ذات ہے جو مجھے ہر وقت دیکھ رہی ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔

اے دوستو پیارو! عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اُتارو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

پھر قرآن کی اہمیت، افادیت اور برکات کا ذکر یوں فرمایا۔

قرآن کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اِس قطعہ میں کمال حکمت سے قرآنِ کریم سے اپنی محبت و عشق کا اظہار کر کے احبابِ جماعت کو نصیحت فرمائی ہے کہ یہی قرآن اور اِس کی تعلیمات تمہارے لئے زادِ راہ ہے اور روحانی علاج کے لئے ایک اکسیر اور دوا ہے۔ جس کو پکڑ کے رکھنا لازم ہے۔ پس اے اللہ! اِس قرآن کی برکات کا نزول روزانہ ہی ہم پر نازل کرنا تا ہم اِس کامل یقین کے ساتھ کہہ سکیں کہ یہی وہ مبارک ذات ہے جو مجھے ہر وقت دیکھ رہی ہے۔

سامعین!

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر انکی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اے میرے بندہ پرور کر انکو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یعنی جب ہم اپنی آل اولاد کے حق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اِن دعاؤں کو پورا ہوتا دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ کہہ کر ادا کرتے ہیں کہ ہماری محنت اور ہماری دعائیں ہماری اولاد کے حق میں رنگ لائی ہیں یہ سب کچھ اُس اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو مجھے دیکھ رہی ہے۔

پیارے بھائیو! ایک اور اہم امر جس کی اِس منظوم کلام میں نشاندہی کی گئی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بار بار یعنی شعروں کے ہر بند کے آخر میں سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی کے الفاظ ہیں جو آپ نے 44 بار اس منظوم کلام میں استعمال فرمائے ہیں۔ جن میں سے 43 بار تو اُس خدائے واحد یگانہ کے شکر کے انداز میں ہیں کہ اے اللہ! یہ عظیم دن تو نے ہی دکھلایا لہٰذا یہ روز کر مبارک یعنی اِس دن کو مبارک کر دے میرے لیے۔ ایسے دن ہماری زندگیوں میں بار بار لا، میری اولاد کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو بچے کا حوصلہ بڑھانے اور ہم سب کے مشترکہ تشکُّرِ الٰہی کے جذبات اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لئے یہاں حاضر ہیں اور صرف ایک بار آغاز پر پہلے بند میں جہاں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی صفات کا ذکر کر کے نہایت عاجزی وانکساری سے اپنے خدا کے حضور عرض کرتے ہیں کہ

دل میں میرے یہی ہے سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

یہ الفاظ قابل غور ہے جس کے معنی ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جو مجھے ہر آن اور ہر لحاظ سے دیکھ رہی ہے اور مَیں نے اس عظیم قوت اور ذات کو اپنے دل میں جگہ دے رکھی ہے۔ اگر ہم مومن اس عظیم معنی اور فلسفہ کو سمجھ لیں تو ہمارا معاشرہ بُرائیوں سے پاک، منزّہ اور جنت نظیر معاشرہ بن سکتا ہے۔ حقیقت میں اِس مادہ پرست دَور میں ہم اپنے خالق حقیقی کو نہ صرف بُھلا بیٹھے ہیں بلکہ اِس سے بہت دور ہوتے جا رہے ہیں اور ہم میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ گمان پیدا ہونے لگا ہے کہ ہم جو ترقیات حاصل کر رہے ہیں اور فتوحات ہمارے قدم چوم رہی ہے۔ یہ جو پیسوں کی ہمارے گھروں میں ریل پیل ہے۔ ہم جو پڑھ لکھ گئے ہیں۔ یہ محض ہماری اپنی صلاحیتوں اور کوششوں کی وجہ سے ہے یا ہم جو اعلیٰ سے اعلیٰ اسکولز اور کالجز میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں یہ ہمارے ماں باپ کی محنت کا نتیجہ ہے اور وہ ذات جو ماں باپ سے بڑھ کر رحیم ومہربان ہے جس نے رحمان ذات کی صورت میں بعض ایسی نعمتوں سے بھی متمتع کر رکھا ہے جو ہم نے اپنے خدا سے نہیں مانگی تھیں بلکہ اُس نے ماں باپ کی طرح بلکہ اُس سے کہیں بڑھ کر ہماری ضروریات کو سمجھا اور وہ تمام نعمتیں ہمارے لیے مہیا کر دیں۔ اگر ہم اپنے دلوں میں اپنے خدا کو بسالیں اور اس تصور کو پختہ کریں کہ ایک ذات ہے جو مجھے دیکھ رہی ہے تو ہم اپنے جسموں سے، اپنی زندگی سے چمٹی آلائشوں اور گندگیوں کو دور کر سکتے ہیں۔ اگر کسی کام کا آغاز کرنے سے قبل اپنے خدا کی ذات کو اپنے دل میں اُتاریں،

اُس کا خوف پیدا ہو تو ہم جھوٹ بولنا ترک کر دیں، ہم چوری چکاری سے دُور چلے جائیں۔ ہم اپنے والدین سے اور والدین اپنے بچوں سے محبت اور شفقت کا سلوک شروع کر دیں۔ میاں بیوی کے تعلقات درست ہو جائیں۔ بہو، ساس اور نند، بھابھی کے تعلقات مثبت انداز میں اُستوار ہونے شروع ہو جائیں تو ہمارا معاشرہ جنت نظیر بن سکتا ہے۔

ہم دنیوی قوانین اور اُن کے رکھوالوں سے ڈرتے ہیں۔ موٹروے پر گاڑی تیز بھگاتے ہیں اور جونہی پولیس والوں کو دیکھتے ہیں، رفتار آہستہ کر لیتے ہیں۔ بلکہ روزمرہ کا سفر اختیار کرنے والوں کو اس امر کا بھی یقین ہو گیا ہوتا ہے کہ پولیس کہاں کہاں بیٹھی ہے۔ یورپ میں ڈرائیور حضرات کیمرہ سے بہت ڈرتے ہیں۔ بھئی! ایک کیمرہ آپ کے دل میں بھی لگا ہوا ہے۔ جہاں سے خدا آپ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دل و دماغ کے درمیان اللہ تعالیٰ نے سسٹم قائم فرمایا ہوا ہے جو آپ کو اچھے اور بُرے کی تمیز کر کے دکھاتا رہتا ہے اس کو ضمیر کہتے ہیں اس سے فائدہ اُٹھانا ہمارے لئے روحانی لحاظ سے سودمند ہے اور ہم خدا سے نہیں ڈرتے۔ مجازی خداؤں سے ڈرنا شروع کر دیا ہے۔ شاید یہ محاورہ اس امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ ''خدا لاگے کہ ڈنڈا''

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا تھا جو ہر بُرائی میں ملوث تھا۔ چوری بہت کرتا تھا۔ ڈاکہ بھی ڈالتا تھا۔ زنا بھی کرتا تھا اور جھوٹ بھی بولتا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یہی نصیحت فرمائی تھی کہ جھوٹ ترک کر دو۔ وہ جھوٹ ترک کرنے کے پختہ عزم کے ساتھ دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوا اور جب بھی بُرائی کی طرف بڑھا۔ ہمیشہ یہی خیال دل میں جنم لیتا کہ اگر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا یہ کام کیا ہے؟ اگر وہ بُرا کام کیا ہو اور مَیں کہوں کہ نہیں کیا تو یہ جھوٹ ہو گا جبکہ خدا مجھے دیکھ رہا ہو گا اور اگر کہا۔ کیا ہے تو یہ اپنی ذات میں قابل سرزنش ہے اور یوں اس نے تمام بُرائیوں اور بدیوں کو خیر آباد کہہ دیا۔ اس کے سامنے ایک ذات سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور اگر اس عظیم ذات کو پیدا کرنے والی ہستی کو ہم اپنی زندگیوں میں مدنظر رکھیں تو کیا کایا نہیں پلٹ سکتی۔

حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق ایک واقعہ ہم اپنی درسی کتب میں پڑھتے آئے ہیں کہ ایک قافلہ پر جاتے ہوئے آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی قمیض کی آستین میں چالیس دینار سی دئے جو تعلیم حاصل کرنے کے دوران کام آئیں گے اور ساتھ نصیحت کی کہ جھوٹ نہیں بولنا۔ اگر کوئی پوچھے تو بتادینا کہ میرے پاس رقم ہے۔ راستے میں ڈاکو قافلہ کو لوٹنے لگے اور جب جیلانیؒ سے ڈاکو نے پوچھا تو آپ نے سچائی سے کام لیتے ہوئے بتادیا کہ میری قمیض کی اس آستین میں اتنی رقم ہے۔ ڈاکوؤں نے اِس نونہال بچے سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو آپ نے کہا کہ میری ماں نے مجھے ہمیشہ سچ بولنے کی نصیحت کی تھی۔ ڈاکوؤں کے سردار نے اس بچے سے کہا کہ اِس وقت تمہاری ماں تو ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی وہ تجھے دیکھ رہی ہے تو آپ نے فرمایا اگر ماں نہیں تو میرا خدا تو مجھے دیکھ رہا ہے اس لئے مَیں نے تمہیں حقیقت بتادی ہے۔ آپ کے اس نیک فعل سے ڈاکوؤں کا سردار اِس حد تک متاثر ہوا کہ اُس نے اپنے اِس بُرے فعل سے توبہ کرلی اور نیکی کا راستہ اپنالیا تو مفہوم ہے۔ سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی کا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نماز ایسے ادا کرو کہ تم اپنے خدا کو دیکھ رہے ہو اگر اس اعلیٰ مقام کو نہیں پاسکتے تو کم از کم یہ گمان نماز پڑھتے ضرور آپ کے دلوں میں ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ پس شجر احمدیت کی سرسبز شاخو! یہی پہلا عظیم اور بنیادی سبق ہے جسے ہمیں پلّے باندھ لینا چاہیے اور ہم اپنی زندگیوں کو سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی سے آراستہ کرلیں تو خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی محبتیں اور شفقتیں تو ضرور ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دنیاوی کاموں میں بھی برکت ڈال دے گا اور تمام کام سنور جائیں گے۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

✿✿✿✿

﴿27﴾ ﴿مشاہدات۔380﴾

اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس:9-11)

ترجمہ: پس اس (اللہ) نے اس (نفس انسانی) کو اس کی بد اور نیک راہوں کا علم عطا فرما دیا ہے۔ پھر جس نے تو اس (نفس) کو پاک کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اسے (نفسانی خواہشات کے تابع) ڈال دیا، وہ ناکام اور نامراد ہو گیا۔

نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دِمار

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا موضوع حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس سے لیے گئے ایک خوبصورت فقرے "**اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو**" پر مشتمل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہو سکتا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں ان کے بد ثمرات سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوۃ انسان میں موجود ہیں اُن کے صدور کا وقت ہی نہ آوے اور اندر ہی اندر وہ جل بھن کر راکھ ہو جاویں۔ یہ وقت بڑے خوف کا ہے۔ **اس لیے توبہ استغفار میں مصروف رہو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو۔** ہر مذہب و ملت کے لوگ اور اہلِ کتاب مانتے ہیں کہ صدقات و خیرات سے عذاب ٹل جاتا ہے مگر قبل از نزول عذاب۔ مگر جب نازل ہو جاتا ہے تو ہرگز نہیں ٹلتا۔ پس تم ابھی سے استغفار کرو اور توبہ میں لگ جاؤ تا تمہاری باری ہی نہ آوے اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے"۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 299 ایڈیشن 1984ء)

معزز سامعین! تقریر کا آغاز کرنے سے قبل عنوانِ بالا میں الفاظ نفُس اور مطالعہ کے لغوی معانی جاننا ضروری ہیں۔ گو یہ الفاظ روزمرہ بول چال میں عام استعمال ہوتے ہیں لیکن تقریر میں آگے بیان ہونے والے مضمون کو سمجھنے کے لئے اِن کے معانی جاننا ضروری ہیں۔ نفُس (فاء کے جزم کے ساتھ) کے معانی روح، جان، ہستی کے ہیں اور مطالعہ کے معانی پڑھنا، غور کرنا، توجہ و دھیان دینا کے ہیں۔ فیروز اللغات میں لکھا ہے کہ کسی چیز کو اُس سے واقفیت پیدا کرنے کی غرض سے دیکھنے کے ہیں۔ اِسے ہم محاسبہ نفس کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ تو عنوانِ بالا کے معانی یہ ہوں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے افرادِ جماعت کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہر فردِ جماعت اپنی ذات کے اندر جھانکتے ہوئے اِس پر غور کرے اور اِس کو پاک صاف رکھنے کے لئے ہمیشہ اِس کی طرف دھیان رکھے۔ اِن معنوں کو سامنے رکھ کر آیت کریمہ جس کی مَیں نے تقریر کے آغاز پر تلاوت کی ہے غور کریں تو وہ کہہ اُٹھے گا کہ اِس میں تزکیہ نفس کا ذکر کیا گیا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد ہے کہ انسانی نفس میں موجود شر کے فطری غلبہ کو دور کرنا اور اسے گناہوں کی ان آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا جو روحانی نشو و نما میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ ان تمام بدی کی خواہشات پر غلبہ پالینے کا عمل تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔ انسان کا وجود جسم اور روح دونوں کا مرکب ہے۔ جسم اور روح دونوں کے الگ الگ تقاضے ہیں اور یہ تقاضے ان کی فطری اور طبعی صلاحیتوں کے مطابق ہیں۔

انسان کا نفس بسا اوقات فطری طور پر برائیوں کی طرف رغبت دلاتا رہتا ہے جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے انسان میں روح کی صورت میں اُس کے اندر ایک لطیف و نورانی ملکہ بھی ودیعت کر دیا ہے جس کے تحت وہ نیکی و بدی، حق پرستی، سچ اور جھوٹ، امانت اور خیانت جیسے معاملات میں خوب تمیز کر سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (الشمس:9) کہ پس اُس کی بے اعتدالیوں اور اس کی پرہیز گاریوں (کی تمیز کرنے کی صلاحیت) کو اس کی فطرت میں ودیعت کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (الشمس:11) کہ اور ہم نے اُسے دو مرتفع راستوں کی طرف ہدایت دی۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر نیکی و بدی، برائی اور اچھائی، خیر اور شر دونوں طرح کے رجحانات ازل سے ودیعت کیے ہیں کہ یہ انسانی فطرت ہے۔ نیکی اور بدی کے درمیان ایک کشمکش جاری رہتی ہے جس کی وجہ سے جہاں برائیاں جنم لیتی ہیں وہاں نیکیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (النازعات:41) کہ اور وہ جو اپنے ربّ کے مرتبہ سے خائف ہوا اور اُس نے اپنے نفس کو ہَوَس سے روکا۔ اگر انسان کے اندر خوفِ خدا ہو گا، تقویٰ ہو گا اور وہ اپنے نفس کا مطالعہ کرے گا کہ مَیں کہاں غلط ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے کس بات سے روکا ہے اور مجھے کس کام کا حکم دیا ہے تو اس کی نیکیاں بدی پر غالب آجائیں گی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کا مطالعہ کرتے رہنے کے متعلق فرمایا کہ

"عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کا خواہش مند رہے"

(جامع ترمذی کتاب الزھد)

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ حقیقی دانا وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ نفس (ساتھ ساتھ) کرتا چلا جاتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے نیک اعمال بجالاتا چلا جاتا ہے۔ وَالعَاجِزُ: اور ناکارہ بے بس ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ سے امید لگاتا ہے۔

(سنن الترمذی)

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑے دن کی پیشی کے لئے خوب تیاری کرتے رہو اپنے آپ کو نیکیوں سے مزیّن کرتے چلے جاؤ اور جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے تو قیامت کے روز اس کا ہلکا پھلکا حساب لیا جائے گا۔

(سنن الترمذی)

پھر لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے ایک والی کو ایک تحریر بھجوائی جو آپؓ کی آخری تحریروں میں سے سمجھی جاتی ہے۔ اس میں آپؓ فرماتے ہیں کہ حَاسِبْ نَفْسَكَ فِي الرِّخَاءِ قَبْلَ حِسَابِ الشِّدَّةِ اپنے نفس کا محاسبہ سخت حساب آنے سے قبل کر لو۔ جو اچھے وقت میں سخت حساب سے پہلے اپنا محاسبہ کرتا ہے اس کا انجام خوش نصیبی اور خوشنودی کے ساتھ ہو گا اور جس شخص کو اس کی لذتیں اور خواہشات محاسبہ نفس سے غافل کر دیں اس کا انجام حسرت اور ندامت کے ساتھ ہو گا۔ (شعب الإیمان)

حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں: کسی شخص کو اس وقت تک متقی عابد نہیں کہہ سکتے حَتّٰی یُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيْكَهُ مِنْ أَيْنَ مَطْعَمَهُ وَمَلْبَسَهُ جب تک کہ وہ اپنا محاسبہ ایسے نہ کرے جیسے وہ تجارت میں اپنے شراکت دار کا محاسبہ کرتا ہے.... کہ کھانا کہاں سے کھاتا ہے اور لباس کہاں سے لیتا ہے۔

(سنن الترمذی)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ مومن اپنے گناہوں کو ایسا محسوس کرتا ہے جیسے وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے اوپر نہ آگرے اور بدکار اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح ہلکا سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ناک کے پاس سے گزرے اور وہ اسے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اُڑادے۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بستر پر جانے سے پہلے سارے دن کی کردنی اور ناکردنی کا جائزہ لیا کرتے تھے اور نیکی کے جو کام رہ جاتے تھے ان کا عزم صمیم کیا کرتے تھے۔

حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر سونے کے لیے جاتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ دُعا مانگتے۔ اے میرے اللہ! مَیں اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں، اپنی آبرو تیرے سُپرد کرتا ہوں، اپنے سب معاملات تیرے حوالے کرتا ہوں اور تجھے اپنا سہارا بناتا ہوں۔ تیری طرف رغبت رکھتا ہوں اور تجھی سے ڈرتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی جائے پناہ نہیں اور نہ ہی کوئی جائے نجات۔

(بخاری کتاب الدعوات باب النوم علی الشق الأیمن)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کثرت سے کرتے تھے کہ اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ حضرت ام سلمہؓ نے اس دعا کو کثرت سے اور باقاعدگی سے پڑھنے کی وجہ پوچھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام سلمہؓ! انسان کا دل خدا تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، جسے چاہے ثابت قدم رکھے اور جسے چاہے ٹیڑھا کردے، اس لیے اسی سے مدد مانگنی چاہیے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے میری الفت کے طالب! یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو، وہ ان باتوں میں کیسا ہے

معزز سامعین! جب انسان میں شہوانی، نفسانی قوتیں کمزور ہونے لگتی ہیں تو اُس کی روح میں موجود نیکی کی قوتیں نشو نما پاکر اور مضبوط ہو جاتی ہیں اور وہ نیکی کی طرف مائل ہونے لگتا ہے اُس کو کوئی بھی دنیاوی شے صراطِ مستقیم سے نہیں ہٹا سکتی۔ اُس کو اپنی عبادتیں لطف دینے لگتی ہیں۔ خدا تعالیٰ سے اُس کا تعلق مضبوط ہونے لگتا ہے اور مومن ہر وہ کام کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے اُس کا ربّ راضی ہو۔ برائی کی طرف اُس کا دل مائل ہی نہیں ہوتا اور یہی نفس کا محاسبہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12 میں فرماتے ہیں:

"خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اسی کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہئے کہ ہر صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھویں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں۔ بلکہ خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے، اور جس پر پڑتی ہے اُس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔"

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اپنے ایمانوں کا وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن حسین ہوتا ہے۔ جس طرح ایک خوبصورت انسان کو معمولی اور ہلکا سا زیور بھی پہنا دیا جائے تو وہ اُسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اگر وہ بد عمل ہے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ انسان کے اندر جب حقیقی ایمان پیدا ہو جاتا ہے تو اُس کو اعمال میں ایک خاص لذّت آتی ہے اور اُس کی معرفت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ اس طرح نماز پڑھتا ہے جس طرح نماز پڑھنے کا حق ہوتا ہے۔ گناہوں سے اُسے بیزاری پیدا

ہو جاتی ہے۔ ناپاک مجلس سے نفرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی عظمت اور جلال کے اظہار کے لئے اپنے دل میں ایک خاص جوش اور تڑپ پاتا ہے"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 249 ایڈیشن 2003ء)

مَیں اپنے پیارے سامعین کے سامنے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا اِس حوالے سے ایک اور ارشاد رکھا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔"

(روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 547-548)

آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ

"اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو، نہ انسان کی، نہ حیوان کی، نہ سورج کی، نہ چاند کی اور نہ کسی اور ستارے کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں اصلاح نفس کے جو چار اصول لکھے ہیں ان میں چوتھا یہ ہے کہ "مواخذہ کہ نفس نے جو دن بھر نافرمانیاں کی ہیں۔ اس کو ان کی سزا دینا یعنی عبادت کا بوجھ ڈالے۔ جو غلط ہو اس پر شرمندگی کے ساتھ استغفار کرے اور جو اچھا ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔"

(الفضل آن لائن 15 مارچ 2022ء)

سامعین! حکیم لقمانؒ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ آپ نے حکمت و دانائی کہاں سے سیکھی؟ کہنے لگے: "نادانوں سے کہ جب وہ کوئی نادانی والا عمل کرتے، میں فوراً اپنا محاسبہ کرتا کہ کہیں مجھ میں تو یہ عمل نہیں پایا جاتا؟ اگر میرے اندر وہ عادت ہوتی تو میں فوراً اُسے چھوڑ دیتا۔"

اپنا محاسبہ کرنے کی عادت کامیابی کا پہلا زینہ ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں اپنے اندر پیدا ہونے والے منفی اور مثبت رجحانات کا علم ہوتا ہے۔ ہم اپنی خوبیوں اور خامیوں پر بھی نظر رکھ سکتے ہیں۔ اپنے اخلاق بہتر کر سکتے ہیں۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد بھی بہتر طریقے سے سر انجام دے سکتے ہیں۔ اپنی سابقہ غلطیوں سے سبق حاصل کر کے مستقبل میں ان کو نہ دہرانے کا عہد کر سکتے ہیں۔ اس سے ہمارے دل میں آخرت کا خوف بھی پیدا ہو گا کہ ہم کوئی ایسا عمل نہ کریں جس کے لیے آخرت میں ہمیں خدا تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہونا پڑے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں ہر انسان کے اندر کوئی وقت سُستی کا آجاتا ہے اور کوئی وقت چُستی کا آجاتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام باسط بھی ہے اور قابض بھی ہے اس لئے وہ کبھی انسان کی فطرت میں قبض پیدا کر دیتا ہے اور کبھی بسط پیدا کر دیتا ہے۔ اس حالت کا علاج یہی ہوا کرتا ہے کہ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے گرد و پیش کے حالات کا بھی محاسبہ کرتا رہے۔ اس لئے صوفیاء نے محاسبہ نفس کو ضروری قرار دیا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا ہے کہ اگر ہم اپنے تمام وقت کا جائزہ لیتے رہتے تو شاید ہم بہت سی سستیوں سے محفوظ رہتے۔ کسی شاعر نے کہا ہے

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اَور گھٹا دی"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11؍ جنوری 1952ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

" مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بد بخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہو گا۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 25)

معزز سامعین! جس طرح ایک تاجر یا کوئی بزنس مین اپنے لیے اور اپنے ملازموں کے لیے کچھ اصول بناتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اور اس کے ملازم ان اصولوں کی پابندی کریں۔ وہ وقتاً فوقتاً اس کا جائزہ بھی لیتا رہتا ہے۔ سال کے آخر میں اپنی فرم کا آڈٹ بھی کرتا ہے تاکہ اس کو معلوم ہو سکے کہ اس نے کیا کھویا یعنی کتنا نقصان ہوا اور کتنا فائدہ ہوا بالکل اسی طرح انسان کو اپنی ذات کے لیے اپنے نفس کے لیے بھی کچھ اصول مقرر کرنے چاہئیں اور ہر رات کو سونے سے قبل اپنے دن کا محاسبہ کرنا چاہیے کہ آج میں نے کیا غلط کیا اور کیا صحیح کیا۔ اگر کچھ غلط کام کیے ہوں تو خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے توبہ استغفار کرنی چاہیے۔ توبہ استغفار ہی ہم کو شیطان کے حملوں سے بچا سکتی ہے۔

معزز سامعین! کہتے ہیں ایک بزرگ کا شاگرد تھا، اُس نے جب تعلیم مکمل کی اور واپس جانے لگا تو بزرگ نے اُس شاگرد سے پوچھا کہ کیا جس ملک میں تم جا رہے ہو، وہاں شیطان بھی ہوتا ہے؟ تو شاگرد نے حیران ہو کر کہا کہ شیطان کہاں نہیں ہوتا؟ شیطان تو ہر جگہ ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ تم نے مجھ سے دین کے بارے میں، اخلاقیات کے بارے میں سیکھا ہے، پڑھا ہے، اگر اس پر عمل کرنے لگو اور شیطان حملہ کر دے تو کیا کرو گے؟ اُس نے کہا مقابلہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر تمہاری توجہ دوسری طرف ہو اور وہ پھر حملہ کر دے تو پھر کیا کرو گے؟ اُس نے کہا پھر مقابلہ کروں گا۔ غرض دو تین دفعہ انہوں نے اس طرح ہی پوچھا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ اگر تم اپنے کسی دوست کے پاس جاؤ اور اُس کے دروازے پر کُتّا بیٹھا ہو اور وہ تمہیں پکڑ لے، تم پر حملہ کرے اور کاٹنے لگے تو کیا کرو گے؟ اُس نے کہا میں اُس کو ڈرا کے دوڑانے کی کوشش کروں گا۔ پھر حملہ کرے تو پھر یہی کروں گا۔ انہوں نے کہا اگر تم اسی طرح لگے رہے تو پھر دوست تک تو نہیں پہنچ سکتے۔ تو کیا کرو گے تم؟ اُس نے کہا کہ آخر مَیں دوست کو آواز دوں گا کہ آؤ اور اپنے کُتّے کو پکڑو۔ تو بزرگ کہنے لگے کہ شیطان بھی خدا تعالیٰ کا کُتّا ہے۔ اس کے لئے تمہیں خدا تعالیٰ کو آواز دینی ہو گی۔ اُس کے در کو کھٹکھٹانا ہو گا۔ تبھی شیطان کے حملوں سے بچ سکتے ہو۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 330-331 خطبہ جمعہ فرمودہ 22 مئی 1936ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”مومن کو ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اپنے نفس کے محاسبہ میں لگے رہنا چاہیے کہ کہیں اس میں کوئی نقص تو نہیں پیدا ہو گیا۔ یہ بیشک درست ہے کہ اپنی غلطی کا اجمالی احساس تو ہر ایک کو ہوتا ہے لیکن تفصیلی احساس ہر ایک کو نہیں ہوتا۔ مگر صرف اجمالی احساس کوئی نفع نہیں پہنچاتا۔ اجمالی احساس یہ ہوتا ہے کہ جب انسان کسی درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو سمجھتا ہے کہ وہ بہت کمزور ہے حالانکہ خود اس پر اس کے قول کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ عام طور پر یہ کہنا کہ کمزور ہوں، گنہگار ہوں یہ فقرے تو متکبر اور کافر بھی کہتے ہیں، مثلاً جب کوئی ان کی تعریف کرے تو انکسار سے وہ بھی ایسے فقرے کہہ دیتے ہیں لیکن دل سے اسے محسوس نہیں کرتے۔ پس اجمالی نقص کا اظہار کوئی چیز نہیں کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کا اظہار کرتے ہیں لیکن تفصیلی طور پر اپنے آپ کو بے گناہ سمجھتے ہیں ..... پس جو گناہ کا احساس کرتا ہے وہ گناہ سے بچتا ہے۔ جب گناہ کا احساس نہیں رہتا تو انسان معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے..... پس انسان کو اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ ایسے شخص کے لیے روحانیت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔“

(خطبات محمود صفحہ 141-142 سال 1937ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے جو یہ جماعت قائم فرمائی تو وہ اس میں شامل ہونے والوں کو خاص طور پر پاک کرنا چاہتا ہے تا کہ پاک جماعت کا قیام ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں سے ہر ایک سے یہ چاہتے ہیں کہ یہ عارفانہ خوردبین ہم لگائیں۔ اس سے ہم اپنے نفس کو دیکھیں۔ اپنے نفس کا محاسبہ کریں۔ اپنی اعتقادی غلطیوں کی جہاں اصلاح کریں وہاں ہر قسم کی چھوٹی سے چھوٹی عملی غلطیوں کی بھی اصلاح کریں۔ اپنے اعمال کی طرف بھی نظر رکھیں۔ اور یہ عارفانہ خوردبین ہی ہے جو معمولی قسم کی غلطیوں کو بڑا کر کے دکھائے گی کیونکہ خوردبین کا یہی کام ہے کہ باریک سے باریک چیز بھی بڑی کر کے دکھاتی ہے۔ پس اپنے گناہوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی غلطیوں کو دیکھنے کے لئے، اپنی کمزوریوں کو دیکھنے کے لئے ہمیں وہ خوردبین استعمال کرنی پڑے گی جس سے ہم اپنے نفس کے جائزے لے سکیں۔ اسی سوچ کے ساتھ ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔“ (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 30 مارچ 2012ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اصلاح نفس کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”ہر کام کرتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کام کے نتائج نیک ہیں یا نہیں۔ اس کام کو کرنے کی مجھے اجازت ہے یا نہیں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات پر عمل کر رہا ہوں یا نہیں کہ قرآنِ کریم کے جو سات سو حکم ہیں اُن پر عمل کرو۔ کہیں میں ان سے دُور تو نہیں جا رہا۔ مثلاً دیانت سے کام کرنا ایک اہم حکم ہے۔ ایک دکاندار کو بھی یہ حکم ہے، ایک کام کرنے والے مزدور کو بھی یہ حکم ہے اور اپنے دائرے میں ہر ایک کو یہ حکم ہے کہ دیانتدار بنو..... اسی طرح ہر میدان کے احمدی کو اپنی دیانت کا حسن ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ہر وقت اس حکم کی جگالی کرنے کی ضرورت ہے جو ابھی پڑھا ہے، تبھی عملی اصلاح ممکن ہو گی۔ ہر وقت دہراتے رہنا پڑے گا کہ میری عملی اصلاح کے لئے مَیں نے یہ یہ کام کرنے ہیں۔ اسی طرح دوسری برائیاں ہیں، مثلاً جھوٹ ہے۔ ہر بات کہتے وقت یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ میری بات میں کوئی غلط بیانی نہ ہو..... پس ہر معاملے میں ہر وقت نظر رکھ کر ہی عملی اصلاح کی طرف ہر ایک جو ہے صحیح قدم اُٹھا سکتا ہے۔ برائیوں کی طرف ایک مرتبہ انسان جھک گیا تو پھر وہ اُس میں ڈوب جاتا ہے۔ گویا برائیوں سے بچنے کے لئے ہر کام پر نظر رکھ کر انسان ایک حجاب میں آجاتا ہے اور جب یہ حجاب ختم ہو جائے تو ایک کے بعد دوسری کمزوری اُس پر غلبہ پا لیتی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 دسمبر 2013ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اِن ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے تا ہم اپنے اللہ کے محبوب بندے بن جائیں۔ آمین

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
”اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے“

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿28﴾ ﴿مشاہدات۔290﴾

ذاتی اصلاح کے لئے عملی کوششیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (البقرہ:122)

ترجمہ: اور اپنے نفوس کے لئے (کچھ) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم ضرور اس سے ملنے والے ہو اور مومنوں کو (اس امر کی) بشارت دے دے۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

معزز سامعین! آج مجھے ایسے موضوع پر لب کشائی کرنے کا موقع میسّر آرہا ہے جس کا آغاز کرنے سے قبل ایک بار مجھے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنا جائزہ لینے اور اپنا محاسبہ کرنے کی توفیق مِل رہی ہے کہ ذاتی اصلاح کے لیے جن عملی کوششوں کا ذکر مَیں کرنے جارہا ہوں۔ کیا مَیں اُس پر کماحقہ عمل کر رہا ہوں؟

ذاتی اصلاح کے لیے جس عملی کوشش کی سب سے پہلے ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ محاسبہ نفس ہے جس کی طرف قرآن و حدیث اور آج کے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام نے بہت زیادہ توجہ دلائی ہے۔ جس آیت کی خاکسار نے تقریر کے آغاز میں تلاوت کی ہے اُس میں نفوس کے لیے آگے بھیجنے سے مراد یہی ہے کہ اِس دنیا میں ہی اپنے نفوس کا محاسبہ کرتے ہوئے اس امر کا جائزہ لیتے رہو کہ کیا آپ کے اعمال اِس قابل ہیں کہ وہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹا سکیں اور آپ کو جہنم سے بچا سکیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزوؤں کی تکمیل کا خواہشمند ہو۔ (جامع ترمذی کتاب الزھد)

اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو محاسبہ کی یوں پُر زور تلقین فرمائی۔

"حساب خداوندی سے پہلے اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کر لو اور عذاب سے پہلے اس دن کے لیے راستہ تیار کر لو اور وقت سے پہلے کوچ کا سامان مہیا کر لو۔ کیونکہ وہ عدل اور انصاف اور فیصلہ بر حق کا مقام ہے۔ جس نے پہلے ڈرایا اور اس نے کسی قسم کی کوتاہی کے بغیر اپنا فرض ادا کیا۔"

(خطبات نبویؐ صفحہ 54)

حضرت عمر فاروقؓ کا ایک مشہور قول ہے کہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا کہ اپنا محاسبہ کر لو قبل اس کے تمہارا کوئی حساب کتاب لے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام محاسبۂ نفس کی اہمیت کو ایک نہایت ہی لطیف مثال سے واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہے اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اُس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔"

(ازالہ اوہام صفحہ 827)

آپ علیہ السلام نے ذاتی اصلاح کے لیے جن امور کی ضرورت ہوتی ہے اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اُسی کے ہو جاؤ اور اُسی کے لیے زندگی بسر کرو اور اُس کے لیے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لیے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔"

(کشتی نوح صفحہ 17)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آسکتی، جب تک کہ عمل نہ ہو۔ محض باتیں عند اللہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 48۔ ایڈیشن 2003ء)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ:

"اپنے ایمانوں کو وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔ مومن حسین ہوتا ہے۔ جس طرح ایک خوبصورت انسان کو معمولی اور ہلکا سا زیور بھی پہنا دیا جائے تو وہ اُسے زیادہ خوبصورت بنا دیتا ہے۔ اگر وہ بد عمل ہے تو پھر کچھ بھی نہیں۔ انسان کے اندر جب حقیقی ایمان پیدا ہو جاتا ہے تو اُس کو اعمال میں ایک خاص لذّت آتی ہے اور اُس کی معرفت کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ وہ اس طرح نماز پڑھتا ہے جس طرح نماز پڑھنے کا حق ہوتا ہے۔ گناہوں سے اُسے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ ناپاک مجلس سے نفرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول کی عظمت اور جلال کے اظہار کے لئے اپنے دل میں ایک خاص جوش اور تڑپ پاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 249 ایڈیشن 1988ء)

سامعین! اب مَیں عملی کوششوں کی طرف آتے ہوئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق کو بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور تمام درست اور مکمل اعضاء کے ساتھ پیدا کیا۔ ہمیں اشرف المخلوقات کے زُمرہ میں شامل کیا۔ اُس نے ہمیں اپنا مافی الضمیر ادا کرنے کی صلاحیتیں دیں۔ سوچنے کے لیے دماغ دیا اور کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کی طرح لایعنی زندگی سے بچایا۔ اِن تمام نعمتوں کا شکرِ الٰہی بجالانے کے لیے اپنے اللہ سے مضبوط تعلق قائم کرنا بہت ضروری ہے تا خشیتِ الٰہی پیدا ہو اور ذاتی اصلاح کے ذرائع پیدا ہوتے رہیں۔

ہمیں اپنی اصلاح کے لیے خالص ہو کر خدا کی عبادت کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی شیطان کے حملوں سے بچا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے لئے، اُس کا قرب حاصل کرنے کے لئے صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنا اور اپنے عقیدے کی درستی کر لینا یہ کافی نہیں

ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارنا ہو گا، اُس کے آگے جھکنا ہو گا۔ اُس کی عبادت خالص ہو کر کرنی ہو گی۔ جہاں عملی کوشش ہو، توبہ اور استغفار کی طرف توجہ ہو، وہاں ایک انتہائی ضروری چیز نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بارہا قرآنِ کریم میں نماز کے قیام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنے اور اِسے مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ پنجوقتہ نمازیں بروقت ادا کی جائیں اور اگر باجماعت ادا ہو سکیں تو اِن کی ادائیگی مساجد یا نماز سینٹرز میں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذاتی اصلاح کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت:46)

ترجمہ: یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ پس شیطان کے حملوں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارنے کا ایک بڑا ذریعہ نماز ہے۔ آجکل کے لغویات سے پُر ماحول میں تو اس کی طرف اور زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

سامعین! اِن نمازوں میں سے ایک نفلی عبادت یعنی تہجد بھی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل آیت 80 میں فرماتا ہے کہ یہ تہجد (ذاتی اصلاح کے لیے) تمہیں مقامِ محمود تک لے جا سکتی ہے۔

سامعین! ذاتی اصلاح کے لیے حقوق اللہ سے تعلق رکھنے والی ایک اہم کوشش قرآن کریم کی تلاوت اور ترجمہ و تشریح کے ساتھ اُس کا مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کے متعلق فرمایا لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ (الواقعہ:80) کہ اِسے پاک صاف لوگ ہی چُھوتے ہیں اور پاک و صاف اور مطہر وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ذاتی اصلاح کے تمام مراحل طے کر کے اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ قرآن کریم میں درج اوامر ہر عمل کرنا اور نواہی سے رکنا ذاتی اصلاح کا ایک ذریعہ ہے۔ چین کے انقلابی لیڈر ماؤزے تنگ سے کسی نے پوچھا کہ یہ انقلاب کیسے لائے ہو تو اس نے جواب دیا کہ نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کردار کو اور قرآن کو پڑھ کر۔ لہٰذا باقاعدگی سے قرآن کریم کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ کریں تب ہی آپ کو علم ہو گا کہ مَیں نے کون سی نیکی کرنی اور کون سی برائی چھوڑنی ہے۔ قرآن کریم سے ہی ہمیں ہر قسم کی ہدایت ملے گی۔ عملی حالتوں کی تبدیلی میں ہر برائی جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے اُس کو چھوڑنا اور ہر نیکی جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے اس کا اختیار کرنا شامل ہے۔ پس ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

اس ارشاد کو ہر وقت سامنے رکھنا ہو گا کہ قرآنِ کریم کے سات سو حکموں میں سے ایک حکم کی بھی نافرمانی نہ کرو۔ پس ہمیشہ ہمیں اس کوشش میں رہنا چاہئے کہ بظاہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی بچنا ہے۔

ماہ رمضان میں روزے رکھیں کہ روزہ بھی اصلاح نفس کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ ہمیں صبر کرنا سکھاتا ہے۔ وہ باتیں جو عام دنوں میں ہمارے لیے جائز ہیں ہم نے ان کو روزے کی حالت میں چھوڑ کر کیسے صبر کرنا ہے۔

سامعین! اگر ذاتی اصلاح میں حقوق العباد کے حوالے سے بات کریں تو ماحول اور معاشرہ میں بسنے والے لوگوں کے ساتھ جہاں حسنِ سلوک سے پیش آنے کی تلقین ملتی ہے وہاں اپنی ذاتی اصلاح کر کے دوسروں کے لیے بھی نمونہ بننا ضروری ہے۔ یہ بھی ایک فعال ذریعہ ہے ذاتی اصلاح کا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عیال قرار دیا ہے جس طرح ہم اپنے عیال کے لیے نمونہ بنتے ہیں۔ اُن سے حسنِ سلوک کرتے ہیں اسی طرح عیالُ اللہ کا حصہ رہتے ہوئے دوسروں کے لیے جہاں نمونہ بننا ہے وہاں ان سے حسنِ سلوک بھی کرنا ہے۔

حقوق العباد میں ماں باپ سے حسن سلوک بھی ہے۔ بیوی بچوں کے حقوق ہیں ان کی ادائیگی کی طرف توجہ دیں۔ رشتہ داروں میں سے کوئی مدد کا حقدار ہے اس کی مدد کریں۔ ہمسائیوں کا خیال کریں۔ آپ کی حرکات سے، آپ کی زبان سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔ ان کے لیے بحیثیت احمدی مسلمان آپ ایک نمونہ ہوں۔

عملی حالت کی روک میں عادت کا بہت بڑا دخل ہے۔ آجکل ہم دیکھتے ہیں خاص طور پر نوجوانوں میں فلمیں دیکھنے کا بڑا رجحان ہے۔ انٹرنیٹ پر کئی کئی گھنٹے صرف کر دیتے ہیں ایک نشے کی سی عادت بن گئی ہوئی ہے۔ کھانا نہیں کھائیں گے، نمازوں کا کچھ خیال نہیں، انٹرنیٹ پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے چلے جائیں گے۔ رات دیر گئے تک بیٹھے ہیں فلمیں یا وڈیوز دیکھ رہے ہیں دیر سے سونے کی وجہ سے تہجد تو دُور فجر کی نماز بھی رہ جاتی ہے۔ نہ بچوں کی پرواہ، نہ بیوی کی پرواہ۔ پس یہ جو عادتیں ہیں، یہ عملی اصلاح میں روک کا بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ بعض ہیں وہ باہر دوستوں میں سارا وقت گزار دیتے ہیں۔ خواتین ہیں وہ دن کا ایک بڑا حصہ ٹیلی فون پر باتیں کرنے میں گزار دیتی ہیں جن میں زیادہ تر دوسروں کی غیبت ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی اصلاح کے لیے ان بری عادات سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا۔

بعض اوقات انسان کے لیے اپنے رشتے اس کے اعمال کی درستی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس پر اپنے ماں باپ، بیوی بچوں کی محبت اتنی حاوی ہو جاتی ہے کہ وہ بھول جاتا ہے کہ میں جو یہ کام کر رہا ہوں، رشوت لے رہا ہوں، کسی کے ساتھ غبن کر رہا ہوں، کسی کو دھوکہ دے رہا ہوں اپنے خاندان کی خاطر یہ میں ان کی بھلائی نہیں کر رہا بلکہ اپنے اعمال کو جہنم کی طرف لے کر جا رہا ہوں۔ اس لیے اپنے اعمال میں خدا تعالیٰ کی محبت کو بیوی بچوں کی محبت پر ترجیح دیں کوئی ایسا کام نہ کریں جو خدا کی ناراضگی کا باعث بنے۔

تکبر سے بچیں، عاجزی اختیار کریں۔ لوگوں سے محبت سے پیش آئیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے فرائض اور حقوق کا خیال رکھیں۔

ہر کام کرتے وقت یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ اس کام کے نتائج نیک ہیں یا نہیں۔ اس کام کو کرنے کی مجھے اجازت ہے یا نہیں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بات پر عمل کر رہا ہوں یا نہیں کہ قرآنِ کریم کے جو سات سو حکم ہیں اُن پر عمل کرو۔ کہیں میں ان سے دُور تو نہیں جا رہا۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ذاتی اصلاح کا ایک ذریعہ جماعتی خدمات، جماعتی میٹنگز اور جلسوں میں شرکت کو قرار دیا ہے۔ ہمارے اجلاسات، جماعتی میٹنگز، اجتماعات اور جلسے سب کچھ ہمیں ہماری اصلاح کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان سے ہم کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتے ہیں۔ دل میں خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم کوئی ایسی بات کوئی ایسا عمل نہ کریں جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو۔ خود بھی جماعتی پروگرامز میں شامل ہوں اور اپنے بچوں کو بھی شامل کریں۔ یہ جماعتی پروگرامز ہمیں ایک خاندان کا حصہ بناتے ہیں اور جماعت کی مضبوطی کا باعث ہیں۔

ہر جمعہ کو ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں یہ خطبات بھی ہماری اصلاح کا ایک ایک ذریعہ ہیں۔ ان خطبات کو سنیں اور دیکھیں کہ ہمارے پیارے حضور ہمیں کس نیکی کا حکم دے رہے ہیں اور ہم نے ان کی باتوں پر عمل کرنا ہے۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہماری اصلاح کے لیے خلیفہ وقت کے قیمتی ارشادات ہیں جبکہ دنیا ان سے محروم ہے۔ MTA دیکھیں۔ وہ ہماری اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

سامعین! حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو اپنے اندر جذب کرنے اور اس دعا کا ذکر کر کے فرمایا کہ ”آپ علیہ السلام نے بھی یہ دعا دی کہ خدا تعالیٰ میری اِس جماعت کے دلوں کو پاک

کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے اِن کے دل اپنی طرف پھیر دے۔ (شہادۃ القرآن) اور فرمایا "ہماری عملی اصلاح کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ دعائیں ہیں۔ یہ دلی جذبات ہیں۔ یہ درد ہے اور اس جلسوں کا مقصد بھی یہی عملی اصلاح ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا کہ اِن تین دنوں میں اپنی عملی اصلاح کے جائزے بھی لیتے رہیں اور اِس طرف بھی توجہ دیں۔ ہمارے یہ معیار اس وقت قائم ہوں گے جب ہم ایک فکر کے ساتھ اس کی کوشش کریں گے۔ آپ علیہ السلام کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ دردانگیز اور ہمیں ہلا دینے والا ہے"

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 358)

سامعین! اب ایک طرف حضور ذاتی اصلاح کے لیے جلسوں میں شمولیت کو قرار دے رہے ہیں اور ساتھ ہی ایک اور ذریعہ یعنی مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف بھی احباب کی توجہ دلا رہے ہیں کیونکہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تزکیہ نفس کرتی ہیں۔

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں اس امام مہدی اور مسیح محمدی کو ماننے کی توفیق ملی اور ان روحانی خزائن کا ہمیں وارث ٹھہرایا گیا اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان بابرکت تحریروں کا مطالعہ کریں تا کہ ہمارے دل اور ہمارے سینے اور ہمارے ذہن اس روشنی سے منور ہو جائیں کہ جس کے سامنے دجال کی تمام تاریکیاں کافور ہو جائیں گی اللہ کرے کہ ہم اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیاں ان بابرکت تحریرات کے ذریعہ سنوار سکیں"

(پیغام حضور انور، بر موقع اشاعت روحانی خزائن کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن مؤرخہ 10 اگست 2008ء)

سامعین! وقت کی مناسبت سے ذاتی اصلاح کا ایک اور ذریعہ بیان کر کے مَیں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔ خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سن کر انقباض نہ ہو۔"

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 66)

پھر آپ ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"پس ہمیں اپنے اعمال اچھے کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دیانت اور امانت کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی آمد کے حلال ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ چند پیسوں کے لئے کونسل کو دھوکہ دے کر اپنی سچائی کے معیار کو داؤ پر لگا دیں اور benefit حاصل کر لیں یا روپے حاصل کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے کر دیں۔ ہمیں اپنے کام جو بھی ہمارے سپرد کئے جائیں، پوری تندہی اور محنت اور پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہو گا تو دین کے ساتھ دنیا کے میدان بھی ہم پر کھل جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ غیروں پر عمومی طور پر جماعت کا اچھا اثر ہے لیکن اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا۔"

(خطبہ جمعہ 31/ جنوری 2014ء)

ہمارے پیارے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"حقیقت میں تو ہر نیکی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کرنے کا حکم فرمایا ہے، اُس کا حصول اور ہر برائی جس سے رکنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے، اُس سے نہ صرف رکنا بلکہ نفرت کرنا عملی اصلاح کی اَصل اور جڑ ہے۔ پس ہم تب حقیقی مسلمان کہلائیں گے، ہم تب زمانے کے امام کی حقیقی جماعت کے فرد کہلائیں گے جب نیکیاں اور اعلیٰ اخلاق ہم میں پیدا ہوں گے، جن کے پیدا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقی مسلمان کو حکم دیا ہے۔ اور دوسری طرف بدی سے انتہائی کراہت کے ساتھ نفرت ہو..... کیا ہم میں سے ہر ایک بھرپور کوشش کرتے ہوئے اپنی اس طرح عملی اصلاح کر رہا ہے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے جو ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے، یہ پوچھتی ہے کہ کیا ہم نے سچائی کے وہ معیار قائم کر لئے ہیں کہ جھوٹ اور فریب ہمارے قریب بھی نہ پھٹکے؟ کیا ہم نے اپنے دنیاوی معاملات سے واسطہ رکھتے ہوئے آخرت پر بھی نظر رکھی ہوئی ہے؟ کیا ہم حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہر ایک بدی سے اور بد عملی سے انتہائی محتاط ہو کر بچنے کی کوشش کرنے والے ہیں؟ کیا ہم کسی کا حق

مارنے سے بچنے والے اور ناجائز تصرف سے بچنے والے ہیں؟ کیا ہم پنجگانہ نماز کا التزام کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہمیشہ دعا میں لگے رہنے والے اور خدا تعالیٰ کو انکسار سے یاد کرنے والے ہیں؟ کیا ہم ہر ایسے بد رفیق اور ساتھی کو جو ہم پر بد اثر ڈالتا ہے، چھوڑنے والے ہیں؟ کیا ہم اپنے ماں باپ کی خدمت اور اُن کی عزت کرنے والے اور امورِ معروفہ میں اُن کی بات ماننے والے ہیں؟ کیا ہم اپنی بیوی اور اُس کے رشتہ داروں سے نرمی اور احسان کا سلوک کرنے والے ہیں؟ کیا ہم اپنے ہمسائے کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے محروم تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم اپنے قصور وار کا گناہ بخشنے والے ہیں؟ کیا ہمارے دل دوسروں کے لئے ہر قسم کے کینے اور بُغض سے پاک ہیں؟ کیا ہر خاوند اور ہر بیوی ایک دوسرے کی امانت کا حق ادا کرنے والے ہیں؟ کیا ہم عہدِ بیعت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی حالتوں کی طرف نظر رکھنے والے ہیں؟ کیا ہماری مجلسیں دوسروں پر تہمتیں لگانے اور چغلیاں کرنے سے پاک ہیں؟ کیا ہماری زیادہ تر مجالس اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کرنے والی ہیں؟

اگر ان کا جواب نفی میں ہے تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے دُور ہیں اور ہمیں اپنی عملی حالتوں کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر اس کا جواب ہاں میں ہے تو ہم میں سے وہ خوش قسمت ہیں جن کو یہ جواب ہاں میں ملتا ہے کہ ہم اپنی عملی حالتوں کی طرف توجہ دے کر بیعت کا حق ادا کرنے والے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 6 دسمبر 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پس انسانی زندگی کا ہر قدم بڑا پھونک پھونک کر اُٹھنا چاہئے جہاں خالص خدا تعالیٰ کی رضا مقدم ہو، جہاں عقیدے میں پختگی ہو وہاں اعمال کی بھی ایسی اصلاح ہو کہ دنیا کو نظر آجائے کہ ایک احمدی اور دوسرے میں کیا فرق ہے؟ پس ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہئے کہ تمام قسم کی برائیوں سے بچنا ہے۔ تمام قسم کی نیکیوں کو اختیار کرنا ہے تاکہ عملی طور پر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ اپنے چھوٹوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے نوجوانوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے نمونہ بنیں، اپنی عملی حالتوں میں ہر چھوٹا بڑا وہ معیار حاصل کرے کہ ہر قسم کی بدی اور برائی کا بیج ہم میں سے ہر ایک میں ختم ہو جائے، اُس کی جڑ ہی ختم ہو جائے۔ اگر

افرادِ جماعت میں سے ہر ایک نے اپنی مکمل اصلاح کی کوشش نہ کی تو جماعت میں ہر وقت کسی نہ کسی قسم کی برائی کا بیج موجود رہے گا اور موقع ملتے ہی وہ پھلنے پھولنے لگ جائے گا، پھوٹنے لگ جائے گا۔ پس ہر قسم کی برائیوں کی جڑوں کو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم ہر قسم کی برائیوں کو جماعت میں سے ختم کر کے عملی اصلاح کی حقیقی تصویر بن سکتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 30 مارچ 2012ء)

عملی اصلاح کی کوشش کرنے کے لیے دُعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق دے وہ ہم سے خوش ہو اور ہم اس کی رضا کی جنتوں کے وارث بن سکیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿29﴾ ﴿مشاہدات۔297﴾

ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ ؕ وَ مَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ

(البقرہ:122)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی درآنحالیکہ وہ اس کی ویسی ہی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو (در حقیقت) اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ذاتی اصلاح کی اہمیت اور طریقے۔**

میں انتظامیہ کا مشکور ہوں جنہوں نے مقابلہ تقاریر میں یہ ٹاپک رکھ کر مجھے اپنی اصلاح کرنے پر سوچنے کا موقع دیا ہے۔ آج مَیں اپنی گفتگو میں اپنے ساتھ پیارے بھائیوں کو شامل کر کے اپنی اصلاح کے طریقے جو بروئے کار لائے جاسکتے ہیں بتاؤں گا۔

پیارے بھائیو! کہتے ہیں قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے۔ بظاہر ایک قطرے کی دنیا میں کوئی اہمیت نہیں مگر اِس کے مثبت پہلو کو لیں تو ایک ٹونٹی سے قطرے پر قطرہ نکل کر نیچے پڑی بالٹی میں گر رہا ہو تو وہ بالٹی کچھ دیر میں بھر جائے گی اور وہ پانی کسی مفید کام آسکے گا اور اِس کے منفی پہلو کو دیکھیں تو اِسی ٹونٹی سے نکلنے والے قطروں کے نیچے بالٹی کی جگہ پتھر رکھ دیں تو کچھ عرصہ کے بعد وہی سخت پتھر بھی ایک ایک قطرہ کے سامنے ہار مان لیتا ہے اور اس کے اندر گڑھے کے نشان نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ مجھے یہاں ایک کہاوت یاد آرہی ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی گاؤں کے نمبردار نے گاؤں کے باسیوں کو حکم دیا کہ گرمی کی وجہ سے گاؤں کا تالاب خشک ہو گیا ہے اور جانوروں کو پانی پلانے یا پینے میں بہت مشکل پیش آرہی ہے اس لیے گاؤں کا ہر

فرد اپنے گھر سے ایک ایک بالٹی آج رات اس تالاب میں ڈالے۔ گاؤں کے ہر فرد نے سوچا کہ اتنا بڑا گاؤں ہے اگر مَیں اپنے حصہ کا پانی نہ بھی ڈالوں گا تو کون سا فرق پڑ جائے گا۔ صبح نمبر دار نے جب تالاب کو خشک دیکھا تو یہ علم پا کر کہ گاؤں کے ہر فرد نے یہ جان کر کہ میرے پانی نہ ڈالنے سے کیا فرق پڑے گا بہت پریشان ہوا۔

سامعین! معاشرہ، سوسائٹی اور جماعت بھی افراد سے بنتی ہے۔ معاشرہ کے فلاح و بہبود اور ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے معاشرہ کے ہر فرد کا حصہ دار بننا ضروری ہے۔ اُسے باکردار، با اخلاق، نیک اور صالح انسان بننا ہے۔ اِسے اپنی ذاتی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دینی ہے۔ جس طرح جوہری ہیرے کو جو عُرفِ عام میں ایک پتھر جیسا دکھائی دیتا ہے تراش کر، کانٹ چھانٹ کر کے اُسے ایک بیش قیمتی ہیرے کی شکل دیتا ہے جو انگوٹھی یا ہار میں سج کر کسی کی خوبصورتی کا باعث بنتا ہے ویسے ہی معاشرے کے ہر فرد کو اپنا محاسبہ اور محاکمہ کرتے رہنا چاہیے اور جوہری کی طرح کانٹ چھانٹ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اپنے آپ کو نفیس، سچا اور کھرا انسان بنانا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طرح کے عمل کو پان کھانے والے سے تشبیہ دے کر فرمایا کہ جس طرح پان کھانے والا پان کے ردی حصے کو چباتے وقت الگ کرتا رہتا ہے اسی طرح ہم میں ہر ایک بدیوں، برائیوں اور غلط حرکات و سکنات کو کُتر کُتر کر اپنے جسم سے جدا کرتا رہے۔ یہ ہے ذاتی اصلاح کی اہمیت و افادیت۔

سامعین! اب مَیں آتا ہوں اپنی تقریر کے موضوع کے دوسرے حصے کی طرف کہ ذاتی اصلاح کے لیے کون سے طریقے بآسانی اپنائے جاسکتے ہیں۔ مَیں اِن کا اختصار سے ذکر کرتا ہوں۔

اوّل۔ سب سے پہلے اپنے خالقِ حقیقی کے متعلق ہم سوچیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ کے بارے میں یہ خشیت، ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو گا تو ہمیں اپنی ذاتی اصلاح کی توفیق ملتی رہے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ نماز کی حالت میں تم اپنے خدا کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہیں تو کم از کم تمہارے ذہن میں یہ بات مُحکم یقین کے ساتھ موجود ہو کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اور چاہیے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقوی حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لیے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لیے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔"

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307)

سامعین! دوم۔ اصلاحِ نفس کا دوسرا طریق دعا ہے۔ ہم اپنی طاقت کے زور پر جتنے چاہیں اخلاق اپنا لیں مگر جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل اور اس کی مدد و نصرت اور تعاون انسان کے شامل حال نہ ہو اُس وقت تک یہ اخلاق انسان پر اثر نہیں کر سکتے اِس لیے انسان کو ہر دم اپنی اصلاح کے لیے اپنے اللہ کے حضور جھکنا چاہیے اور اپنے لیے دعائیں کرنی چاہیے۔ قرآن و حدیث میں اصلاحِ نفس کے حوالے سے بہت سی دعائیں ملتی ہیں۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سیدھی راہ پر رہنے کے لیے اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَ سَدِّدْنِیْ (مسلم کتاب الذکر) کی دعا سکھلائی کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے میرے اللہ! مجھے ہدایت دے اور سیدھی راہ پر قائم رکھ۔ اِسی طرح ترمذی کتاب الدعوات میں درج ایک دعا آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رؤیا اور خواب میں یہ دعا پڑھتے رہنے کا ارشاد فرمایا۔ میں صرف اردو ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

اے اللہ! مَیں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ مساکین کی محبت مجھے عطا کر اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں مجھے ڈالے میری روح قبض کر لے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں انجام بخیر کی دعا سکھلائی کہ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف:102) اے اللہ! تو دنیا و آخرت میں میرا مددگار ہے مجھے کامل فرمانبرداری کی حالت میں وفات دینا اور صالحین کی جماعت میں رکھنا۔

سامعین! وقت کی رعایت سے مَیں صرف ایک اور اصلاحِ نفس کا طریق بیان کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں اور وہ طریق ہے خلیفۃ المسیح سے مضبوط تعلق رکھنا۔ آپ ایدہ اللہ کی باتوں کو غور سے سننا اور ان پر

پوری کوشش کر کے عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ مبارک وجود آج کے دور کے اُس مسیح و مہدی کا نمائندہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نمائندہ تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نمائندہ تھے اور یوں خلیفۃ المسیح کی نمائندگی، اللہ تعالیٰ تک جا ملتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خلافت علی منہاج النبوہ سے تعلق رکھنے والے خلفاء کو خلفائے راشدین کے ساتھ ملاتے ہوئے فرمایا ہے کہ خلفائے راشدین المہدیین کی اطاعت اور فرمانبرداری کر کے جہاں برکتیں سمیٹیں وہاں اپنی اصلاح کے سامان مہیا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے اور آج کے دور میں خلیفۃ المسیح کے مجلس اور محفل سے بڑھ کر کوئی صادقوں کی صحبت ہو سکتی ہے اور اِن مبارک مجلسوں سے استفادہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایم ٹی اے کی نعمت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اصلاح کے سامان کرنے کی توفیق دیتا رہے اور جو جو طریق ہمیں نظر آئیں اور بھلے محسوس ہوں ان کو اپنا کر باری تعالیٰ کی طرف سفر جاری رکھیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴿30﴾ ﴿مشاہدات۔291﴾

ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حم السجدہ:34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہر گز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

سامعین! آج مجھے ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں پر کچھ کہنے کی جسارت کرنی ہے۔ جس آیت کی مَیں نے آپ حاضرین کے سامنے تلاوت اور ترجمہ پیش کیا ہے یہ زیرِ بحث عنوان کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر انسان روزانہ ہی کئی قسم کی آوازیں یا پکار بناتا ہے لیکن سب سے بہتر اور خوبصورت آواز وہ ہے جو ایک انسان اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے لیے، اُس کی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے کے لئے بنائے اور جو آواز یا پکار وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بنا رہا ہو یعنی معاشرے میں بسنے والے لوگوں اور عزیز و اقارب کو نیکی کی طرف اِس حال میں بلاؤ کہ آپ عَمِلَ صَالِحًا یعنی اعمالِ صالحہ بجالاتے ہو۔ جس نیکی کی طرف تم لوگوں کو بلا رہے ہو پہلے ضروری ہے کہ تم خود اُس پر عمل کرو۔ اگر تم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہو تو تمہاری پکار میں وہ اثر نہیں ہو گا جو عمل کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔

ہم روزانہ ہی دنیا میں اِس بات کو نوٹ کرتے ہیں کہ مختلف ممالک کے سربراہوں یا مختلف سوسائیٹیوں کے انچارج صاحبان اور نگرانوں نے دو دو پیمانے رکھ چھوڑے ہیں۔ اپنے لیے وہ کچھ پسند کرتے ہیں اور

دوسروں کے لیے کچھ اور پیمانہ ہے جس کی وجہ سے دنیا میں امن و شانتی مفقود نظر آتی ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے سامنے سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے۔ آپؐ کی تعلیم بھی ہمیں یہی دعوت دیتی ہے کہ آپ کے قول و فعل میں یکسانیت ہونی چاہیے۔ ایک داعی الی اللہ کو خصوصی طور پر اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اگر ہم کسی کو نمازوں کی طرف بُلائیں گے اور خود نمازیں نہ پڑھیں تو اُس کو بلانا کیا اثر رکھے گا۔

سامعین! یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ اگر ہم اپنے خاندانوں اور معاشرے کا جائزہ لیں تو ہر فرد ہی داعی الیٰ اللہ ہے۔ والد اپنی اولاد کو نیکی کی نصیحت کرتا ہے تو وہ داعی الی اللہ ہے۔ ماں اپنے بچوں کو نیکیوں کی طرف بُلاتی ہے تو وہ داعی الیٰ اللہ ہے۔ بڑا بھائی یا بڑی بہن اپنے سے چھوٹے بہن بھائیوں کو اصلاحِ احوال کے لیے اچھی اچھی باتیں سُناتی ہے تو وہ بھی داعیان الیٰ اللہ میں سے ہے۔ یوں ہم میں سے ہر کوئی دوسرے کا استاد بھی بنتا ہے۔ دینی یا دنیاوی تعلیم دینے والے اساتذہ، طلبہ کے لیے معاشرے میں اصلاح کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اس طرح جماعتِ احمدیہ ہر عہدیدار اپنی اپنی ذات اور اپنے اپنے سرکل میں نیکی کے کاموں کی تلقین کر کے دعیان الیٰ اللہ کے مبارک گروہ میں شامل ہوتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ یہ سرکل تو انسان کی اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے جب وہ اپنا محاسبہ اور محاکمہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو دعوتِ الی الخیر کر کے نماز کی طرف بلاتا ہے۔ تلاوتِ قرآن کریم کی طرف بُلاتا ہے، خلافت کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کی اپنے آپ کو تلقین کرتا ہے اور نئے نئے عزم اور ارادے باندھتا ہے تو یہ تمام طریق دعوتِ الیٰ اللہ کے طریق ہیں اور ان میں ایک دوسرے کے لیے نمونہ بننا بہت ضروری ہے ورنہ معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گا اور غیبت جو معاشرے میں بُرائیوں کی ماں ہے پھیلے گی اور لوگ آپس میں بیٹھ کر غیبت کریں گے کہ مجھے تو یہ شخص نیکی کی تلقین کرتا ہے خود اس پر عمل نہیں کرتا۔

سامعین! معاشرہ لوگوں سے بنتا ہے اس کی مثال ایک گلدستہ سے دی جاسکتی ہے جو تازہ بتازہ خوشبودار پھولوں سے تشکیل پاتا ہے۔ ہم نے عموماً دیکھا ہے کہ گلدستہ میں سے اگر کوئی پھول سوکھنے لگے تو اُسے فوراً نکال کر نیا تازہ پھول لگا دیا جاتا ہے یا اگر خوشبودار پھولوں کے گلدستہ میں کوئی بدبودار پھول لگ جائے تو وہ گلدستہ کی خوبصورتی اور خوشبو کو گہنا دیتا ہے۔ انسانوں کے معاشرے میں اللہ تعالیٰ نے ہسپتال کی مثال دی

ہے جہاں روحانیت سے عاری یا بدیوں والے مریض علاج پا کر جنت کی راہ دیکھیں گے۔ ان مثالوں کو سامنے رکھ کر ہم پر لازم ہے کہ معاشرے کی تطہیر اور اصلاح کے لیے ہر فرد کی ذاتی اصلاح ضروری ہے اور معاشرے کا کوئی فرد اگر اپنی ذاتی اصلاح نہیں کرتا تو وہ معاشرہ کی خوبصورتی کو داغدار کر دے گا۔ اس کو بھی ایک مثال سے سمجھایا جاسکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی گاؤں کے نمبردار نے یہ حکم جاری کیا کہ گاؤں کے تالاب کو ہر فرد بشر حصہ لے کر گھر سے بالٹیوں کے ذریعہ پانی لا کر آج رات بھر دے۔ صبح تالاب میں معمولی پانی دیکھ کر نمبردار نے جب تفتیش کروائی تو پتہ چلا کہ بعض لوگوں نے یہ جان کر کہ اگر ہم اپنے حصّے کی بالٹی نہیں ڈالیں گے تو کیا فرق پڑے گا اس لیے تالاب پانی سے بھرنے سے رہ گیا۔ اِسی طرح معاشرہ کو روحانی پانی سے لبریز کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ماحول میں بسنے والا ہر شخص اپنے آپ کو روحانی پانی سے سیراب کرے تا سارے ماحول اور معاشرہ میں روحانی پانی کی موسلا دھار بارش ہو اور ماحول میں بسنے والا ہر فرد اس روحانی پانی سے فیض یاب ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمارے غالب آنے کا ایک بہت بڑا ہتھیار عملی اصلاح بھی ہے۔ ہماری اپنی اصلاح سے ہی ہمارے اندر وہ قوت پیدا ہو گی جس سے دوسروں کی اصلاح ہم کر سکیں گے۔“

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 20)

سامعین! ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سن 2013ء اور سن 2014ء میں عملی اصلاح پر درجنوں خطبات ارشاد فرما کر احبابِ جماعت کی سَمت متعین فرمائی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان خطبات میں قرآن واحادیث اور مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات کی روشنی میں اصلاحِ نفس اور اصلاح احوال کا لائحہ عمل متعین فرمایا ہے اور اپنے 10 جنوری 2014ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا کہ عملی اصلاح کے لیے تین باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل قوتِ ارادی، دوم صحیح اور پورا علم اور سوم قوتِ عملی۔ اس کی تفصیل میں فرمایا کہ اگر کسی انسان نے اپنی ذاتی اصلاح کرنی ہے تو اُسے بدیاں چھوڑنے یا اس سے دُور رہنے کے لیے پختہ عزم کرنا ہو گا اور

اپنے اوپر جبر کے ساتھ بُرائیوں اور بدیوں سے دُور رہنے کا پختہ اور مضبوط ارادہ کرنا ہو گا اور قوتِ عملی کو بھی میدان میں اُتارنا اور نیکیوں پر عمل کرنے کا بھی پختہ ارادہ باندھنا ہو گا۔

اس ضمن میں مثال کے طور پر وہ روایت پیش کر سکتے ہیں جس میں درج ہے کہ ایک بدّو نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہؐ! میرے اندر بہت سی بدیاں موجود ہیں۔ مَیں چوری بھی کرتا ہوں، مَیں شراب بھی پیتا ہوں اور مَیں زنا بھی کرتا ہوں۔ مجھے کوئی ایسا نسخہ بتائیں کہ مَیں اِن بدیوں سے آزاد ہو جاؤں۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ جھوٹ چھوڑ دو۔ دربارِ رسول چھوڑنے کے بعد رات کو حسبِ عادت اُس نے چوری کرنے کا ارادہ کیا مگر آنحضورؐ کی نصیحت اُسے یاد آگئی اور اس نصیحت نے اُسے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر مَیں نے چوری کی اور آنحضورؐ کے پوچھنے پر اگر مَیں نے نہ میں جواب دیا تو یہ جھوٹ ہو گا اور اگر ہاں میں جواب دیا تو آنحضورؐ ناراض ہو جائیں گے کیونکہ یہ گناہ ہے۔ اُس بدّو نے یہی سوچ شراب پیتے وقت، زنا کرتے وقت اپنے اندر پیدا کی اور یوں وہ ان برائیوں کو خیر باد کہہ کر معاشرے کا ایک حسین اور مفید فرد بن گیا۔

سامعین! اسی مثال کو سامنے رکھ کر ہم میں سے ہر فرد معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہمیں اپنی عملی اصلاح کی حالتوں کے لئے بھی اس طرف دیکھنا ہو گا۔ ہمیں دیکھنا ہو گا کہ ہماری نیکی کے ارادے دماغ کے اس حصے پر کیوں اثر نہیں کرتے جس پر اثر ہونے کے نتیجہ میں عملی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ ہمیں ان روکوں کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس رستے میں حائل ہوتی ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد 12 صفحہ 24)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ اور اس میں ایک ایسی چمک ہو کہ دوسرے اسے قبول کر لیں کیونکہ جب تک اس میں چمک نہ ہو، کوئی اس کو قبول نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 181)

سامعین! تقریر کی طوالت سے بچتے ہوئے اصلاحِ نفس کے صرف دو ذرائع حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں بیان کر دیتا ہوں۔

آپ فرماتے ہیں:

1۔ ”ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہونا ہو گا اور پابندی اُس وقت پیدا ہو گی جب ہماری ایمانی حالت بھی اعلیٰ درجہ کی۔ ہو گی۔“

(خطبہ جمعہ 17 جنوری 2014ء)

2۔ خطبہ جمعہ 31 جنوری 2014ء میں آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔ خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سن کر انقباض نہ ہو۔“

سامعینِ کرام! تقریر کے عنوان کی مناسبت سے آخر پر مَیں حضور انور کا ارشاد پیش کرتا ہوں جو خاکسار نے مورخہ 31 جنوری 2014ء کے خطبہ جمعہ سے لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”ہمیں اپنے اعمال اچھے کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دیانت اور امانت کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی آمد کے حلال ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ چند پیسوں کے لئے کونسل کو دھوکہ دے کر اپنی سچائی کے معیار کو داؤ پر لگا دیں اور benefit حاصل کر لیں یا روپے حاصل کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے کر دیں۔ ہمیں اپنے کام جو بھی ہمارے سپرد کئے جائیں، پوری تندہی اور محنت اور پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہو گا تو دین کے ساتھ دنیا کے میدان بھی ہم پر کھل جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ غیروں پر عمومی طور پر جماعت کا اچھا اثر ہے لیکن اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا۔“

اللہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنے معاشرے کو حسین سے حسین تر بنانے کی توفیق دے۔ آمین

اے میری الفت کے طالب!
یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو
وہ ان باتوں میں کیسا ہے
میں واحد کا ہوں دل دادہ
اور واحد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحد بن جائے
تو میری آنکھ کا تارا ہے

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿31﴾ ﴿مشاہدات۔636﴾

ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى (البقرۃ:190)

کہ کامل نیک وہ شخص ہے جو تقویٰ اختیار کرتا ہے۔

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سر زد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ "ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں" قوموں کی اصلاح افراد کی ذاتی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی میں قوم کے افراد ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں جہاں اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ کسی قوم کو اوجِ ثریا پر پہنچانے میں اس کے افراد کلیدی کردار ادا کرتے ہیں وہاں یہ بات بھی حقیقت ہے کہ کسی قوم کو تنزلی کی گھاٹیوں میں گرانے کے ذمّہ دار بھی اس کے افراد ہی ہوتے ہیں۔ انفرادی بُرائیوں کا اگر سدِّباب نہ کیا جائے تو وہ قومی بُرائیاں بن جاتی ہیں اور سب کو اس کا نقصان پہنچتا ہے۔ ذاتی اصلاح کے بغیر معاشرے کی اصلاح ممکن نہیں، اگر ہر فرد اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اس کے بتائے ہوئے رستے کے مطابق زندگی گزارے تو معاشرہ جنت نظیر بن جائے۔ یقیناً نیک راہ اختیار کرنے سے ہی انسان اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

سامعین! ذاتی اصلاح کے بہت سے پہلو ہیں۔ ذاتی اصلاح کے لیے سب سے بنیادی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ ایمان لانے کی ایک برکت یہ ہے کہ اِس سے اصلاحِ نفس اور نیکیوں پر قدم مارنے کے لیے مضبوط قوتِ ارادی حاصل ہوتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"انسان کے دل میں اگر پختہ ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق ہو تو... کوئی مشکل ایسی نہیں رہتی جو آسان نہ ہو جائے۔"

(خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 344)

انفرادی و قومی اصلاح کے لیے ایمان کے بعد سب سے اہم اور ضروری امر نماز کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بار بار أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ کے الفاظ سے اس طرف توجہ دلائی ہے۔ ذاتی اصلاح کے لیے نماز بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ نماز بدیوں کے خلاف ایک ڈھال ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:64) کہ یقیناً نماز بُرائیوں اور بے حَیائیوں سے روکتی ہے۔

منکر و فحشاء سے انسان کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ایک عبد کے طور پر زندگی گزارتے ہوئے قربِ الٰہی کی سب راہوں کی پیروی کرتا رہے تاکہ جب اس دارالعمل سے دارالجزاء کی طرف منتقل ہو تو اپنے مقصدِ حیات میں کامیاب قرار پائے۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے جو ذرائع اور وسائل انسان کو عطا فرمائے ہیں اُن میں سب سے اہم ذریعہ نماز ادا کرنا ہے۔ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل خدا تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو آپؐ نے فرمایا: اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا)

سامعین! اصلاحِ اعمال کا ایک بہت ہی بنیادی اور اہم ذریعہ سچائی پر کاربند ہونا ہے۔ دراصل یہ بھی پختہ ایمان کا ایک ثمرہ ہے۔ جھوٹ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے اگر ہم جھوٹ بولنا چھوڑ دیں تو بہت سی بُرائیوں سے بچ سکتے ہیں۔ انسانی سیرت و کردار کی تعمیر میں سب سے اہم وصف صدق لہجہ، سچائی اور راست گفتاری ہے۔ دراصل انسان کی باطنی سچائی ہی ہے جس کا اظہار اس کی زبان سے ہوتا ہے۔ ایک شخص آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھ میں بہت سی بُرائیاں پائی جاتی ہیں۔ مَیں ان بُرائیوں کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ آپ کوئی علاج بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس نے آپؐ سے وعدہ کر لیا کہ مَیں آئندہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص دوبارہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپؐ کی ہدایت پر عمل کر کے مَیں نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا اس طرح آہستہ آہستہ میری تمام بُرائیاں دور ہو گئیں کیونکہ مَیں جب بھی کوئی بُرا کام کرنے لگتا تو فوراً خیال آتا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا تو کیا جواب دوں گا؟ اس خیال کے آتے ہی مَیں بُرا کام کرنے کا خیال چھوڑ دیتا۔ سچائی کی برکت سے اس سعادت مند کو رفتہ رفتہ سارے گناہوں سے نجات مل گئی۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

سامعین! انفرادی اصلاح کے لیے چوتھا اہم امر انفاق فی سبیل اللہ یعنی خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ اس کا مطلب صرف مال خرچ کرنا ہی نہیں بلکہ اس سے مراد ہر استعداد کو خدا کی رضا کے لیے خرچ کرنا ہے۔ قرآن کریم کے بیان کے مطابق متقین کی تیسری صفت انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ یہ بھی ایک عملی کیفیت ہے جس میں انسان خدا کی عطا کردہ صلاحیتوں اور رزق کو اس کی راہ میں مخلوقِ خدا کی بھلائی اور بہتری کے لئے صَرف کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْن (البقرہ:4) یعنی جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

خدمتِ خلق کے سارے کام انفاق کے تحت ہی آتے ہیں۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عام لوگ رزق سے مراد اشیاءِ خوردنی لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ جو کچھ قویٰ سے دیا جاوے وہ بھی رزق ہے۔ علوم و فنون وغیرہ معارف حقائق عطا ہوتے ہیں۔ جسمانی طور پر معاش مال میں فراخی ہو، سب رزق ہے۔ رزق میں حکومت بھی شامل ہے اور اخلاقِ فاضلہ بھی رزق ہی میں داخل ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی روٹی میں سے روٹی دیتے ہیں، علم میں سے علم اور اخلاق میں سے اخلاق" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 289)

سامعین! اللہ تعالیٰ کی خشیت، نفس کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ کا خوف انسان کو گناہوں سے بچاتا ہے۔ خشیتِ الٰہی بہت ہی عظیم اور فائدہ والی صفت ہے۔ انبیاء اور ان کے ماننے والوں کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان پر خشیتُ اللہ کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ خوفِ آخرت سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔ خشیتِ الٰہی گناہوں کے خلاف ایک ڈھال ہے۔ خشیتِ الٰہی تمام نیکیوں اور دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی اصل اور جنت میں لے جانے والا عمل ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو قطرے ایسے ہیں جن سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز پیاری نہیں ہے۔ ایک خوفِ خدا کے نتیجہ میں آنسوؤں کا قطرہ اور دوسرا راہ خدا میں بہنے والا خون کا قطرہ۔

(سنن الترمذی ابواب فضائل الجهاد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَیں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے حضور اس کی خشیت سے متاثر ہو کر رونا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 272)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو... چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

نفس کی اصلاح کا عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت محبوب ہے۔ انبیاء کی آمد کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہمارے نفس کو پاکیزگی مل سکے۔ ہر دَور میں اللہ کے فرستادوں نے بندگانِ خدا کے دلوں میں نیکی و تقویٰ کی شمعیں روشن کیں۔ سلسلہ انبیاء میں سب سے آخر پر نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر احسانِ عظیم ہے کہ آپؐ کو جو پاک اور کامل تعلیم عطا کی گئی آپؐ نے اِس تعلیم پر خود عمل کر کے لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے کامل نمونہ دکھایا۔

سامعین! صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اِس آسمانی نور سے آدابِ زندگی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی روشنی حاصل کی۔ تاریخ شاہد ہے کہ وفا کے پُتلوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزاری اور اپنے عہدوں کو اس طرح نبھایا کہ نہ دن دیکھا نہ رات، نہ مال کی پرواہ کی اور نہ جان کی۔ ایک صحابی نے مرتے وقت یہ نعرہ بلند کیا۔ فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ کہ ربِ کعبہ کی قسم! مَیں کامیاب ہو گیا۔ اطاعت ایسی کہ گلی میں راہ چلتے صحابی کے کان میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پڑی کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ براہ راست مخاطب بھی نہ تھے لیکن وہیں گلی میں بیٹھ گئے۔ شراب کا دَور چل رہا تھا اعلان سنائی دیا کہ شراب آج سے حرام کر دی گئی ہے۔ غلبہ خمر کے باوجود ایک صحابی اُٹھے اور لاٹھی سے شراب کے مٹکے کو چکنا چور کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی زبانی آیت کریمہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: 145) سن کر حضرت عمرؓ پر کیا گزری؟ سونتی ہوئی تلوار ہاتھ سے گر پڑی اور کھڑا ہونا بھی مشکل ہو گیا۔ مالی قربانی ایسی کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال اور حضرت عمرؓ نے نصف مال راہِ خدا میں دے دیا، ایثار ایسا کہ مرتے وقت پیاس کی شدت کے باوجود پانی نہیں پیا کہ دوسرے صحابی کی آواز سن کر کہا کہ پہلے اُسے پانی دو۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو دیکھو کہ انہوں نے بکریوں کی طرح اپنا خون بہا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ایسے گم ہو گئے کہ وہ اس کے لئے ہر ایک تکلیف اور مصیبت اٹھانے کو ہر وقت تیار تھے۔ انہوں نے یہاں تک ترقی کی کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (البینۃ:9) کا سرٹیفکیٹ ان کو دیا گیا... ان کی نسبت آیا ہے مِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ (الاحزاب:24) یعنی بعض اپنا حق ادا کر چکے اور بعض منتظر ہیں کہ ہم بھی اس راہ میں مارے جاویں۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 527-528)

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اصلاحِ نفس کی منزل کو اس طرح پایا کہ وہ جو پہلے جہالت اور گمراہی کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، ہدایت و رشد کے داعی بن گئے۔ وہ جن کی سیاہ کاریوں سے عرب کی تاریخ شرمندہ ہو رہی تھی، راستی اور پاکیزگی کے مینار بن گئے۔ جنہیں لڑائی جھگڑے اور شعر و شاعری کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا تھا، تہذیب سے شناسا ہو گئے۔ جانی دشمن ایثار و محبت کے پیکر بن گئے، ایسی کایا پلٹی کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا، سونا جاگنا، اُٹھنا بیٹھنا، حتیٰ کہ سوچنے، بولنے کے انداز تک بدل گئے۔

اِس دَورِ آخرین میں جب انسانیت کے گم کردہ راہ قافلے نے اسلام کی تعلیم کو فراموش کر دیا اور مسلمانوں کا تعلق قرآن کریم سے صرف ظاہری طور پر رہ گیا۔ تب رحمتِ ایزدی نے بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَیں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں ... سو مَیں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔"

(کتاب البریۃ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 291-293-294 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی عظمت کو از سو نو زندہ کیا اور خشک ہوتے ہوئے شجرِ اسلام کو پُر سوز دعاؤں اور قلمی و علمی جہاد سے پھر سے سرسبز شاداب کر دیا اور ہمیں وہ ضابطہ حیات بخشا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تعلیم ہے۔

سامعین! انفرادی اصلاح کا ایک اور بڑا ذریعہ اپنی مسلسل نگرانی اور اپنی حالت کا جائزہ لینا بھی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات میں بار بار یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اگر خلیفہ وقت کی باتوں پر کان نہیں دھریں گے تو آہستہ آہستہ نہ صرف اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے فضلوں سے دور کر رہے ہوں گے بلکہ اپنی نسلوں کو بھی دین سے دور کرتے چلے جائیں گے۔

(خطبات مسرور جلد 8 صفحہ 191)

آخرت گر سنوارنا ہے تو
نیک اعمال کر، سزا سے ڈر

خود ہی کر تو محاسبہ اپنا
پاس آتی ہوئی قضا سے ڈر

خلیفہ وقت کی کامل اطاعت کرتے ہوئے، آپ کے ارشادات پر عمل کرنے کا عہد انفرادی اصلاح کے ہر مرحلہ کو پار کرنے کا موجب ہو گا۔ خلیفہ وقت وہ روحانی طبیب ہیں جو زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھ کر مرض کی تشخیص کر کے اُس کا علاج تجویز فرماتے ہیں۔ امام کی نصائح پر عمل کر کے ہم اپنی زندگیوں میں نکھار پیدا کر سکتے ہیں۔ امام کے ارشادات آنکھوں کی راہ سے دلوں میں اُتر کر ہیجان پیدا کرتے ہیں، علم و عمل کی نئی راہیں متعین ہوتی ہیں، ان میں ایسا نور، سچائی اور ایسی صداقت ہے کہ جی بھر کر دیکھنے کے باوجود جی نہیں بھرتا بلکہ پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے جو ہر نئے گھونٹ کے ساتھ محبت کے نئے جام پلاتی ہے۔ ہر خطبہ جمعہ روحانیت کا ایک نیا جام لے کر آتا ہے جو دلوں میں علم و عرفان اور ایمان و یقین کے بیج بوتا چلا جاتا ہے۔

اس زمانہ میں جب دنیا حقیقی رہنمائی سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلیفہ وقت کی صورت میں حقیقی رہنمائی کرنے والا وجود بخشا ہے۔ ہم اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں وہ کم ہے۔ وقت کے امام کو مان کر اس کی جماعت میں شامل ہونے والوں پر بہت بھاری ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان ذمّہ داریوں کو ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ خدا کرے کہ ہم انفرادی اصلاح کرتے ہوئے، بہترین قوم کے بہترین فرد بن کر، اس نئی زمین اور نئے آسمان کے بنانے میں اپنا کردار ادا کریں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فضل خدا کا سایہ ہم پر رہے ہمیشہ
ہر دن چڑھے مبارک ہر شب بخیر گزرے

۞۞۞۞

﴿32﴾ ﴿مشاہدات۔91﴾

خود احتسابی، ترقی کا ایک زینہ ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (الحشر:19)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اِتّقا ہے
"اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے"

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **"خود احتسابی، ترقی کا ایک زینہ ہے"**

ہمارے ایشیائی معاشرے کی ستم ظریفی اور بد قسمتی ہے کہ ہم اپنے اعمال اور فکر پر دھیان دینے کی بجائے اپنے ماحول میں بسنے والے عزیز و اقارب، دوستوں کے اعمال اور ان کی سوچ پر دھیان دینے لگ جاتے ہیں، اِن پر نقطہ چینی کرتے اور غیبت اور چغلی کرتے ہیں اور بعض اوقات دن کا اکثر حصہ اِسی پر گزر جاتا ہے۔ اس کے کئی ایک نقصان ہوتے ہیں۔

1. غیبت اور چغلی کا گناہ تو ملتا ہی ہے یہ ایک نقصان ہے۔
2. ایک نقصان یہ ہے کہ معاشرے کی اصلاحِ احوال کی بجائے لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ جو بھائی چارہ اور اخوّت پر حملہ آور ہوتی ہے۔
3. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے آپ کو متقی نہ کہو یا نہ سمجھو اور یوں اپنی اصلاح کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

خود احتسابی (Self Accountability) کی مذہبی دنیا میں بہت اہمیت ہے۔ قرآن کریم میں مختلف اچھوتے انداز میں احتساب کی اہمیت اور خود احتسابی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ احادیث میں بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس اہم موضوع کی طرف توجہ دلائی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بستر پر جانے سے پہلے سارے دن کے کردنی اور ناکردنی کا جائزہ لیا کرتے تھے اور نیکی کے کام رہ جاتے ان کا عزم صمیم کیا کرتے تھے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات، خطابات اور تقاریر میں جائزہ لیتے رہنے کا اکثر ذکر فرما کر دوستوں کو محاسبہ اور خود احتسابی کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں۔ محاسبہ دراصل کہتے ہیں اپنے آپ سے سوال کرنے، اپنے آپ سے پوچھ گچھ کرنے، اپنی پرسش کرنے کو۔ بلکہ لغات میں اس کے معنی اپنے آپ کو آزمائش میں ڈالنے کے بھی ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے لئے سختی میں ڈالتے، مشکلات برداشت کرتے ہیں وہی کامیاب و کامران ٹھہرتے ہیں۔ لغت میں "محاسبہ" لفظ کے تحت حساب طلب کرنا اور حساب لینے کے معنی بھی ہیں اور ان معنوں کا سب سے پہلے اطلاق انسان کے اپنے نفس پر ہوتا ہے۔ نفس کو کنٹرول کر کے رکھنا ہی خود احتسابی کا دوسرا نام ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دیمار

سامعین! خود احتسابی کو مختلف زاویوں سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ قرآن اِس حوالے سے کیا کہتا ہے، احادیث ہمیں کیا سبق دیتی ہیں، مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے اِس حوالے سے کی نصائح فرمائیں اور تجربات کیا سبق دیتے ہیں لیکن آج مَیں خود احتسابی کو قرآن کریم کے حوالے سے اپنے بھائیو اور بہنو کے سامنے بیان کروں گا۔

سب سے پہلے اپنی تقریر میں بیان مضمون کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے نفس کے حوالے سے سورۃ البقرہ کی آیت 285 پیش ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

یہی آیت احتساب کے حوالے سے بنیادی آیت ہے اور ہم اپنی نمازوں اور عبادات میں اِس آیت کو اگلی دو دعائیہ آیات کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہیں اور اِن تینوں آیتوں میں احتساب کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ آیت نمبر 285 میں فرماتا ہے:

اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور خواہ تم اسے ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ اس کے بارہ میں تمہارا محاسبہ کرے گا۔ پس جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اور آیت نمبر 287 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس کے لئے ہے جو اس نے کمایا اور اس کا وبال بھی اسی پر ہے جو اس نے (بدی کا) اکتساب کیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمارا مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔

اور آخر پر یہ دعا مانگی گئی ہے ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔

سامعین! یہ تمام مفہوم اپنے جائزہ لینے، محاسبہ کرنے کا ہی ہے یا اِس مضمون کی وضاحت ہے۔ یہ مضمون اُس وقت زیادہ اُجاگر ہوتا ہے جب ہم سورۃ البقرہ کی اِن دو آخری آیات کو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے سانچے میں ڈال کر دیکھیں اور اِن آیات کو اِس کی اہمیت و افادیت کے مدّ نظر رکھ کر پڑھیں تو احتساب کا مضمون دوبالا ہو جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان آیات کو یاد کرو اور اپنے اہل و عیال کو یاد کراؤ کیونکہ یہ صلوٰۃ، قرآن اور دعا پر مشتمل ہیں۔"

(الدّر منثور لسیوطی جلد 1 صفحہ 378)

حضرت ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں:

"سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات رات کو پڑھ کر سونے والے کے لئے بہت کافی ہیں۔ نیز عرش کے اُس خزانہ میں سے ہیں جو آج تک آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا۔"

(تفسیر طبری جزو 3 صفحہ 434)

پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا (بنی اسرائیل:14)

ترجمہ: اور ہر انسان کا اعمال نامہ ہم نے اُس کی گردن سے چمٹا دیا ہے اور ہم قیامت کے دن اس کے لئے اُسے ایک ایسی کتاب کی صورت میں نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ہر انسان کی گردن میں اُس کے اعمال نامہ کا رجسٹر لٹک رہا ہے۔ جس پر روزانہ کی بنیاد پر اس کے اعمال کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اس کو نظر نہیں آتا مگر آخری روز کھول کر اُس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اُس کی جزا و سزا کا فیصلہ ہو گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس آیت کے تحت تحریر فرمایا ہے:

"گردن میں عمل باندھنے کے یہ معنٰی ہیں کہ وہ اِس کی جزاء سے بچ نہیں سکتا..... طائر کے معنٰی عمل کے بھی ہوتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر سورۃ بنی اسرائیل آیت 14)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے تحت نوٹ میں تحریر فرمایا:

"یہاں طٰٓئِرٍ سے..... اُس کا اعمال نامہ مراد ہے جو ظاہری شکل میں لٹکا ہوا نہیں ہوتا مگر قیامت کے دن اُسے ظاہر کر دیا جائے گا۔ یہ ایسا ہی محاورہ ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے کہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم کیسے ہو۔"

پھر اِسی آیت کے معاً بعد آیت 15 میں اللہ تعالیٰ نے بہت واضح الفاظ میں احتساب کے مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

"اپنی کتاب پڑھ! آج کے دن تیرا نفس تیرا احساب لینے کے لئے کافی ہے۔"

اِسی سورت کی آیت 72 میں بھی احتساب کا مضمون بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وہ دن یاد کرو جب ہم ہر قوم کو اُس کے امام کے حوالے سے بلائیں گے اور جن کا اعمال نامہ اُن کے بِیَمِیۡنِہٖ یعنی دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ تو یہی وہ لوگ ہوں گے جو اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔"

سورۃ الحاقہ آیت 20 اور سورۃ الانشقاق میں بھی ایسی کتاب یعنی اعمال نامہ کا ذکر ہے۔ جو دائیں ہاتھ سے دیا جائے گا تو وہ کامیاب ہوں گے جبکہ اس کے بالمقابل سورۃ الحاقہ آیت 26 میں بِشِمَالِہٖ یعنی بائیں ہاتھ اور سورۃ الانشقاق آیت 11 میں وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ یعنی پیچھے سے اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ سزا کے لئے تیار رہے۔

سامعین! اس اہم مضمون کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کو اِس زندگی میں بار بار سیدھے راستہ پر رکھنے کے لئے مخاطب فرمایا ہے اور تین مقامات پر اعمال نامہ کو مَوَازِيۡنُهٗ کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ جیسے المؤمنون آیت 103 میں ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ کہہ کر فرمایا جس کے اعمال کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ کامیاب ہوں گے اور آیت 104 میں خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فرما کر لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ جن کے اعمال کے پلڑے ہلکے ہوئے تو یہی لوگ اپنے آپ کو نقصان پہنچائیں گے اور جہنم رسید ہوں گے۔

اور یہ مضمون بیان کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ نے آیت 102 میں فرمایا کہ جب بِگل میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اِن کے درمیان کوئی رشتے اور قرابتیں (اَنۡسَابَ) نہیں رہیں گی وہ ایک دوسرے سے کوئی سوال نہیں کریں گے۔

یہی مضمون مَوَازِيۡنُه کے الفاظ کے ساتھ سورۃ القاریہ آیت 7 اور 9 میں بیان ہوا ہے۔

سامعین! آئیں! اب سورۃ الکہف کے آخری رکوع میں بیان مضمون کو دیکھتے ہیں جس کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ دجال کے شر سے بچنے کے لئے اِن آیات کو پڑھنا چاہئے۔ اِن میں کفار کے بد اعمال کا ذکر کر کے بیان فرمایا گیا ہے:

فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا (الکہف:106)

کہ ان کے اعمال ضائع ہوں گے اور قیامت کے دن ان کا کوئی وزن نہ ہو گا اور مومنوں کو اعمال صالحہ بجالانے کی تلقین کی گئی ہے گویا اب کِتَاب، مَوَازِیْنُہٗ لکھنے کی جگہ اَعْمَال کا لفظ براہ راست استعمال فرمایا ہے۔

اب آخر پر سورۃ المؤمنون میں بیان مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے یہ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو ایک بار پھر کِتَاب اور ذِکْر کے الفاظ سے باندھتے ہوئے اپنی زندگیوں کو سنوارنے اور جہنم کی آگ سے دور رہنے کی تلقین فرماتا ہے۔ آیت 63 میں فرمایا ہم کسی جان کے ذمّہ کوئی کام نہیں لگاتے مگر اُس کی طاقت کے مطابق اور ہمارے پاس ایک اعمال نامہ (کِتَاب) ہے جو سچی سچی بات کہتا ہے اور اِن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

اور آیت 72 میں بیان فرمایا

"حقیقت یہ ہے کہ ہم اِنہیں کا ذِکْر (اعمال نامہ) اُن کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ہی ذِکْر سے منہ پھیر رہے ہیں۔"

انسان زندگی میں اچھے اعمال بجالائے تو مرنے کے بعد ذکر خیر ہوتا ہے اور بُرے اعمال کئے ہوں تو اس کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے پر لازم کر لینا چاہئے کہ ہم زندگی میں اچھے اور نیک اعمال کا ایسا مائدہ تیار کریں گے۔ جو اُخروی زندگی میں کام آئے گا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ہم اپنی اولاد کے لئے بنک بیلنس جمع کرتے ہیں۔ ہمارے صحابہ رسولؐ نے احکام خداوندی کی فہرستیں تیار کر رکھی تھیں تا قرآن میں بیان ہر حکم پر عمل ہو سکے۔ ایک صحابی جو سوائے ایک حکم کے تمام احکام خداوندی پر عمل کر چکے تھے۔ اس اکیلے حکم کہ "جب تمہیں کہا جائے کہ چلے جاؤ تم چلے جایا کرو" پر عمل کرنے کے لیے مدینہ کی گلی محلوں میں نکلے اور ایک ایک گھر کا دروازہ صرف اور صرف اِس غرض سے کھٹکھٹایا کہ اندر سے آواز آئے کہ چلے جاؤ۔ (مَیں اِس وقت ملنا نہیں چاہتا) تو میں چلا آؤں گا تو رسولِ خدا کی تربیت کی وجہ سے یہ صحابی ایک حکم پر عمل کرنے سے محروم رہے کیونکہ مدینہ کے تمام صحابہ کی تربیت ایسے رنگ میں ہو چکی تھی کہ آپ کے پاس کوئی آئے تو اُسے پیار و محبت سے ملتے تھے۔

یہی روش اور کیفیت آج کے مامور حضرت مرزا غلام احمد مسیح و مہدیؑ کے ماننے والوں کی ہے۔ آپؑ کے صحابہؓ نے بھی اصحابِ رسولؐ کی اقتداء میں ایسی فہرستیں بنا رکھی تھیں۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے اِن جیسے نیکی کے کاموں کو ''کر نہ کر'' کی صورت میں کتابی شکل دے رکھی ہے۔ ''سات سو احکام خداوندی'' کے نام سے جامع کتاب بھی ''الاسلام'' پر موجود ہے جن کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

''مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے، وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہماری ایمانی حالت کیا ہے؟ کیا ہم میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہے؟ کیا ہم تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں؟ کیا ہم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی کامل فرمانبرداری کرنے والے ہیں؟ اور پھر ساتھ ہی ہماری نظر اپنے عمل کی طرف پھرنے والی ہونی چاہیے کہ کیا ہمارا ہر عمل اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق ہے؟ ہمارے عمل کہیں دکھاوے کے عمل تو نہیں؟ ہماری نمازیں کہیں دکھاوے کی نمازیں تو نہیں؟ ہمارا مال خرچ کرنا، زکوٰۃ دینا کہیں دکھاوا تو نہیں؟ ہمارے روزے کہیں دکھاوے کے روزے تو نہیں؟ ہمارے حج صرف حاجی کہلانے کے لیے تو نہیں؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی کامل فرمانبرداری تو تب ہو گی، دلی سکون اور امن تو تب ملے گا جب ہمارا ہر عمل صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے ہو گا اور تبھی وہ معاشرہ خلافت کے زیرِ سایہ قائم ہو گا جب ہمارا ہر عمل حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حق ادا کرنے والا ہو گا۔ پس صرف زبانی باتیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھنا ہو گا کہ وہ ایمان لانے والے اس سے فیض اٹھائیں گے جن کے عمل صالح ہوں گے۔''

(خطبہ جمعہ 28؍ مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ وہ اس معیار پر پورا اتر رہا ہے۔ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے امید رکھ رہے ہیں۔ نہ یہ کہ ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہیں، ایک دوسرے سے یہ توقع رکھیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔ اور اپنی طرف نظر ہی نہ ہو۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 681)

ایک اور موقع پر فرمایا:

"ہر احمدی کو جو نیکیوں کی تلقین دوسروں کو کرتا ہے خود بھی ان نیکیوں پر عمل کرنا چاہئے۔ اور خاص طور پر جن کے سپرد جماعت کی طرف سے یہ کام ہوتا ہے ان کو تو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہئے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے، اس کا فضل مانگنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ اگر یہ انذار سن کر کسی کو یہ خیال آئے کہ پھر تو بہتر ہے کہ مَیں خاموش رہوں اور کبھی نیکیوں کی تعلیم نہ دوں اور نہ بری باتوں سے روکوں جب تک کہ مَیں خود اس قابل نہیں ہو جاتا۔ اگر یہ خیال آئے گا تو انسان اپنی اصلاح سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ تعلیم دینا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ پس ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیکیوں کی تعلیم بھی دے اور ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ بھی کرتا رہے، اپنا جائزہ بھی لیتا رہے کہ میری اصلاح ہو رہی ہے کہ نہیں۔ یہ انتہائی ضروری امر ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 284)

مَیں اپنی تقریر کا آخری اقتباس پیش کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:

"ایک مومن رات کو جائزہ لے گا کہ کون کون سی نیکیاں مَیں نے کی ہیں اور کون کون سی برائیاں کی ہیں۔ پھر اگر نیکیوں کی زیادہ توفیق ملی ہو گی، اگر شام نے یہ گواہی دی ہو گی کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا تو شکر گزاری کے جذبے کے تحت ایک مومن پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید جھکے گا اور ایک مومن کو کیونکہ نفس کے دھوکے کا بھی خیال رہتا ہے اس لئے وہ پھر خدا تعالیٰ سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر میرا جائزہ جو مَیں نے شام کو لیا ہے نفس کا دھوکہ ہے تو پھر بھی مجھ پر رحم کر اور بخش دے اور مجھے نیکیوں کی توفیق دے

اور اگر کھلی برائیاں سارے دن کے اعمال میں نظر آ رہی ہیں تو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور بخشش اور رحم کے لئے ایک مومن جھکتا ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 29)

کسی بے کس کو اے بیداد، گر مارا، تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو، اس کو گر مارا، تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا، نفسِ اَمّارہ، کو گر مارا
نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا، تو کیا مارا

۞۞۞۞

﴿33﴾ ﴿مشاہدات۔302﴾

عباد صالحین کیسے بنا جائے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

میں واحد کا ہوں دل دادہ
اور واحد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحد بن جائے
تو میری آنکھ کا تارا ہے

سامعین! مجھے آج آپ کے سامنے عِبادِ صالحین کے متعلق کچھ بتانا ہے کہ ہم عباد الصالحین کیسے بن سکتے ہیں۔

عِباد صالحین میں عِباد میں عین کی زیر کے ساتھ معانی ہیں۔ بندے، غلام، نوکر۔ یہ عَبْدٌ کی جمع ہے جبکہ صالحین صالح کی جمع ہے جس کے معانی ہیں نیک، پارسا، پرہیز گار، متقی، دیانتدار اور نیک چلن۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایسے لوگوں کے لیے "صالحین" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن میں مرد مومن اور عورت مومن شامل ہیں جیسے فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (الشعرا:84) یعنی اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے الگ سے "صالحات" کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور اعمالِ صالحہ کے لیے عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا لفظ بارہا استعمال ہوا ہے۔

سامعین! عِباد صالحین کے مقابل پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن متقی لوگوں کا ذکر فرمایا ہے وہ عباد اللہ المخلصین، عباد الرحمٰن اور مومنوں کی صفات کا ذکر ہے جیسے عباد الرحمٰن کی صفات کا ذکر سورۃ الفرقان آیات 64 تا 78 میں جبکہ مومنوں کی صفات کا ذکر سورۃ المومنون آیات 3 تا 12 میں ہوا ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ کے پیارے، نیک اور صالح لوگ بننے کے بے شمار طریق ہیں۔ ان میں سے چند ایک بیان کرنے سے قبل مَیں ایک حدیث کو اپنی تقریر کی بنیاد بنانا چاہتا ہوں۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں قرآن کی تلاوت فرماتے تو رحمت کی آیت آنے پر اللہ تعالیٰ سے اُس کی رحمت مانگتے۔ جب عذاب یا خوف کی آیت آتی تو تعوّذ یعنی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس میں اللہ کی پاکی بیان ہوئی ہو تو تسبیح کرتے۔ حدیث کے عربی الفاظ یوں ہیں۔ كَانَ إِذَا مَرَّ بِآيَةِ خَوْفٍ تَعَوَّذَ وَإِذَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ سَأَلَ وَإِذَا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَنزِيهٍ للّٰهِ سَبَّحَ

(المصدر، صحیح مسلم و سنن ابی داؤد باب الصلوۃ)

ایک روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ جب ذاتی طور پر قرآنِ کریم کی تلاوت کریں تو اِن امور یعنی ہدایات کو ملحوظ خاطر رکھیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اِن امور پر جب عمل پیرا ہوتے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں ایسا ہی کرتے اور اِن الفاظ کو دہرایا کرتے۔

سامعین! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم عِباد الصالحین کے مبارک گروہ میں اپنے آپ کو شامل کرنا یا کروانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اس گروہ میں شمولیت کے لیے دُعا کرنی ہے اور دُعا میں جو سب سے پہلی بات مدِ نظر رکھنی ہے وہ اپنے ربّ پر توکّل کے ساتھ خوف و خشیت اور رجاء کا مضمون سامنے رہنا چاہیے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا مبارک عمل میں انہی امور کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جب انسان خوف اور عذاب سے نجات اور رحمت کا ذکر آنے پر رحمت، فضل اور برکت کا طلبگار ہو گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ذکر پر جو تنزیہی صفات ہیں اُن کو اپنے اندر اُجاگر کرنے کا متمنی ہو گا اور اُس کے لیے دُعا بھی کرے گا تو لازماً عبد صالح بنے گا اور سزا دینے والی صفات پر استغفار

پڑھے گا تو یہاں انصار بھائیوں کو یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن کریم کی تلاوت، ترجمہ و تفسیر پڑھنا بھی انسان کو عبد صالح بنا دیتا ہے جب وہ رحمت کی آیت آنے پر اپنے لیے رحمتِ الٰہی کا طلبگار ہو گا اور خوف کی آیت آنے پر استغفار کر کے ان سے دُور رہے گا تو لازماً یہ عمل عباد الصالحین بنانے میں ممّد ثابت ہو گا اور عباد الصالحین کے دائرے میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دُعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اُس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبّر میں لاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لیے یہی طریق ہے کہ قرآنِ شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے شاملِ حال ہو۔ قرآنِ شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔"

(الحکم 31 جنوری 1904ء از روزنامہ گلدستہ علم وادب لندن 21 فروری 2020ء)

سامعین! دُعا کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو صالحین کے گروہ میں شامل ہونے اور رہنے کے لیے رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (الشعراء:84) کی دُعا سکھلائی ہے اور خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسی دُعا سکھلائی ہے جس پر دُعائیں جمع کرنے والوں نے "حصول صالحیت کی دُعا" کا عنوان باندھا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ،وَ تَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ،وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ،وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْن

(ترمذی کتاب الدعوات)

ترجمہ:- اے اللہ! مَیں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں اور مساکین کی محبت مجھے عطا کر اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں ڈالے میری روح قبض کر لے۔ (مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 133)

سامعین! اللہ تعالیٰ سے خشیت و خوف کے زُمرہ میں اُس کی عبادات آتی ہیں۔ بروقت نمازوں کی ادائیگی، نوافل کے ذریعہ اپنی عبادات پر حفاظت کی باڑ لگانا بھی ضروری ہے جو عباد الصالحین بننے کا ایک ذریعہ ہے یا یوں کہہ لیں کہ نمازوں کی بروقت ادائیگی اور نوافل یعنی تہجد کے ذریعہ عباد صالحین بنا جاسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت:46) کہ نماز فحشاء اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔ ان باتوں سے رکنا اور دُور رہنا ہی عِباد الصالحین بننے کی طرف دعوت دیتی ہے۔ جہاں تک نوافل کا تعلق ہے تو یہ ہر نیکی میں اضافہ کا نام ہے اور نوافل ان نیکیوں کی حفاظت کے لیے باڑ کا کام کرتے ہیں تو یوں یہ ہر انسان کو عباد الصالحون بننے کی دعوت دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ مَیں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق باب التواضع حدیث 6502)

سامعین! عباد صالحین کیسے بنا جاسکتا ہے میں ایک فیکٹ قرآن و احادیث میں بیان شدہ نیکیاں اپنانے کا عزم اور ارادہ کے ساتھ ساتھ اِن نیکیوں کو اپنے اندر اُتارنا ہے اور بُرائیوں سے پورے عزم کے ساتھ دُور رہنا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پوچھنے پر کہ جنت میں کون سی چیز لے جائے گی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز باجماعت پڑھو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حُسنِ سلوک کرو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 650)

سامعین! اوپر بیان ہونے والے گُر میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک بھی ہے جو انسان کو عبد صالح بناتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حُسن سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 421 حدیث 397)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یارسول اللہ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو مَیں ان کے لیے کر سکوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! کیوں نہیں تم اُن کے لیے دعائیں کرو، ان کے لیے بخشش طلب کرو۔ ان کے عزیز و اقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آؤ۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 422 حدیث 399)

سامعین! مَیں عبد صالح بننے کا آخری گُر بیان کر کے اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور وہ ہے صحبتِ صالحین یعنی نیک صالح لوگوں کی قربت اختیار کرنا۔ صحبتِ صالحین اختیار کرنے کا ذکر ہمیں قرآن و احادیث اور بزرگوں کے قول و اطوار سے ملتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے کسی دوست نے دُعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے میں دہریت کے آثار پیدا ہو رہے ہیں تو آپؓ نے فرمایا کہ اس کی کلاس میں اس کا سیٹ فیلو بدل دو۔ بعد میں یہ معلوم کر کے حیرانگی ہوئی کہ واقعتاً اُس کا سیٹ فیلو دہریہ تھا۔ اِس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے) اس لیے اسے غور کرنا چاہیے کہ وہ کسے دوست بنا رہا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 492 حدیث 511)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری اٹھانے والا تجھے مفت خوشبو دے گا یا تُو اس سے خریدے گا ورنہ کم از کم تُو اُس کی خوشبو اور مہک تو سونگھ ہی لے گا اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا اس کا بدبودار دھواں تجھے تنگ کرے گا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 492 حدیث 510)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ متّقی کے راستہ کی تمام دُنیوی روکیں دُور فرما دیتا ہے جو اُس کے دین کے کام میں حارج ہوں، پس اگر دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نمازوں کی وقت پر ادائیگی ہم کر رہے ہیں اور اِسی طرح دوسرے دنیاوی کاموں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جماعتی اور دینی کاموں کو ترجیح دے رہے ہوں تو وہ سب

طاقتوں کا مالک خدا فرماتا ہے کہ مَیں تمہارے ساتھ ہوں، تمہاری فکروں کو دُور کروں گا۔ پس انسان نے خدا تعالیٰ کی کیا مدد کرنی ہے، اللہ تعالیٰ ہے جو ہمیں دینی خدمت کا موقع دیتا ہے، ہماری نیکیوں کے ہمیں اجر دیتا ہے، ہماری ضروریات پوری فرماتا ہے اور پھر اِن تمام نوازشوں کے بعد ہمیں اپنے دین کے مددگاروں میں شامل کرنے کا اعلان فرما دیتا ہے۔ کتنا مہربان ہے ہمارا خدا، کس قدر دیالو ہے ہمارا خدا، اِس کا کبھی ہم احاطہ ہی نہیں کر سکتے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی شکر گزار بندے بنتے ہوئے، اُس کے حکموں پر چلتے ہوئے، تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے والے بنیں اور یہی ہمارے حقیقی انصار ہونے کی روح ہے۔"

(اختتامی خطاب مجلس انصار اللہ یوکے 2022ء)

اللہ تعالیٰ اِس کی ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے کہ ہم ان تمام باتوں پر عمل کر کے نیک اور اللہ کے صالح بندوں میں شامل ہو سکیں۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿34﴾ ﴿مشاہدات۔299﴾

عِبادِ صالحین کی صفات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (الفرقان:64)

ترجمہ: رحمان خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے

سامعین! آج میری تقریر کا موضوعِ سخُن ہے۔ عِبادِ صالحین کی صفات۔

عِبادِ صالحین میں عِباد کی عین پر زیر کے ساتھ معانی ہیں بندے، غلام، نوکر۔ یہ عَبدٌ کی جمع ہے جبکہ صالحین صالح کی جمع ہے جس کے معانی ہیں نیک، پارسا، پرہیز گار، متقی، دیانتدار اور نیک چلن۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ایسے لوگوں کے لیے "صالحین" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جن میں مرد مومن اور عورت مومن دونوں شامل ہیں جیسے فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (الشعراء:84) یعنی اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں عورتوں کے لیے الگ سے "صالحات" کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے اور اعمالِ صالحہ کے لیے عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا لفظ بارہا استعمال ہوا ہے۔

سامعین! عِبادِ صالحین اور دیگر نیک اور صالح لوگوں کی صفات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو فرمایا ہے اُن کے لئے عِبادُاللّٰہ المخلصین، عِبادُ الرحمٰن اور مومنوں کی صفات کا ذکر ہے جیسے عِبادُ الرحمٰن کی صفات کا ذکر سورۃ الفرقان آیات 64 تا 78 میں جبکہ مومنوں کی صفات کا ذکر سورۃ المومنون آیات 3 تا 12 میں ہوا ہے۔ آج مَیں وقت کی رعایت سے اختصار کے ساتھ چند ایک صفات کا ذکر کروں گا۔

سورۃ الفرقان میں پہلی صفت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا جو زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو (جواباً) کہتے ہیں "سلام"

اللہ تعالیٰ حقوقُ اللہ کی خلاف ورزی تو معاف کر سکتا ہے مگر حقوقُ العباد کی خلاف ورزی اُس وقت معاف ہو گی جب تک جس بندے کو تکلیف دی گئی ہے وہ معاف نہ کرے۔ اِس ارشاد کو سامنے رکھ کر اگر عِبادُ الرحمٰن کی قرآن کریم میں بیان ہونے والی صفات کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق، اُس کی عبادت بجالانے اور نمازیں پڑھنے کی جگہ حقوقُ العباد کے حوالہ سے یہ صفت بیان کی گئی کہ وہ زمین پر فروتنی اور عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو جواباً کہتے ہیں "سلام"۔ یہ عباد صالحین کی حقوق العباد کے حوالہ سے بنیادی صفت ہے کہ وہ اپنے مد مقابل شخص سے جھگڑا کرنے کی بجائے انکساری و عاجزی سے اُسے جاہل سمجھ کر سلام کرتے ہیں اور اُس کے سوال کا جواب نہیں دیتے۔ اگر اِس صفت سے معاشرے کا ہر بندہ اپنے آپ کو آراستہ کرے تو معاشرہ بھی امن و سلامتی کا موجب بن جائے اور عِبادُ الرحمٰن کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رحمٰن کے فرمانبردار بندے تو وہی ہیں جو زمین میں سکینت، وقار اور تواضع کی چال چلتے ہیں۔ نہ تکبر اور سستی کی اور جب جاہل ان سے الجھیں تو ان سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔ جس میں نہ بدی و ایذاء ہو اور نہ جہل و نادانی۔"

(تصدیق براہین احمدیہ صفحہ 262، حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 251)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں:

"عبادالرحمٰن میں سے سب سے بڑے عبدِ رحمٰن وہ نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی قوت قدسی نے عبادُ الرحمٰن پیدا کئے۔ تکبر سے رہنے والوں کو عجز کے راستے دکھائے... وہ عاجزی اور انکساری کے نمونے آپؐ نے عمل سے دکھائے کہ یہ میری زندگی کے ہر پہلو میں نظر آئیں گے۔ معاشرے کے غریب اور کمزور طبقے سے بھی میرا یہی سلوک ہے، جاہل اور اجڈ لوگوں سے بھی میرا

یہی سلوک ہے، بڑوں سے بھی یہی سلوک ہے اور چھوٹوں سے بھی یہی سلوک ہے اور یہی سلوک ہے جو میری زندگی کے ہر لمحے میں ہر ایک کے ساتھ تمہیں نظر آئے گا اور یہی کچھ دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے آپؐ کو یہ سند عطا فرمائی کہ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) یعنی ہم قسم کھاتے ہیں کہ تو اپنی تعلیم اور عمل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اس قسم نے آپؐ کو عاجزی میں اور بھی بڑھایا۔"

(خطبہ جمعہ 11 مارچ 2005ء)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور انکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔"

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 758 حدیث 803)

ایک روایت میں اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا کے الفاظ میں ظالم بھائی کی مدد کرنے کی تشریح یہ کی گئی کہ ظالم کو ظلم کرنے سے روکیں، اُس کو ظلم سے روکنا ہی اُس کی مدد ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 813)

سامعین! سورۃ الفرقان میں دوسری علامت وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا (آیت:65) کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ لوگ اپنے ربّ کے لیے راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں۔

سامعین! اب دیکھیں یہ صفت حقوقُ اللہ کے زُمرہ میں آتی ہے جس کو دوسرے نمبر پر بیان کیا گیا ہے جبکہ سورۃ المومنون میں الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (آیت:3) کے الفاظ میں پہلے نمبر پر رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جنت میں لے جانے والا اور آگ سے دُور رہنے کا عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرا۔ نماز پڑھ۔ زکوٰۃ دے اور صلہ رحمی کر یعنی رشتہ داروں کے ساتھ پیار محبت سے رہ۔ (بخاری کتاب الادب)

سامعین! نماز کی بروقت ادائیگی کو اسلام میں بہت وقعت دی گئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کو انسان کا سب سے پیارا فعل نماز کو اُس کے وقت کے مطابق ادا کرنا ہے۔

(بخاری کتاب الجھاد)

اِس عبادت میں نوافل اور نماز تہجد بھی آتی ہے۔ عِباد صالحین کا راتوں کا اٹھنا صرف ذاتی غرض کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رات کی عبادت یعنی نماز تہجد کے متعلق فرمایا کہ یہ اتنی بابرکت عبادت ہے کہ یہ ایک مومن کو مقامِ محمود پر فائز کر دیتی ہے۔

سامعین! سورۃ الفرقان میں عِبادِ صالحین کی ایک صفت جو آج مَیں اپنی تقریر کا حصہ بنانے جارہا ہوں وہ آیت 68 میں بیان ہوئی ہے کہ وَ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَ لَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَ کَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا یعنی یہ لوگ وہ ہیں جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اعتدال کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

"رحمٰن کے بندوں کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو دو باتیں ان کے مدنظر رہتی ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ اسراف سے کام نہیں لیتے اور دوسرا وہ بخل نہیں کرتے۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 568)

اِس صفت پر غور کریں تو اِس میں دونوں امور آجاتے ہیں یعنی دینی کاموں میں روپے کے استعمال میں بھی کنجوسی سے کام نہیں لیتے نہ ہی ذاتی اور گھریلو معاملات میں اسراف سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی بخل کرتے ہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ بعض لوگوں میں بخل کی عادت نمایاں طور پر ہوتی ہے جس سے گھرانوں کے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں اور اگر اسراف سے کام لیا جائے تو اس صورت میں بھی گھر تباہ ہوتے دیکھے گئے ہیں۔ ایک وقت گھر میں اسراف کرنے سے خوشحالی دیکھنے کو ملتی ہے اور اگر اتنا اسراف کر دیا جائے کہ سارا مال ہاتھ سے چلا جائے تو پھر کسمپرسی کی حالت دیکھنے کو ملتی ہے۔ جبکہ عِباد صالحین ہمیشہ اعتدال اختیار کرتے ہیں۔ لوگ شادی بیاہ کے موقع پر قرض لے کر اسراف کرتے ہیں جو بعد میں سارے خاندان کے

لیے تکلیف کا باعث بن جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اخراجات میں میانہ روی اور اعتدال نصف معیشت ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 731)

ایک اور مقام پر میانہ روی اختیار کرنے اور سہولت کے قریب قریب رہنے کا ارشادِ نبوی بھی ملتا ہے۔

(بخاری کتاب الایمان)

سامعین! ایک علامت عِبادُ اللہ کی یہ ہے کہ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان: 73) یعنی وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی شہادت کو بڑے گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 644)

آج کل عدالتوں میں لوگ جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹی گواہی دینے سے کتراتے بھی نہیں اور ان یورپین ممالک میں اسائلم کے کیس کرواتے وقت بھی جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فرمایا کہ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان: 73) اور وہ لوگ بھی اللہ کے بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ بزرگانہ طور پر بغیر ان میں شامل ہوئے گزر جاتے ہیں۔ یہاں دو باتوں سے روکا ہے۔ ایک جھوٹ سے، ایک لغو بات سے۔ یعنی جھوٹی گواہی نہیں دینی۔ کیسا بھی موقع آئے، جھوٹی گواہی نہیں دینی۔ بلکہ دوسری جگہ فرمایا کہ تمہاری گواہی کا معیار ایسا ہو کہ خواہ اپنے خلاف یا اپنے والدین کے خلاف یا اپنے کسی پیارے اور رشتہ دار کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔ پس یہ معیار ہے سچائی کے قائم کرنے کا۔ یہ معیار قائم ہو گا تو اس احسن میں شمار ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے احسن فرمایا ہے اور اس کے نتیجہ میں انسان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والا بنتا ہے۔ نیکیوں میں مزید ترقی ہوتی ہے اور ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ سچائی کے بارہ میں مزید فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا

سَدِیۡدًا (الفرقان:70) کہ اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو بیچ دار نہ ہو بلکہ سچی، کھری اور سیدھی ہو۔"

(خطبہ جمعہ 18 اکتوبر 2013ء)

سامعین! ایک علامت دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان آیت 78 میں فرماتا ہے۔

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ تُو کہہ دے کہ اگر تمہاری دعا نہ ہوتی تو میرا ربّ تمہاری کوئی پرواہ نہ کرتا۔ عِباد صالحین کا سب سے بڑا ہتھیار دُعا ہوتی ہے۔ وہ خدا پر کامل یقین کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کی دعا کو ردّ نہیں کرتا۔ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ ہی خدا سے سیدھا راستہ پاتے ہیں اور اس کی رضا کے حقدار بنتے ہیں۔

سورۃ الفرقان میں عباد الرحمٰن کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ یعنی اور وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹال دے۔ اس سلسلہ میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"عِبادُ الرحمن خدا تعالیٰ سے جہنم سے دوری کی دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جہنم سے دونوں جہنم مراد ہیں، اُخروی جہنم بھی جو گناہوں کی پاداش میں ملے گی اور اس دنیا کی جہنم بھی جو بعض بُرے کاموں کے یا غلطیوں کے بد نتائج کی صورت میں ملتی ہے۔ پس عبادُ الرحمن کا کام ہے کہ ہر وقت توبہ اور استغفار کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی ذلتوں سے بچائے۔ ہر قسم کی دنیاوی مشکلات کی جہنم سے بچائے۔ دنیا کی چمک اور توجہات اور ترجیحات کا غلام نہ بنائے کہ یہ اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ سے دُور لے جا کر پھر اخروی جہنم میں پڑنے کا باعث بناتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 25 ستمبر 2009ء)

سامعین! عبادِ صالحین کی ایک نشانی سورۃ المومنون کی آیت 9 میں کچھ یوں بیان ہوئی ہے کہ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ یعنی اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ "یعنی جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا، اس کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 135 مطبوعہ بیروت)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت اور ایفائے عہد کے بارہ میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وعدہ خلافی۔ یہ بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ اور آج کل کے معاشرے میں حکومتوں سے لے کر نچلی سطح پر ہر جگہ اس کے نظارے دیکھنے میں نظر آتے ہیں۔ اور اکثر ایسے ہیں جن کی جب کوئی وعدہ کر رہے ہوتے ہیں تو شروع سے ہی نیت ٹھیک نہیں ہوتی۔ اور بعد کے فعل سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعی ابتداء سے ہی نیت بد تھی۔ کیونکہ شروع میں انہوں نے یہی سوچا ہوتا ہے کہ ابھی وعدہ کر لو، جو فائدہ اٹھانا ہے اٹھالو، اور جھوٹ بول لو، کوئی حرج نہیں۔ اور جب وعدہ پورا کرنے کا وقت آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا، پھر ٹال دیں گے، پھر تھوڑا سا جھوٹ بول دیں گے۔ تو ایسے لوگوں کو بھی اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ وعدہ خلافی جس کو یہ معمولی سمجھ رہے ہیں یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ نے ایسے شخص کو منافقین کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور منافق کافر سے بھی زیادہ گنہگار ہے۔"

(خطبہ جمعہ 19 دسمبر 2003ء)

سامعین! عبادِ صالحین کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ بے حیائی سے بچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حکموں کے تحت اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ زنا کے قریب نہیں جاتے بلکہ نکاح کے مقدس بندھن کے ساتھ ایک پاکیزہ زندگی گزارتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ

کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ اللہ کے صالح بندہ کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور پھر فرمایا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا لہٰذا اگر اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہو گا۔ تو یہ بھی ایک نیک اور صالح بندے کی نشانی ہے کہ وہ اپنے لیے متقی اولاد کی خواہش رکھتا ہے۔

معزز سامعین! ہمیں ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک سچے احمدی میں یہ خصوصیات ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ایک سچے مخلص احمدی ہونے کے ناطے ہمارا اپنے خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق ہو اور ہمارا اندرونہ ہمیشہ صاف رہے اور ہم اُن خصوصیات کے حامل بنیں جو عبادِ صالحین بننے کے لئے ضروری ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اپنی دائمی جنتوں کا وارث بنائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿35﴾ ﴿مشاہدات۔31﴾

تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا ضروری ہے

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

میری پیاری بہنو! آج میری گزارشات کا مرکزی نقطہ **تقویٰ کی باریک راہیں** ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (ال عمران:103)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہر گز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

میری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ تقویٰ کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "تقویٰ کے معنی ہیں کہ انسان خدا کو اپنی ڈھال بنائے۔ یہ لفظ وِقَایَہ سے نکلا ہے جس کے معنی بچاؤ اور حفاظت کے ہیں تو تقویٰ کے معنی ہوئے کہ انسان اپنے اندر ایسی حالت پیدا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کا محافظ ہو جائے۔ "
(انوار العلوم جلد 9 صفحہ 428)

کسی نے تقویٰ کی تعریف میں لکھا ہے کہ کوئی انسان کسی ایسے تنگ راستے پر جا رہا ہو جس کے دونوں جانب کانٹے ہوں اور وہ اپنے دامن کو سمیٹتے ہوئے اور اپنے کپڑوں کو کانٹوں سے بچاتے ہوئے وہاں سے گزر جائے تو یہ تقویٰ ہے۔ تقویٰ کے ان معانی کو سامنے رکھتے ہوئے تقویٰ کے تفسیری معانی یہ ہوں گے کہ ایک متقی اور مومن دنیا میں جن راہوں پر چل کر اپنی زندگی بسر کرتا ہے ان کو گناہوں اور بداعمالیوں نے گھیرا ہوا ہے اور مومن کے لیے یہ دنیا اَلدُّنْیَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ کی طرح قید خانہ ہے جہاں اسے تمام بدیوں، گناہوں اور بداعمالیوں سے اپنے آپ کو بچا کر گزرنا ہوتا ہے۔

حاضرات! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تقویٰ کی باریک راہیں مختلف انداز میں بیان فرمائی ہیں۔ جیسے فرمایا۔

حلال اور حرام کے درمیان کچھ مشتبہ امور بھی ہیں۔ جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ بعض لوگ ان مشتبہ امور سے بچ کر زندگی گزارتے ہیں۔ لیکن جو شخص ان مشتبہ امور میں جا پڑا وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو رَکّھ کے آس پاس اپنا ریوڑ چرا رہا ہے اور قریب ہے اس کا ریوڑ رَکّھ کے اندر چلا جائے۔ ہر بادشاہ کی ایک رَکّھ ہوتی ہے جس کے اندر لوگ نہیں جاتے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کی رَکّھ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ ان محارم سے اپنے آپ کو بچانا اور ناجائز امور سے بچنا اصل میں تقویٰ کی باریک راہیں ہیں۔

جڑ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اس کا سب رہا

معزز سامعات! اس مضمون کو مزید واضح دو ملکوں کے آپس میں ملنے والے بارڈر یعنی حدود سے کیا جا سکتا ہے اور ہم میں ہر ایک بارڈر کے قریب سفر کرتے ہوئے بہت احتیاط برتتا ہے کہ کہیں دوسرے ملک میں داخل نہ ہو جائیں۔ بعینہٖ نیکی کی ایک سرحد ہوتی ہے۔ اس سرحد کے اندر اندر اپنی زندگی کا سفر جاری رکھنا تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔

خاکسار نے تقریر کے آغاز پر سورت آل عمران کی آیت نمبر 103 کی جو تلاوت کی ہے اس میں بھی صرف تقویٰ اختیار کرنے کا ذکر ہی نہیں بلکہ تقویٰ کا جو حق ہے اس کے مطابق تقویٰ اختیار کرنے کا ذکر ہے اور اسلام کی حالت میں مرنے کا ذکر ہے جو تقویٰ کا ایک اعلیٰ مقام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس انسان سے محبت کرتا ہے جو پرہیز گار یعنی متقی ہو، بے نیاز ہو اور گمنامی و گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے والا ہو۔

(مسلم کتاب الزھد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اس کا حق

ہے کہ گداز ہو جاوے بیٹھ کر، سجدہ میں، رکوع میں، قیام میں اور تہجد میں۔ غرض ہر حالت اور ہر وقت اسی فکر و دعا میں لگا رہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ اور معصیت کی خباثت سے نجات بخشے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے کہ انسان گناہ اور معصیت سے محفوظ اور معصوم ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں راست باز اور صادق ٹھہر جاوے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 569 ایڈیشن 1988ء)

پیاری بہنو! بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ ایک اور جگہ تقویٰ کی باریک راہوں کا ذکر کر کے جماعت کو یوں نصیحت فرماتے ہیں۔

"اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً **یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا۔**"

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن 19 جلد صفحہ 15)

سامعات! تقویٰ کی باریک راہوں کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ شادی بیاہ میں نکاح کی آیات میں 5 دفعہ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ گو شادی بیاہ خوشی کا موقع ہے اور بالعموم لوگ خوشی کے مواقع پر اللہ کی، اس کے دین کی حدود کو پھلانگ جاتے ہیں فرمایا کہ ایسے موقع پر بھی اللہ کا ڈر اور خوف مدنظر رہنا چاہئے۔ یہی تقویٰ کی باریک راہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"جماعت احمدیہ کی فتح اور اس کا غلبہ دنیاوی ہتھیاروں کے ذریعہ سے نہیں ہونا بلکہ یہ نیکیاں اور تقویٰ ہے جو ہماری کامیابی کے ضامن ہیں۔ ورنہ دنیاوی لحاظ سے تو نہ ہمارے پاس طاقت ہے اور نہ وسائل

ہیں۔ دنیاوی وسائل کے لحاظ سے تو ہم غیر کا ایک منٹ بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر ہم میں تقویٰ پیدا ہو جائے گا، اگر ہم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کر لیں گے، اگر ہم اپنے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کر لیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں وہ طاقتیں عطا کروں گا جن کا کوئی غیر اور کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس ہر احمدی کو چاہئے کہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خاص تبدیلی پیدا کرے۔ اپنے تقویٰ کے معیاروں کو اونچا کرے۔"

(خطباتِ مسرور جلد سوم صفحہ 293)

پیاری بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام تقویٰ کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

"تقویٰ تو صرف نفس امّارہ کے برتن کو صاف کرنے کا نام ہے اور نیکی وہ کھانا ہے جو اس میں پڑنا ہے اور جس نے اعضاء کو قوت دے کر انسان کو اس قابل بنانا ہے کہ اس سے نیک اعمال صادر ہوں اور وہ بلند مراتب قربِ الٰہی کے حاصل کر سکے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 503 حاشیہ)

اللہ تعالیٰ نے انسانی اعضاء، برتنوں کی ساخت کی مانند بنائے ہیں۔ ان کو صاف ستھرا رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح ہم برتنوں کو مختلف صابن اور Detergent سے صاف کرتے ہیں تا برتن صاف بھی ہو جائیں، بُو بھی ختم ہو اور چمک بھی آ جائے۔ انڈے اور مچھلی والے برتنوں پر صفائی کے لیے خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اسی طرح انسانی اعضاء کو تقویٰ کے پانی سے دھو کر ان میں نیکیاں ڈالنا ضروری ہے۔ اس سارے عمل کو تقویٰ کی باریک راہ کا نام دے سکتے ہیں۔

سامعات! میں اپنی تقریر کا اختتام حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد سے کرتی ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

"انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خدوخال ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں۔ ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محلِ ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ

حملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوق عباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔"

(ضمیمہ براہینِ احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 209-210)

۞۞۞۞

﴿36﴾ ﴿مشاہدات۔160﴾

صحبت صالح ترا صالح کند

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

(نشانِ آسمانی صفحہ 46 حاشیہ۔ مطبوعہ 1892ء)

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **صحبت صالح ترا صالح کند**

معزز سامعین! اس تقریر کو ''صحبت صالحین'' کا عنوان بھی دیا جاسکتا ہے۔ صحبت کے معنی دوستی، ہم جلیسی، ہم نشینی کے کئے جاسکتے ہیں اور اسلامی اصطلاح ''صحابی'' بھی اسی سے مشتق ہے جس کے معنی ساتھی، دوست اور ہم مجلس کے ہیں اور جب ''صحابی رسولؐ'' کہا جاتا ہے تو اس کے معنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق، ساتھی اور صحبت یافتہ کے لئے جاتے ہیں۔ جس نے سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ہم صحبت رہ کر چند باتیں بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔ اس ہم نشینی کے بدلے اور صلہ، صحابہ نیک، پارسا، پرہیز گار، نیک چلن اور متقی بنے اور مندرجہ بالا عنوان آپ صحابہ پر صادق آیا کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی و نیک صحبت نے صحابہ کو شائستہ، صالح اور نیک بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار نیک، صالح اور پارسا لوگوں کی صحبت رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جیسے سورۃ توبہ آیت 119 میں مومنوں کو مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِتَّقُوْا اللّٰہَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

سورۃ توبہ ہی کی آیت 71 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں جو اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں نیز اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہی پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔

سورۃ ال عمران آیت 29 میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو تاکیداً حکم دیا کہ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ ایسا کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

احادیث میں سرور کائنات سیدنا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کو صحبت صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک موقع پر نیک اور بُرے ساتھی کی مثال دو اشخاص سے دے کر صحابہ کو اس اہم مضمون کی طرف یوں توجہ دلائی کہ ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا (یہ ذکر الٰہی کی محافل ہیں) اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔

(مسلم کتاب البّر والصلۃ)

اس حدیث کی تشریح میں دعا دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

پھر فرمایا:

"بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پاک مجالس میں تو بیٹھتے ہیں لیکن ان مجالس کی نیکیوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی سوچ ہی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی بری بات نظر آئے تو اس کو لے کر زیادہ شور مچایا جاتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کی ہی مثال دیتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی مثال جو حکمت کی بات سنے اور پھر سنی ہوئی باتوں میں سے سب سے شر انگیز بات کی پیروی کرے ایسے شخص کی ہے جو ایک چرواہے کے پاس آیا اور کہا کہ اپنے ریوڑ میں سے مجھے ایک بکری کاٹ دو۔ تو چرواہا اسے کہے کہ اچھا ریوڑ میں سے تمہیں جو بکری سب سے اچھی لگتی ہے اسے کان سے پکڑ لو۔ تو وہ جائے اور ریوڑ کی حفاظت کرنے والے کتے کو کان سے پکڑ لے۔ (مسند احمد باقی مسند المکثرین باقی المسند السابق) تو ایسے لوگ جو اس سوچ کے ہوتے ہیں اور اس سوچ سے مجلسوں میں آتے ہیں باہر نکل کر اچھی باتوں کا ذکر کرنے کی بجائے اگر انہوں نے کسی کی وہاں بُرائی دیکھی ہو تو اس کا زیادہ چرچا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی صلاحیت ہی یہی ہے اور ان کی کم نظری یہ ہے کہ انہوں نے کتے کے علاوہ کچھ دیکھا ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے آگے بڑھ کر صرف کتے کا کان ہی پکڑتے ہیں۔ اچھی مجلسوں سے فائدہ اٹھانا بھی مومن کی شان ہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 492-493)

پھر فرمایا اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ (ابو داؤد کتاب الادب) کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس لئے دوست بناتے وقت غور و خوض کرنا چاہیے۔

ایک عربی شاعر نے اس مضمون کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے

عن المرء لاتسئل و ابصر قرینه

فان القرین بما لمقارن مقتدی

اذا کنت فی قوم فصاحب خیارهم

و لا تصحب الا روی فتردی مع الردی

کہ اگر تم کو کسی شخص کے متعلق تحقیق مقصود ہو تو اس شخص کی تحقیق نہ کرو بلکہ اس کے ہم نشینوں کو دیکھو کیونکہ دوست اپنے ہم نشینوں کا متبع ہوتا ہے جیسے ہم نشین ہوں گے ویسا ہی وہ شخص ہو گا۔ جب تم کسی قوم میں ہو تو اس قوم کے اچھوں کی صحبت اختیار کرو، ناکارہ لوگوں کی صحبت میں نہ بیٹھو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

سامعین! قادیان میں کسی شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے عرض کی کہ میرا بیٹا دہریت جیسی باتیں کرتا ہے۔ آپؓ نے فوراً ہدایت فرمائی کہ کلاس روم میں اس کی جگہ تبدیل کر دو۔ اس پر اس کے کلاس فیلو کا اثر ہو رہا ہے چنانچہ جگہ تبدیل کرنے سے وہ بچہ دوبارہ ایمان کی راہیں اختیار کر گیا۔

بعض ماثورہ اقوال میں "وَحْدَةُ الْمَرْءِ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السُوءِ" بھی ملتا ہے کہ اگر صالح ہم نشین اور اچھا ساتھی میسر نہ ہو تو پھر انسان کے لئے تنہائی ہی بہتر ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے جب وہ ایسی مجلس کو پاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو فرشتے وہاں بیٹھ کر مجلس کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ ساری فضا ان کے اس بابرکت سایہ سے مہک اٹھتی ہے اور جب مجلس برخواست ہوتی ہے تو فرشتے بھی واپس چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس جیسی مجلس میں کام سے آئے ایک شخص کو بھی انہی میں سے قرار دے کر ان مبارک لوگوں کے ساتھ شامل کر دیا جن پر فرشتے پَر پھیلائے سایہ کیے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے۔ اسی لئے احادیث اور قرآن شریف میں صحبتِ بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اُٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سُن کر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی ان میں ہی ہو گا۔

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے۔ اس لئے کس قدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ

تعالیٰ ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں! وہ بھی ان میں سے ہی ہے کیونکہ اِنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صُحبت سے کس قدر فائدے ہیں سخت بدنصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دُور رہے۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 507)

ایک اور موقع پر صحبت صالحین کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بات یہ ہے کہ مُردوں سے مدد مانگنے کے طریق کو ہم نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ ضعیف الایمان لوگوں کا کام ہے کہ مُردوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور زندوں سے دور بھاگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں لوگ اُن کی نبوت کا انکار کرتے رہے اور جس روز انتقال کر گئے تو کہا کہ آج نبوت ختم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی مُردوں کے پاس جانے کی ہدایت نہیں فرمائی۔ بلکہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:119) کا حکم دے کر زندوں کی صُحبت میں رہنے کا حکم دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دوستوں کو بار بار یہاں (قادیان) آنے اور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اور ہم جو کسی دوست کو یہاں رہنے کے واسطے کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ محض اس کی حالت پر رحم کر کے ہمدردی اور خیر خواہی سے ہی کہتے ہیں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایمان درست نہیں ہوتا جبتک انسان صاحبِ ایمان کی صُحبت میں نہ رہے اور یہ اس لئے چونکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ہر قسم کی طبیعت کے موافقِ حال تقریر ناصح کے منہ سے نہیں نکلا کرتی۔ کوئی وقت ایسا آجاتا ہے کہ اس کی سمجھ اور فہم کے مطابق اُس کے مذاق پر گفتگو ہو جاتی ہے۔ جس سے اُس کو فائدہ پہنچ جاتا ہے اور اگر آدمی بار بار نہ آئے اور زیادہ دنوں تک نہ رہے، تو ممکن ہے کہ ایک وقت ایسی تقریر ہو جو اُس کے مذاق کے موافق نہیں ہے اور اُس سے اُس میں بددلی پیدا ہو اور وہ حسنِ ظن کی راہ سے دور جا پڑے اور ہلاک ہو جاوے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 339)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کے فلسفہ کو نہایت عمدگی کے ساتھ اپنے ایک لیکچر میں یوں بیان فرمایا ہے:

"اسی لئے صحبت صالح کا حکم ہے اس میں یہی حکمت ہے خدا کے برگزیدہ بندوں کی بات تو تحریر کے ذریعہ یا دوسروں کی زبانی بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ پھر کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ (التوبہ:119) میں صادقوں کی صحبت میں رہنے کا کیوں اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر رسول کریمؐ کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کرنے یا مسیح موعود کا اپنی صحبت میں رہنے کی تاکید کرنے کا کیا مطلب ہے؟ درحقیقت بات یہ ہے کہ صرف الفاظ اس قدر اثر نہیں رکھتے جس قدر وہ رَو رکھتی ہے جو قلب سے نکلتی ہے اور چونکہ ہر قلب ایسا نہیں ہوتا جو اسے دور سے محسوس کر سکے اس لئے قریب ہونے کی وجہ سے چونکہ رَو کی شدت بڑھ جاتی ہے اور جلدی اثر ہو جاتا ہے اس لئے قرب کا حکم دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بتایا گیا کہ جو تیرے زمانہ کے لوگ ہوں گے وہ اچھے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے اور جو ان سے بعد کے ہوں گے وہ ان سے کم درجہ کے ہوں گے..... اب سوال ہوتا ہے کہ ان سب کی اصلاح تو قرآن کریم اور احادیث کے ذریعہ ہوئی اور اسی طرح سے وہ پاک و صاف ہوئے پھر وجہ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے لوگ اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں اور ان کے بعد کے ان سے کم اور ان کے بعد کے ان سے بھی کم۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلوں پر جس قدر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کے وجود پاک سے نکلی ہوئی لہر کا اثر ہوا وہ بُعدِ زمانی کی وجہ سے بعد والوں پر کم ہوتا گیا۔ دیکھو! پانی میں جب پتھر پھینکا جائے تو قریب قریب کی لہریں بہت نمایاں اور واضح ہوتی ہیں اور جوں جوں لہریں پھیلتی جاتی ہیں مدھم ہوتی جاتی ہیں یہی حالت روحانی لہروں کی ہوتی ہے ان پر جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے اور وہ پھیلتی جاتی ہیں تو گو مٹتی نہیں مگر ایسی کمزور اور مدھم ہوتی ہیں کہ ہر ایک دل انہیں محسوس نہیں کرتا اور جو محسوس کرتا ہے وہ بھی پورے طور پر محسوس نہیں کر سکتا۔ اس لئے جن لوگوں کو روحانیت کی لہر پیدا کرنے والے وجود کا قربِ مکانی یا قربِ زمانی حاصل ہوتا ہے وہ اس لہر سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعد میں آنے والوں سے بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

قربِ مکانی اور زمانی کے اثر کا عام اور ظاہری ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ آپ لوگوں نے کئی دفعہ تجربہ کیا ہو گا اگر کسی کو کوئی کام کرنے کے لئے خط لکھا جائے تو وہ انکار کر دیتا ہے اگر خود اس کے پاس جا کر کہا جائے تو کام کر دیتا ہے۔ ہر ایک کہنے والا نہیں جانتا کہ اس کی کیا وجہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ منہ دیکھے کا لحاظ کیا گیا ہے لیکن دراصل وہ رَو کا اثر ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے زیادہ پڑتا ہے اور اس طرح جس کو کچھ کہا جائے وہ مان لیتا ہے۔ اسی طرح وہی تقریر جو ایک جگہ مقرر کے منہ سے سنی جائے جب چھپی ہوئی پڑھی جائے تو اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جو سننے کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت بڑا مزا اور لطف آتا ہے لیکن چھپی ہوئی پڑھنے سے ایسا مزا نہیں آتا۔ جس پر کہہ دیا جاتا ہے کہ لکھنے والے نے اچھی طرح نہیں لکھی لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا تو صرف الفاظ ہی لکھتا ہے۔ وہ لہریں جو تقریر کرنے والے سے نکل رہی ہوتی ہیں ان کو محفوظ نہیں کر سکتا۔ اس لئے صرف الفاظ کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا لہروں کے ساتھ ملنے سے ہوتا ہے جو قرب کی وجہ سے سننے والے تک پورے طور پر پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے تقریر سننے سے زیادہ اثر ہوتا ہے اور پڑھنے کے وقت ایک تو بُعد ہوتا ہے اور دوسرے صرف لفظ ہوتے ہیں اس لئے وہ لطف نہیں آتا نہ اتنا اثر ہوتا ہے۔"

(اصلاح اعمال کی تلقین، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 171-173)

جیسا کہ اوپر ایک شاعر کے حوالہ سے بات کر آیا ہوں کہ یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ اسے اپنے معاشرے کی تزئین و آرائش اور بہتری کے لئے قوم کے لیڈروں نے خواہ ان کا تعلق مشرکین سے ہو، دہریت سے ہو یا عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب سے۔ اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اچھی صحبت اچھے لوگ مہیا کرتی ہے۔

کسی نے اس مضمون کو اس آسان لہجہ میں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ گلاب کے پھول کی پتیاں جس زمین پر (یعنی پودا کے نیچے زمین پر) گرتی ہیں اسے بھی خوشبودار کر دیتی ہیں اور کسی نے کہا کہ تخم را تاثیر صحبت را اثر کہ بیج کی تاثیر اور صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حوالہ سے فرماتے ہیں:

"مثل مشہور ہے۔ تخم تاثیر صحبت را اثر" اس کے اوّل جزو (حصہ) پر کلام ہو تو ہو، لیکن دوسرا حصہ "صحبت را اثر" ایسا ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ اس پر زیادہ بحث کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہر ایک شریف قوم کے

بچوں کا عیسائیوں کے پھندے میں پھنس جانا اور مسلمانوں حتّٰی کہ غوث و قطب کہلانے والوں کی اولاد اور سادات کے فرزندوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنا دیکھ چکے ہو۔ اُن صحیح النسب سیدوں کی جو اولاد اپنا سلسلہ حضرت امام حسینؓ تک پہنچاتے ہیں۔ ہم نے کرسچن (عیسائی) دیکھی ہے اور بانی اسلام کی نسبت قسم قسم کے الزام (نعوذ باللہ) لگاتے ہیں۔ ایسی حالت میں بھی اگر کوئی مسلمان اپنے دین اور اپنے نبیؐ کے لئے غیرت نہیں رکھتا، تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا؟

اگر تم اپنے بچوں کو عیسائیوں، آریوں اور دوسروں کی صحبت سے نہیں بچاتے یا کم از کم نہیں بچانا چاہتے، تو یاد رکھو کہ نہ صرف اپنے اوپر بلکہ قوم پر اور اسلام پر ظلم کرتے اور بہت بڑا بھاری ظلم کرتے ہو۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا تمہیں اسلام کے لئے کچھ غیرت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تمہارے دل میں نہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 45)

سامعین! کسی نے کہا ہے کہ

گندم از گندم بروید جو از جو
از مکافات عمل غافل مشو

کہ گندم سے گندم اور جو سے جو اُگتے ہیں۔ تو مکافات عمل سے ہرگز غافل نہ ہو۔

اسی مضمون کو ایک انگریزی مثل میں یوں سمویا گیا ہے

"The duty of an apple is to ensure that an apple tree grow out of it".

سیب کے ذمّہ لگایا گیا ہے کہ وہ ممکن بنائے کہ اس کے ذریعہ سیب کے درخت اُگیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے ماحول میں دیگر اُٹھنے بیٹھنے والے لوگوں سے ضرور اثر پکڑتا ہے اور باوجود نہ چاہنے کے بھی، اس میں ان لوگوں جیسی حرکات و سکنات پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دوستیاں بڑھائیں اور بدزبان اور بدکردار کے حامل انسانوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے والے پہلے بالکل جاہل

اور اخلاق سے عاری تھے مگر آہستہ آہستہ حضورؑ کی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ وہ لوگ الٰہی رنگ پکڑ گئے اور ساری دنیا پر اخلاق حسنہ کی تلوار سے حکومت کی۔

حضرت مسیح موعودؑ، صحبتِ صالحین کی افادیت سے متعلق فرماتے ہیں:

"جو شخص شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ مَیں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا وہ ضرور پیئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئیے کہ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت کے ہی رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائے گا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 505-506)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ 11 ستمبر 2020ء میں عزیزم رؤوف بن مقصود مرحوم متعلم جامعہ احمدیہ کی سیرت بیان کرتے ہوئے مرحوم کا یہ نصیحت آموز فقرہ بھی quote فرمایا کہ

"اپنے جو قریبی تھے ان کو کہا کرتے تھے کہ اچھے اخلاق والے دوست چنو۔"

اصل انسان کی کامیابی اسی میں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو دَورِ رسولؐ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہیدؓ کو اس اخروی دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مختصر صحبت نے ان کو سونے کی ڈلی بنا دیا اور وہ ایک ایسا مقام بنا گئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی تدفین کے لئے جو جگہ مانگی وہ بھی درحقیقت صحبتِ صالحین ہی ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ زندوں کے ساتھ ساتھ مُردوں میں بھی صحبتِ صالحین مسلّمہ ہے۔

صحبتِ صالحین کے ذرائع

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج صادقین کی صحبت ہم کیسے حاصل کریں۔ اس میں سب سے اوّل مساجد میں باجماعت نمازوں میں شمولیت جہاں مومن محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔

مساجد کے تسلسل میں درس القرآن، درس الحدیث اور درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ جب یہ درس ہو رہا ہو تو وہ محفل صحبتِ صالحین کی ہے۔

ہفتہ میں جمعہ کے روز نہا دھو کر حسب توفیق خوشبو لگا کر مساجد میں جا کر خطبہ جمعہ سننا بھی ایک اعلیٰ درجہ کی صادقین کی مجلس ہے۔ اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ پر یہ احسان عظیم کر رکھا ہے کہ ہم MTA کے توسط سے اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ خطبات جمعہ سے براہ راست مستفیض ہوتے ہیں۔ صحبتِ صالحین کی یہ محافل 200 سے زائد ممالک میں بیک وقت جاری ہوتی ہیں۔ فرشتوں کا نزول ہو رہا ہوتا ہے۔ اذان بیک وقت نشر ہو رہی ہوتی ہے۔ صادقین کی اس محفل سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔

سامعین! ایم ٹی اے کی بات چلی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے جہاں سے 24 گھنٹے روحانیت کے شگوفے پھوٹتے ہیں۔ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ نیکی کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر صحبتِ صالحین کی محافل نہیں ہو سکتیں۔

جماعتوں اور ذیلی تنظیموں کے ماہانہ اجلاسات ہیں۔ جو صادقین کی صحبت کا ذریعہ ہیں۔ اس کے علاوہ وہ جلسے ہیں جن کی ابتداء یا بنیادی اینٹ آج سے 132 سال قبل الٰہی اذن سے قادیان میں رکھی گئی اور آج 75 سے زائد ممالک میں یہ جلسے بڑی شان کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ یہ صادقین کی محافل ہیں۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2 دسمبر 2005ء کو ماریشس کے جلسہ سالانہ پر خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے سے قبل سورۃ التوبہ کی آیت 119 كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تلاوت فرمائی اور ان جلسوں کو صحبتِ صالحین کا ذریعہ قرار دیا۔ آپ نے اس خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ ہمیں نصیحت فرما رہا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا غلام صادق ہی سب سے بڑا صادق ہے۔ پس اب جب آپ نے اس صادق کے ساتھ تعلق جوڑا ہے تو اس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور آپؑ اپنی جماعت جیسی بنانا چاہتے تھے ویسی جماعت بننے کی کوشش کریں۔ دنیا کو بتا دیں کہ تم ہمیں مسلمان سمجھو یا غیر مسلم اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اس صادق کو پا لیا ہے اور اب اس کی جماعت میں شامل ہو گئے ہیں اور اب ہم

ہی ہیں جن سے اسلام کی آئندہ تاریخ بننی ہے (ان شاء اللہ) اس لئے ہم اب تمہیں بھی کہتے ہیں کہ آؤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عاشقِ صادق کی جماعت میں داخل ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لو۔ لیکن جب یہ دعویٰ کر کے آپ دنیا کو اپنی طرف بلائیں گے تو اپنے آپ پر بھی نظر ڈالنی ہو گی کہ ہم نے اپنے اندر کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ اس زمانے کے مسیح و مہدی اور سب سے بڑے صادق کو مان کر ہمارے اپنے نمونے کیا ہیں۔ ہمارے اپنے تقویٰ کے معیار کیا ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 704)

سامعین! گھروں میں نوافل ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ احادیث اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات پڑھنا اور دوسروں کو سنانا بھی صحبتِ صالحین کی محافل ہیں۔ ان تمام محافل صحبت صالحین کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس زمانے میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود کی تفاسیر اور علم کلام سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کیلئے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں۔ اکثریت اردو میں ہیں، چند ایک عربی میں بھی ہیں۔ پھر جو پڑھے لکھے نہیں ان کیلئے مسجدوں میں درسوں کا انتظام موجود ہے ان میں بیٹھنا چاہئے اور درس سننا چاہئے۔ پھر ایم ٹی اے کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور ایم ٹی اے والوں کو بھی مختلف ملکوں میں زیادہ سے زیادہ اپنے پروگراموں میں یہ پروگرام بھی شامل کرنے چاہئیں جن میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے تراجم بھی ان کی زبانوں میں پیش ہوں۔ جہاں جہاں تو ہو چکے ہیں اور تسلی بخش تراجم ہیں وہ تو بہر حال پیش ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اردو دان طبقہ جو ہے، ملک جو ہیں، وہاں سے اردو کے پروگرام بن کے آنے چاہئیں۔ جس میں زیادہ سے زیادہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس کلام کے معرفت کے نکات دنیا کو نظر آئیں اور ہماری بھی اور دوسروں کی بھی ہدایت کا موجب بنیں۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401-402)

پھر فرمایا:

"ایسی نیک مجالس ہیں جو سلامتی کی مجلسیں ہیں۔ ان میں عام گھریلو مجالس، اجتماعات اور جلسے بھی ہو سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ خوش قسمت ہے کہ اس میں ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے مواقع میسر آتے رہتے ہیں۔ اب ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں کا جلسہ بھی آنے والا ہے اس سے بھی بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے تا کہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کی بارش ہم پر پڑتی رہے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 490)

پھر فرمایا:

"یہ بھی ان مجالس کے ضمن میں ہے کہ ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ اس بات کو ایک حدیث میں یوں بھی بیان فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ تم مومن کے سوا کسی اور کے ساتھ نہ بیٹھو اور متقی آدمی کے سوا اور کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے۔ (ترغیب و الترھیب بحوالہ صحیح ابن حبان)"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

پھر فرمایا:

"آپؑ کی کتب پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دینی چاہئے یہ بات بھی صحبتِ صادقین کے زمرے میں آتی ہے کہ آپؑ کے علم کلام سے فائدہ اٹھایا جائے۔" (خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 394)

پھر ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کو صحبتِ صالحین کی تلقین و نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے۔ یہ مثال تو ابھی آپ نے سن ہی لی۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کی وجہ سے ہی صرف اس طالبعلم پر دہریت کا اثر ہو رہا تھا۔ لیکن یہ مثالیں کئی دفعہ پیش کرنے کے باوجود، کئی دفعہ سمجھانے کے باوجود، ابھی بھی والدین کی یہ شکایات

ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کر کے یا پھر بالکل دوسری طرف جا کر غلط حمایت کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے جماعت سے بھی تعلق ہوتا ہے، نظام سے بھی تعلق ہوتا ہے، اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی حصہ لے رہا ہوتا ہے۔ جب وہ پندرہ سولہ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایسی بھی شکایات آئیں کہ ایسے بچے ماں باپ سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر بعض بچیاں بھی اس طرح ضائع ہو جاتی ہیں۔ جن کا بہر حال افسوس ہوتا ہے۔ تو اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔

پھر بچوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں یا کسی سے روک رہے ہیں بلکہ سولہ سترہ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ خود ہوش کرنی چاہئے، دیکھنا چاہئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں، اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے تو نہیں۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ تمہارے ہمدرد نہیں ہو سکتے، تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے۔ اور ایک احمدی بچے کو تو کیونکہ صادقوں کی صحبت سے فائدہ اٹھانا ہے اس لئے یاد رکھیں کہ یہ گروہ شیطان کا گروہ ہے صادقوں کا گروہ نہیں اس لئے ایسے لوگوں میں بیٹھ کے اپنی بدنامی کا باعث نہ بنیں، ایسے بچوں یا نوجوانوں سے دوستی لگا کے اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث نہ بنیں اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کیلئے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں۔ قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 396-397)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ مومن کی ہر ایک چیز بابرکت ہو جاتی ہے جہاں وہ بیٹھتا ہے وہ جگہ دوسروں کیلئے موجب برکت ہوتی ہے۔ اس کا پس خوردہ اوروں کیلئے شفا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک گنہگار خدا تعالیٰ کے سامنے لایا جاوے گا۔ خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تو نے کوئی نیک کام کیا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ اس کو کہے گا کہ فلاں مومن تو ملا تھا وہ کہے گا خداوند میں ارادتاً تو کبھی نہیں ملا وہ خود ہی ایک دن مجھے راستہ میں مل گیا۔ خدا تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ پھر ایک اور موقعہ پر حدیث میں آیا ہے کہ

خدا تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرے گا کہ میرا ذکر کہاں پر ہو رہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ ایک حلقہ مومنین کا تھا جہاں دنیا کے ذکر کا نام و نشان بھی نہ تھا؛ البتہ ذکر الٰہی آٹھوں پہر ہو رہا ہے۔ اُن میں ایک دنیا پرست شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے اس دنیادار کو اس ہم نشینی کے باعث بخش دیا۔ اِنَّھُمْ قَوْمٌ لَایَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جہاں ایک مومن امام ہو اس کے مقتدی پیش ازیں کہ وہ سجدہ سے سر اُٹھاوے بخش دیئے جاتے ہیں۔

مومن وہ ہے کہ جس کے دل میں محبتِ الٰہی نے عشق کے رنگ میں جڑ پکڑلی ہو۔ اس نے فیصلہ کر لیا ہو کہ وہ ہر ایک تکلیف اور ذلت میں بھی خدا تعالیٰ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ اب جس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کب کسی کا کانشنس کہتا ہے کہ وہ ضائع ہو گا کیا کوئی رسول ضائع ہوا؟ دنیا ناخنوں تک اُن کو ضائع کرنے کی کوشش کرتی ہے، لیکن وہ ضائع نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ کے لیے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشیں ہو گا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پہلے کچھ نہ کچھ دکھ اٹھانا پڑتا ہے کسی نے سچ کہا ہے:

عشق اوّل سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

عشق الٰہی بے شک اوّل سرکش و خونی ہوتا ہے تا کہ نااہل دور ہو جاوے۔ عاشقانِ خدا تکالیف میں ڈالے جاتے ہیں۔ قسم قسم کے مالی اور جسمانی مصائب اُٹھاتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل پہچانے جاویں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 31)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں صالح لوگوں اور پاکیزگی مہیا کرنے والے ذرائع کو اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿37﴾ ﴿مشاہدات۔248﴾

صحبتِ صالحین

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

رہیں ہم دُور ہر بدکیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہلِ وفا کی
بنائیں دل کو گلزارِ حقیقت
لگائیں شاخ زہد و اتّقا کی
رسول اللہ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق اُن کی اقتدا کی

سامعین! آج مجھے "صحبتِ صالحین" کے موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اظہار خیال کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"عجیب موثر نظارہ ہو گا جو زندگی میں ایک جماعت تھے مرنے کے بعد بھی ایک جماعت ہی نظر آئے گی۔ یہ بہت ہی خوب ہے جو پسند کریں وہ پہلے سے بندوبست کر سکتے ہیں کہ یہاں دفن ہوں جو لوگ صالح معلوم ہوں ان کی قبریں دُور نہ ہوں۔ ریل نے آسانی کا سامان کر دیا ہے اور اصل تو یہ ہے وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ ۔ مگر اس میں یہ کیا لطیف نکتہ ہے کہ بای ارض تدفن نہیں لکھا۔ صلحاء کے پہلو میں دفن بھی

ایک نعمت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ مرض الموت میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جو جگہ ہے انہیں دی جاوے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار سے کام لے کر وہ جگہ ان کو دے دی تو فرمایا مابقی ھَمٌّ بعد ذالك یعنی اس کے بعد اب مجھے کوئی غم نہیں جبکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں مدفون ہوں۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 286 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی کسی نیک بندے کی صحبت اختیار کرنا صحبت صالحین کی طرح ہے۔ تو رواں زندگی میں نیک بزرگوں اور صلحاء کے پاس بیٹھ کر فیض حاصل کرنا کتنا ضروری اور سود مند ہے۔ اب جبکہ دنیا Global Village بلکہ گلوبل ڈرائنگ روم کی صورت اختیار کر چکی ہے اور نیک، پرہیزگار، متقی اور صلحاء کی باتیں آڈیو، وڈیو اور تصاویر کی شکل میں موبائل فونز کے ذریعہ ہمارے پاس آموجود ہوتی ہیں تو انٹرنیٹ اور مواصلاتی سیاروں کے یہ ذرائع بھی صحبت صالحین کے زمرے میں آتے ہیں، یہ کہنا بھی عین حقیقت ہے کہ آج کے جدید ترین دور میں صحبت صالحین حاصل کرنے کے جو ذرائع ہمیں اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائے ہیں وہ اس سے پہلے اتنے سہل اور آسان نہ تھے۔ جیسے قرآن کریم، اس کے تراجم و تفاسیر، حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث اور اعمال یعنی سنتِ رسول اور بزرگانِ سلف کی سیرت و سوانح کے علاوہ آج کے دور کے حکم و عدل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کی مختلف تقریبات، مجالس اور قادیان کی خوش قسمت گلیوں اور محلوں میں چہل قدمی کے دوران کلمات طیبات، ملفوظات، ضخیم اور پُر معارف نکات اور دقیق علوم پر مبنی کتب کا سیٹ روحانی خزائن، عزیزوں اور قریبی احباب کو رقم کئے ہوئے مکتوبات اور خطوط نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی وحی و الہام، رؤیا و کشوف اور سچی پیش خبریوں پر مشتمل اشتہارات کی صورت میں علموں بھرا خزانہ ہماری تعلیم و تربیت کرنے کے لئے نیک صحبت کے طور پر چھوڑا۔ آپؑ کی وفات کے بعد آپؑ کے پانچوں خلفاء کے خطبات، خطابات اور کتب اپنے ورثہ میں ہماری روحانی حیات کو سنوارنے کے لئے چھوڑی ہیں۔ بالخصوص ہمارے موجودہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دور میں Live خطابات و خطبات،

ورچوئل ملاقاتیں ایم ٹی اے کے ذریعہ ہم سنتے، دیکھتے، محظوظ ہوتے ہیں اور روحانی غذا کے طور پر ہم اسے اپنے دل و دماغ کا حصہ بناتے ہیں تو یہ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خداوند کریم کا احسانِ عظیم اس صدی کا انقلابی جماعتی میڈیئم یعنی ایم ٹی اے صحبت صالحین کا ایک اہم ذریعہ آج کے دور میں بن کر سامنے آیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی رہنمائی میں روزنامہ الفضل انٹرنشنل کے ذریعہ یہ انتشارِ روحانی ہو رہا ہے یعنی علمی، اخلاقی، دینی، تربیتی اور معلوماتی فیض بانٹا جا رہا ہے اور لاکھوں احباب وخواتین اس سے روزانہ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ یہ بھی آج کے دور میں صحبت صالحین ہی ہے۔ جسے احباب جماعت اور قارئین آج کی جدید اور انوکھی "تربیت گاہ" کا نام دے رہے ہیں۔ صالحین کی صحبت کا فیض بانٹنے والی ایسی بیٹھک سے موسوم کر رہے ہیں جہاں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر ہر کس و ناقص اپنی جھولیاں بھر کر گھر کو لوٹ رہا ہے پھر اپنے امام سے خطوط کے ذریعہ رابطہ رکھنا بھی صحبت صالحین کا اہم ذریعہ ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ خط لکھنا نصف ملاقات کے برابر ہوتا ہے۔

پیارے حضور کا 22 اکتوبر 2021ء کا ایم ٹی اے کا معروف اور ہر دلعزیز پروگرام This week with Hazoor میں کینیڈا سے ایک نوجوان واقفِ نو نے جب حضور سے کوئی سوال عرض کیا تو حضور نے فرمایا: "آپ ہی ہیں جو کچھ عرصے سے مجھے خط لکھ رہے ہیں جس میں بعض سوالات ہوتے ہیں۔" اسے صحبت صالحین نہ کہیں تو کس نام سے یاد کریں؟ اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہماری تابناک تاریخ میں موجود ہیں کہ ہمارے خلفاء نے خطوط کے ذریعہ احباب کو پہچانا اور ہزاروں لاکھوں میں یاد رکھا۔ ہمیں بھی صحبت صالحین کے اس بہت فائدہ مند ذریعہ کو اپنانے اور اپنے پیارے آقا کی خدمت اقدس میں دعا کے لئے خطوط تحریر کرتے رہنا چاہئے۔

سامعین! صحبت صالحین پر آج خاکسار اس تقریر کو مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم اور پاکیزہ ارشادات سے مزیّن کرے گا۔ آپؑ نے ایک جگہ اچھی اور بری صحبت کی بہت عمدہ مثال یوں دی ہے کہ ایک مکھی گندگی پر بیٹھتی ہے اور گندگی اور بیماری پھیلاتی ہے جبکہ ایک دوسری مکھی جو شہد کی مکھی کہلاتی ہے وہ پھولوں پر بیٹھتی ہے اور ایک ایسی خوراک تیار کرتی ہے جو شہد کہلاتا ہے اور شفاءللناس ہے۔ ہیں دونوں Bees مگر اپنی اپنی صحبت سے وہ کیا مہیا کرتی ہیں۔

صحابہؓ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

آپؑ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے بڑے نقصان برداشت کئے۔ اُن کو اس بات کا علم تھا کہ صحبت سے جو بات حاصل ہونی ہے وہ اور طرح ہرگز حاصل نہ ہوگی۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 351)

آپؑ فرماتے ہیں:

"دنیا میں دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک جسمانی تعلقات۔ جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کے تعلقات۔ دوسرے روحانی اور دینی تعلقات۔ یہ دوسری قسم کے تعلقات اگر کامل ہو جائیں تو سب قسم کے تعلقات سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ اور یہ اپنے کمال کو تب پہنچتے ہیں جب ایک عرصہ تک صحبت میں رہے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہؓ کی جماعت تھی، اس کے یہ تعلقات ہی کمال کو پہنچے ہوئے تھے جو انہوں نے نہ وطن کی پرواہ کی اور نہ اپنے مال و املاک کی اور نہ عزیز و اقارب کی۔ یہاں تک کہ اگر ضرورت پڑی تو انہوں نے بھیڑ بکری کی طرح اپنے سر خدا کی راہ میں رکھ دیئے۔ وہ شدائد و مصائب جو ان کو پہنچ رہے تھے، ان کے برداشت کرنے کی قوت اور طاقت ان کو کیونکر ملی۔ اس میں یہی سِرّ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلقات بہت گہرے ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا، جو آپؐ لے کر آئے تھے اور پھر دنیا اور اس کی ہر چیز ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ کے لقاء کے مقابلہ میں کچھ ہستی رکھتی ہی نہیں تھی۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 140 ایڈیشن 2016ء)

درخت سے تعلق رکھنے والی شاخ ہی زندہ رہتی ہے

آپؑ فرماتے ہیں:

"آپ نے جو آج مجھ سے بیعت کی ہے یہ تخمریزی کی طرح ہے۔ چاہیئے کہ آپ اکثر مجھ سے ملاقات کریں اور اس تعلق کو مضبوط کریں جو آج قائم ہوا ہے جس شاخ کا تعلق درخت سے نہیں رہتا وہ آخر خشک ہو کر گر جاتی ہے۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 37-38 ایڈیشن 1984ء)

صحبت صالحین کے لئے مرکز آنا

فرمایا:

"ہمیں بہت افسوس ہے کہ بعض لوگ کچے ہی آتے ہیں اور کچے ہی چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اُن کا فرض ہے کہ یہاں آکر چند روز رہیں اور اپنے شبہات پیش کر کے پختگی حاصل کریں تو پھر ان سے دوسرے مخالف اور عیسائی ایسے بھاگیں گے جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 283-284 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ مقربین کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"یہ مسلمہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے مقرب کے پاس رہنا گویا ایک طرح سے خود خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

ایک انگریز نے ایک دفعہ حضورؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ کشمیر میں ایک بڑا ہوٹل بناؤں اور وہاں ہر ملک و دیار کے لوگ جو سیر و سیاحت کے لئے آتے ہیں ان کو تبلیغ کروں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ "ہمیں اس سے دنیا داری کی بو آتی ہے۔ اگر اسے سچا اخلاص خدا کے ساتھ ہے اور اس کی غرض تحصیل دینی ہے تو اوّل یہاں (قادیان) آکر رہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316 ایڈیشن 2016ء)

صحبت صالحین ایک کیمیا ہے

آپؑ نے ایک دفعہ کسی بزرگ کا فارسی شعر کسی جگہ پڑھا۔ جو یہ ہے

ہر کہ روشن شُد دل وجان ودرُوں از حضرتش
کیمیا باشد بسر برون دمے در صحبتش

یعنی جس کے جان و دل اور باطن خدا کے حضور سے روشن کئے گئے ہیں ان کی صحبت میں ایک لمحہ گزارنا بھی کیمیا ہے۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 485 ایڈیشن 2016ء)

اصلاحِ نفس اور صحبت صالحین

آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ عظیم الشان ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے۔

ابتداء میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کی باتیں بالکل انوکھی اور نرالی معلوم ہوتی ہیں وہ بہت کم دل میں جاتی ہیں گو دل ان کی طرف کھینچی جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوتا ہے صادق کی باتیں ان کو دور کر کے اسے جلا دینا چاہتی ہے تا اس میں یقین کی قوت پیدا ہو جیسے جب کبھی کسی آدمی کو مسہل دیا جاتا ہے تو دست آور دوائی پیٹ میں جا کر ایک گڑ گڑاہٹ سی پیدا کر دیتی ہے اور تمام مواد ردّیہ اور فاسدہ کو حرکت اور جوش دے کر باہر نکالتی ہیں اسی طرح پر صادق ان ظنیات کو دور کرنا چاہتا ہے اور سچے علوم اور اعتقاد صحیحہ کی معرفت کرانی چاہتا ہے اور وہ باتیں اس دل کو جس نے بہت بڑا زمانہ ایک اور ہی دنیا میں بسر کیا ہوا ہوتا ہے ناگوار اور ناقابلِ عمل معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن آخر سچائی غالب آجاتی ہے اور باطل پرستی کی قوتیں مر جاتی ہیں اور حق پرستی کی قوتیں نشوونما پانے لگتی ہیں۔ پس میں اس نور کو لے کر آیا ہوں اور دنیا میں قوتِ یقین کو پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ ان نشانات سے نشوونما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 365-366 ایڈیشن 2016ء)

”سنو! انسان کامل مومن اس وقت تک نہیں ہوتا، جب تک کفار کی باتوں سے متاثر نہ ہونے والی فطرت حاصل نہ کر لے اور یہ فطرت نہیں ملتی جب تک اس شخص کی صحبت میں نہ رہے جو گمشدہ متاع کو واپس لانے کے واسطے آیا ہے۔ پس جب تک وہ اس متاع کو نہ لے لے اور اس قابل نہ ہو جائے کہ مخالف باتوں کا

اس پر کچھ بھی اثر نہ ہو تو اس وقت تک اس پر حرام ہے کہ اس صحبت سے الگ ہو کیونکہ وہ اس بچہ کی مانند ہے جو ابھی ماں کی گود میں ہے اور صرف دودھ ہی پر اس کی پرورش کا انحصار ہے۔ پس اگر وہ بچہ ماں سے الگ ہو جاوے تو فی الفور اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اسی طرح اگر وہ صحبت سے علیحدہ ہوتا ہے تو خطرناک حالت میں جا پڑتا ہے۔ پس بجائے اس کے کہ دوسروں کو درست کرنے کے لئے کوشش کر سکتا ہو خود الٹا متاثر ہو جاتا ہے اور اوروں کے لئے ٹھوکر کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے ہم کو دن رات جلن اور افسوس یہی ہے کہ لوگ بار بار یہاں آئیں اور دیر تک صحبت میں رہیں۔ انسان کامل ہونے کی حالت میں اگر ملاقات کم کر دے اور تجربہ سے دیکھ لے کہ قوی ہو گیا ہوں تو اس وقت اسے جائز ہو سکتا ہے کہ ملاقات کم کر دے کیونکہ بعید ہو کر بھی قریب ہی ہوتا ہے لیکن جب تک کمزوری ہے وہ خطرناک حالت میں ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 136 ایڈیشن 2016ء)

"وہ آدمی جو کسی تریاقی صحبت میں رہے اور اس طرح رہے جو رہنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو ایسے زہروں سے بچا لیتا ہے اور یہ بات کہ انبیاء علیہم السلام کی یا آسمانی کتابوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ بہت صاف امر ہے۔ دیکھو آنکھ میں بھی ایک روشنی اور نور ہے، لیکن وہ سورج کی روشنی کے بغیر دیکھ نہیں سکتی۔ آنکھ خدا نے دی ہے ساتھ ہی دوسری روشنی بھی پیدا کر دی ہے، کیونکہ یہ نور دوسرے نور کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی عقل جب تک آسمانی نور اور بصیرت اس کے ساتھ نہ ہو کچھ کام نہیں دے سکتی۔ نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم مجرد عقل سے بھی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ خدا نے جو طریق مقرر کیا ہے۔ اس کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔ بہت سے اسرار اور امور ہیں جو مجھ پر کھولے گئے ہیں۔ اگر میں ان کو بیان کروں تو خاص آدمیوں کے سوا جو صحبت میں رہتے ہیں باقی حیران رہ جائیں۔

پس ان لوگوں کو دیکھ کر حیرت اور رونا آتا ہے جو کسی صادق کی پاک صحبت میں نہیں رہے۔ ان لوگوں کو جو ذاتیات پر اعتراض کرتے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ کوئی ایک اعتراض تو دکھائیں جو پہلے کسی نبی پر نہ کیا گیا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو اعتراض آریوں نے کئے ہیں کیا وہ ان اعتراضوں سے جو مجھ پر ہوئے بڑھے ہوئے نہیں ہیں؟ حضرت مسیح پر یہودیوں نے جس قدر اعتراض کیے ہیں یا آریوں نے کئے

ہیں۔ وہ دیکھو کس قدر ہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر جس قدر الزام لگائے جاتے ہیں ان کا شمار تو کرو۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 137-138 ایڈیشن 2016ء)

سفید کپڑا اور صحبت

فرمایا:

"کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) بھی اسی واسطے فرمایا گیا ہے۔ سادھ سنگت بھی ایک ضرب المثل ہے۔ پس یہ ضروری بات ہے کہ انسان باوجود علم کے اور باوجود قوت و شوکت کے امام کے پاس ایک سادہ لوح کی طرح پڑا رہے تا اس پر عمدہ رنگت آوے۔ سفید کپڑا اچھا رنگا جاتا ہے اور جس میں اپنی خودی اور علم کا پہلے سے کوئی میل کچیل ہوتا ہے اس پر عمدہ رنگ نہیں چڑھتا۔ صادق کی معیت میں انسان کی عقدہ کشائی ہوتی ہے اور اسے نشانات دئے جاتے ہیں جن سے اس کا جسم منور اور روح تازہ ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 262-263 ایڈیشن 2016ء)

سامعین! آپؑ فرماتے ہیں۔

"صادقوں کی صحبت میں رہنا بہت ضروری ہے خواہ انسان کیسا علم رکھتا ہو۔ طاقت رکھتا ہو، لیکن صحبت میں رہنے سے جو اس کے شبہات دور ہوتے ہیں اور اسے علم حاصل ہوتا ہے وہ دوسرے طور سے حاصل نہیں ہوتا۔"

(البدر جلد 2 نمبر 8 مورخہ 13 مارچ 1903ء صفحہ 59)

عادتوں کے کیڑے

پھر فرمایا۔

"زندگی کا اعتبار نہیں ہے۔ ایک دن آنے کا ہے اور ایک دن جانے کا ہے معلوم نہیں کب مرنا ہے۔ علم ایک طاقت انسان کے اندر ہے۔ اس کے اوپر وساوس اور شبہات پڑتے ہیں۔ عادتوں کے کیڑے مثل برتن کی میل کی طرح انسان کے اندر چمٹے ہوئے ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119)۔ پس اگر آپ چند روز یہاں ٹھہر جاویں تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ اس طرح ہر ایک بات کا موقعہ آپ کو مل جائے گا دنیا کے کام تو یونہی چلے چلتے ہیں۔ اور کبھی ختم نہیں ہوتے۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

بہت لوگ ہمارے پاس آئے اور جلد رخصت ہونے لگے۔ ہم نے ان کو منع کیا مگر وہ چلے گئے۔ آخر کار پیچھے سے انہوں نے خط روانہ کیے کہ ہم نے گھر پہنچ کر بنایا تو کچھ نہیں اگر ٹھہر جاتے تو اچھا ہوتا اور انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ہمارا جلدی آنا ایک شیطانی وسوسہ تھا۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 263 ایڈیشن 2016ء)

برف کے تودوں پر چل کر

سامعین! حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید فرمائی ہے کہ جب دنیا ختم ہونے پر ہو گی تو اس اُمّت میں سے مسیح موعود پیدا ہو گا۔ لوگوں کو چاہیے کہ اس کے پاس پہنچیں خواہ ان کو برف پر چل کر جانا پڑے۔ اس لئے صحبت میں رہنا ضروری ہے کیونکہ یہ سلسلہ آسمانی ہے۔ پاس رہنے سے باتیں جو ہوں گی ان کو سنے گا جو کوئی نشان ظاہر ہوا سے سوچے گا۔ آگے ہی زندگی کا کون سا اعتبار تھا مگر اب تو جب سے یہ سلسلہ طاعون کا شروع ہوا ہے کوئی اعتبار مطلق نہیں رہا۔ آپ نفس پر جبر کر کے ٹھہریئے اور جو شبہ و خیال پیدا ہو وہ سناتے رہیے۔ اَن پڑھ اور اُمّی لوگ جو آتے ہیں ان کی باتیں اور شبہات کا سننا بھی ہمارا فرض ہے۔ اس لئے آپ بھی اپنے شبہات ضرور سنایئے یہ ہم نہیں کہتے کہ ہدایت ہو یا نہ ہو۔ ہدایت تو امر ربّی ہے۔ کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 263-264 ایڈیشن 2016ء)

نیک اعمال کے لئے صحبت

فرمایا:

"خدا کے فضل کے سوا تبدیلی نہیں ہوتی اعمالِ نیک کے واسطے صحبت صادقین کا نصیب ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ خدا کی سنت ہے ورنہ اگر چاہتا تو آسمان سے قرآن شریف یونہی بھیج دیتا اور کوئی رسول نہ آتا۔ مگر انسان کو عمل در آمد کے لئے نمونہ کی ضرورت ہے۔ پس اگر وہ نمونہ نہ بھیجتا رہتا تو حق مشتبہ ہو جاتا"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 266 ایڈیشن 2016ء)

مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

آپؑ فرماتے ہیں:

"جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور اس کی عظمت کو دل میں جگہ دیتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو عزت دیتا اور خود اُن کے لئے ایک سپر ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جاوے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 356)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات بطور نمونہ ازدیادِ ایمان کے لئے خاکسار نے پیش کئے ہیں۔ یہ موضوع بہت اہم اور بابرکت ہے۔ کسی نے صحبت کے مضمون کو گلاب اور دیگر پھولوں سے تشبیہ دی ہے کہ جہاں پھولوں کی کیاریاں ہوں وہاں سے آنے والی ہوائیں بھی خوشبودار ہو جاتی ہیں اور فضا مہک جاتی ہے۔ یہاں تک کہ گلاب کی پتیاں جس زمین پر گرتی ہیں وہ زمین بھی گلاب کی خوشبو سے معطر ہو جاتی ہے۔

پنجابی کے معروف صوفی شاعر میاں محمد بخش (مصنف منظوم مجموعہ کلام: سیف الملوک) نے کیا خوب کہا ہے:

چنگے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا پاویں مول نہ لیّے ھُلے آن ہزاراں
بُرے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے پاویں کُنج کُنج بیٹھیے چنکاں آن ہزاراں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو کیا ہی نفیس اور پُر حکمت انداز میں بیان فرمایا ہے کہ

"ایک شخص کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری والا مفت میں خوشبو دے جائے گا۔ اس کی مہک سے تو فائدہ اٹھا جائے گا (یہ ذکر الٰہی کی محافل ہیں) اور بھٹی والے کے قریب بیٹھنے سے کپڑے جل جائیں گے اور اس کا بدبودار دھواں تنگ کرے گا۔" (مسلم کتاب البّر و الصلۃ)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ہم سب کو کستوری کی خوشبو بانٹنے والا بنائے اور ہمارے اندر وہ پاک تبدیلیاں پیدا ہوں جو نہ صرف ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہوں بلکہ لوگ بھی ہم سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 398)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہمیشہ ایسی مجالس میں بیٹھنا اور اٹھنا چاہئے جہاں سے نیکی کی باتیں پتہ لگیں۔ تقویٰ کی باتیں پتہ لگیں، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کا علم ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے اور اپنی زندگی سنوارنا چاہتے ہیں اور دینی علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیشہ جیسا کہ حدیث میں آیا اپنی صحبت نیک لوگوں میں رکھنی چاہئے اور ایسی مجالس کی تلاش میں رہنا چاہئے۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 491)

اللہ تعالیٰ ہمیں صلحاء اور نیک بزرگوں کی صحبت بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی پاکیزہ صحبت یعنی ارشادات و نصائح کو سننے اور ان پر بھرپور عمل کرنے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اِس خاک سے

۞۞۞۞

﴿38﴾ ﴿مشاہدات۔575﴾

اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آلِ عمران:111)

کہ تم سب سے بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔

قائم ہو پھر سے حکمِ محمدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

پیارے سامعین! مجھے آج آیتِ قرآنیہ کے ایک اہم حصے تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ پر اپنی گزارشات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جو آیت مَیں نے ابھی تلاوت کی ہے اِس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی چار ذمّہ داریوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اوّل: وہ اپنے علم و عمل اور نیکی و تقویٰ میں باقی تمام لوگوں سے بہتر ہوں۔

دوم: وہ بنی نوع انسان کے لئے ہر طرح سے نفع بخش ہوں اور ان کی ہمدردی سے پُر ہوں اور ان کی بھلائی کے لئے کوشاں ہوں۔

سوم: وہ امر بالمعروف کرنے والے یعنی نیکی کا حکم دینے والے ہوں اور نہی عن المنکر یعنی بُرائیوں سے روکنے والے ہوں اور ایسا اعلیٰ درجہ کا نمونہ پیش کرنے والے ہوں کہ انہیں دیکھ کر خود بخود نیکی کی طرف رغبت اور بدی سے نفرت پیدا ہو۔

چہارم: وہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی اور دلکش ایمان رکھنے والے ہوں، ایسا ایمان جو انسان کی سفلی زندگی کو جلا ڈالتا ہے اور اس کے اندر ایک نور پیدا کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرواتا ہے۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبوں میں کامل رہنمائی کی ہے۔ نیکی کا پیغام اپنوں اور غیروں تک پہنچانے کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ایک اور جگہ فرماتا ہے:

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ (آل عمران:115)

کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور یومِ آخر پر اور اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی ہیں وہ جو صالحین میں سے ہیں۔

اللہ رب العزت نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر فطری خوبیوں سے مزین کیا۔ ان خوبیوں میں سے ایک خوبصورت خوبی امر بالمعروف، نہی عن المنکر ہے۔ جتنے انبیائے کرام مبعوث کئے گئے ان تمام میں کچھ صفات یکساں تھیں ان میں سے ایک امر بالمعروف، نہی عن المنکر بھی ہے۔ ایک ایسی صفت جو انسان کو کائنات میں بسنے والی دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ انسانی سیرت و کردار کی تعمیر میں اس وصف کی بہت اہمیت ہے۔ اس سے اخلاقی معیار بلند ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

(آل عمران:105)

کہ چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے

سامعین! اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی شمع حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھ سے روشن کی پھر اس شمع کو روشن رکھنے کے لئے مختلف انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہم ذمّہ داری احسن رنگ میں ادا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو نصیحت فرمائی کہ لوگوں کو نیکی کی تحریک کرتے رہو اور بُرائی سے روکو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاحِ معاشرہ کے حوالے سے نیکی کی تحریک کرنے اور بُرائی سے نہ روکنے کی مثال یوں دی کہ کچھ لوگ کشتی میں سفر کر رہے ہوں۔ ان میں سے ایک آدمی کشتی میں سوراخ کرنے لگے اور دوسرے اسے نہ روکیں تو بالآخر کشتی ڈوب کر رہے گی اور سب ہلاک ہوں گے۔

(بخاری کتاب الشرکۃ باب ھل یقرع فی القسمہ:2313)

اسلامی تعلیمات کو اپنا کر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کے ذریعہ جہاں ہم اللہ تعالیٰ کے افضال وبرکات کو جذب کر سکتے ہیں وہاں اس خوبی کی وجہ سے بُرائیوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔یقیناً امر بالمعروف، نہی عن المنکر سے نیکی کی روشنی پھیلتی ہے جو کہ اندھیرے وجودوں کو روشن کرتی ہے۔ حضرت سَہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا خدا کی قسم! تیرے ذریعہ ایک آدمی کا ہدایت پا جانا اعلیٰ درجے کے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے زیادہ بہتر ہے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل علیؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نیک بات کا حکم دینا اور ناپسندیدہ باتوں سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

(مسلم کتاب الزکوٰۃ)

خوشبو زندگی کی ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ پھولوں اور موسم بہار کی خوشبو موسمی اور وقتی ہوتی ہے لیکن نیک کاموں اور نیک اعمال کی خوشبو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ پھول نہ کبھی مرجھاتا ہے نہ اسے خزاں آتی ہے گویا یہی ایک سچی اور حقیقی خوشبو ہے۔ امر بالمعروف کی خوشبو صدقہ جاریہ کا روپ دھار کا امر ہو جاتی ہے۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر ایک ایسا پھول ہے جو پورے گلشن کو مہکاتا ہے اور جسکی خوشبو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ امر بالمعروف کی خوشبو صدقہ جاریہ کا روپ دھار لیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص کسی نیک کام اور ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ اُس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا ثواب اِس بات پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے اور اُن کے ثواب سے کچھ بھی کم نہیں کیا جاتا۔ (مسلم کتاب العلم)

محنت ہو اگر سچی ضائع وہ نہیں ہوتی
تم کام کئے جاؤ اخلاص سے ہمت سے

سامعین! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح ایک شیریں چیز کھانے کے بعد زبان اس کے ذائقہ سے دیر تک لطف اندوز ہوتی ہے۔ جس طرح ایک گلاب کا پھول اپنی خوشبو سے انسانی دماغ کو ایک عرصہ تک معطر رکھتا ہے۔ اُسی طرح امر بالمعروف، نہی عن المنکر سے انسان اپنے ماحول اور معاشرے پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ نیک باتوں کی نصیحت کرنے اور بُری باتوں سے روکنے کے بارہ میں ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: تم میں سے جو شخص بُرائی دیکھے اور اس میں اس کے روکنے کی مؤثر طاقت ہو تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اس میں ایسا کرنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکنے کی کوشش کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو یعنی اس کی بات کا اثر نہ ہو تو دل میں بُرا منائے اور یہ کمزوری کے لحاظ سے ایمان کا آخری درجہ ہے یعنی برائی کو اگر دل میں بھی بُرا نہ مانے تو اس کے ایمان کی کیا قدر و قیمت!

(مسلم کتاب الایمان)

لیکن جہاں ہاتھ سے روکنا پسندیدہ نہ ہو وہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت فرما کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہو جاتے تھے۔ وفات وغیرہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بَین یا واویلا کرنے سے منع فرماتے تھے لیکن چونکہ غم کی حالت میں جذبات پر انسان بعض دفعہ بے اختیار اور مغلوب ہو جاتا ہے اس لئے اس پہلو سے شفقت کا دامن جھکا کے رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ کے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ کی غزوہ موتہ میں شہادت کے موقع پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور چہرہ سے غم کے آثار صاف عیاں تھے۔ مَیں دروازے کی درز سے دیکھ رہی تھی۔ ایک شخص نے آکر کہا کہ جعفرؓ کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ انہیں منع کرو۔ وہ گیا اور تھوڑی دیر میں واپس آکر کہنے لگا کہ وہ میری بات تو نہیں مانتیں۔

آپؐ نے فرمایا دوبارہ انہیں جا کر منع کرو۔ تیسری دفعہ اس نے آ کر پھر کہا کہ وہ تو ہم پر غالب آ گئی ہیں یعنی کہنا نہیں مانتیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کے مونہوں پر مٹی پھینکو یعنی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مَیں نے دل میں کہا اللہ تمہیں رسوا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جو حکم دیا ہے وہ تو تم کر نہیں سکے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے بھی باز نہیں آتے ہو۔

(بخاری)

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنھما کہتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص کو قیامت کے روز لایا جائے گا پھر اُسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں آگ میں پیٹ سے باہر نکل آئیں گی۔ اس پر وہ ان کے گرد اس طرح چکر لگائے گا جس طرح گدھا اپنے کیلے کے گرد چکر لگاتا ہے۔ پھر جہنم والے اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے تمہارا کیا معاملہ ہے۔ کیا تو ہمیں معروف کام کرنے اور ناپسندیدہ امور کو ترک کرنے کا حکم نہ دیتا تھا؟ اس پر وہ کہے گا میں تم کو معروف کام کرنے کا حکم دیتا تھا مگر خود معروف کام نہ کرتا تھا اور مَیں تم کو ناپسندیدہ افعال کا مرتکب ہونے سے روکتا تھا مگر مَیں خود ان کو بجالاتا تھا۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة النار)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”ایک احمدی مسلمان جس کو نیکی کا حکم دینے اور بُرائیوں سے روکنے کا حکم ہے اسے سب سے پہلے اپنے آپ کو ہی برائیوں سے پاک کرنا ہو گا اور نیکیوں کو اختیار کرنا ہو گا۔ تبھی وہ دوسروں کو حکم دے سکتا ہے۔ ورنہ اگر ہم یہ نہیں کرتے تو ہم منافقت اور دوغلی باتوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا سخت انذار فرمایا ہے کہ ایسے لوگ جہنمی ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے۔۔۔ اس لئے ہر احمدی کو جو نیکیوں کی تلقین دوسروں کو کرتا ہے خود بھی ان نیکیوں پر عمل کرنا چاہئے اور خاص طور پر جن کے سپرد جماعت کی طرف سے یہ کام ہوتا ہے ان کو تو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہئے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے، اس کا فضل مانگنا چاہئے... اگر یہ انذار سن کر کسی کو یہ خیال آئے کہ پھر تو بہتر ہے کہ مَیں خاموش رہوں اور کبھی نیکیوں کی

تعلیم نہ دوں اور نہ بری باتوں سے روکوں جب تک کہ مَیں خود اس قابل نہیں ہو جاتا۔ اگر یہ خیال آئے گا تو انسان اپنی اصلاح سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ تعلیم دینا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ پس ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ وہ نیکیوں کی تعلیم بھی دے اور ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ بھی کرتا رہے، اپنا جائزہ بھی لیتا رہے کہ میری اصلاح ہو رہی ہے کہ نہیں۔ یہ انتہائی ضروری امر ہے۔"

(خطبہ جمعہ 6 مئی 2005ء)

حضرت حُذَیفَہ بن یَمَان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم ضرور امر بالمعروف کرو گے اور تم ضرور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرو گے یا پھر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے۔ (عذاب نازل ہونے پر) تم اس سے دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

(ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی الامر بالمعروف)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"پس زبان کو جیسے خدا تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف کسی بات کے کہنے سے روکنا ضروری ہے۔ اسی طرح امر حق کے اظہار کے لئے کھولنا لازمی امر ہے۔ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران:115) مومنوں کی شان ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنی عملی حالت سے ثابت کر دکھائے کہ وہ اس قوت کو اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اس سے پیشتر کہ وہ دوسروں پر اپنا اثر ڈالے اس کو اپنی حالت اثر انداز بھی تو بنانی ضروری ہے۔ پس یاد رکھو کہ زبان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کبھی مت روکو۔ ہاں محل اور موقع کی شناخت بھی ضروری ہے اور انداز بیان ایسا ہونا چاہئے جو نرم ہو اور سلاست اپنے اندر رکھتا ہو اور ایسا ہی تقویٰ کے خلاف بھی زبان کا کھولنا سخت گناہ ہے"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 281، 282)

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
گر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہا ہے

(درثمین)

امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا دامن چھوڑ کر زندگی کبھی ثمر بار نہیں ہو سکتی۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر سے معاشرہ میں نیکی کی تحریک اور بدی سے روکنے کا اہتمام ہوتا ہے۔ اس سے انسانی صلاحیت نشوونما پاتی اور معجزے دکھاتی ہے یہ سچائی اور روشنی کا وہ رستہ ہے جو بنی نوع انسان کو اپنے پیدا کرنے والے رب سے ملاتا ہے، انسانیت کو گمراہی کی موت سے کھینچ کر زندگی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچاتا ہے، انسان کو قلب وجاں سے لے کر روح تک روشن کرتا ہے اس کے ذریعے آدمی ایمان و یقین کی دنیا آباد کرتا ہے۔ انسانی شخصیت کی تعمیر کرنے اور اس میں حسن اخلاق کے جوہر کی آبیاری کرنے کے لئے اس خلق کو شعار بنانا ضروری ہے۔

سنو سنو، یہ محبت کی بات ہے لوگو
پیو پیو کہ یہ آبِ حیات ہے لوگو

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ حق کے اظہار کے لئے کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا کیونکہ جرأت سے نیکیوں کو پھیلانا، ان کے کرنے کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہی ایک معیار ہے جس سے مومن ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن مومن کا عمل بھی اس کے مطابق ہونا چاہئے۔ جب اپنا عمل بھی ہو گا تب ہی اثر بھی قائم ہو گا اور جب عمل ہو گا تو پھر سختی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ایسے آدمی کی تلقین کا بھی لوگ نیک اثر لیں گے جن کے اپنے عمل بھی اچھے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 6 مئی 2005ء)

خدا کرے امر بالمعروف ہمارا طرۂ امتیاز اور نہی عن المنکر ہماری پہچان ہو۔ آمین

۞۞۞۞

﴿39﴾ ﴿مشاہدات۔301﴾

نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا (النساء:104)

یقیناً نماز مومنوں پر ایک وقتِ مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

مُنکِر و فَحشا سے انساں کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز
اِبتدا سے اِنتہا تک ہے سراسر یہ دُعا
آدمی کو حق تعالیٰ سے مِلاتی ہے نماز
رُوح جب ہوتی ہے حاضر پیشِ رَبُّ العالَمیں
کیسی کیسی پھر مُناجاتیں سکھاتی ہے نماز

بھائیو! آج میری تقریر کا عنوان پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قولِ مبارک ہے جو عربی میں یوں ہے۔ قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا میں میری محبوب اشیاء میں سے عورت یعنی زوجہ محترمہ اور خوشبو ہے لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔

(نسائی:3939)

آنکھوں کی ٹھنڈک ایک محاورہ ہے جس کے معانی خوشی، سرور، تسلّی اور تشفّی کے ہیں جبکہ الصلوٰۃ کا لفظ عمومی طور پر نماز کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور دُعا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور یوں قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ کے درج ذیل تین معانی ہوسکتے ہیں۔

1۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

2۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کے حضور دعا کرنے میں ہے۔

3۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے میں ہے۔

سامعین! آج میں اپنی تقریر میں ان تینوں میں سے پہلے حصہ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے تک محدود رہوں گا گو دوسرے دو امور پر بھی سیر حاصل تقریریں کی جاسکتی ہیں کیونکہ آپؐ اللہ سے بہت پیار کرتے اور اُس کے در میں جُھک کر دعائیں کرنا آپؐ کا مشغلہ تھا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے عشق کی حد تک محبت اور پیار تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو آپؐ عاشق تھے۔ آپؐ محبِّ رسولؐ تھے۔

آپؐ نے اپنے محبوب رسولؐ کی خاطر عربی، فارسی اور اردو زبان میں قصائد کہے اور منثور تحریر میں بھی آپؐ کی مدح میں بہت کچھ لکھا۔ آپؐ کا یہ شعر بہت مشہور و معروف ہے اور غیر از جماعت بھی اسے بہت لطف اور مزے لے لے کر پڑھتے اور لکھتے نظر آتے ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

سامعین! اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے حاضرین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپؐ کا نماز یعنی عبادتِ الٰہی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دینے میں بھی اپنے اللہ سے محبت عیاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن میں انسان کا مقصدِ حیات عبادت کو قرار دیا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس میدان میں بھی دوسروں کے لئے نمونہ تھے جن کے جسم اور روح میں نماز کی ادائیگی سمائی ہوئی تھی۔ احادیث میں ذکر آتا ہے کہ آپؐ اپنی بیگمات (امہات المومنین) کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے تھے مگر جب آذان کی آواز آپؐ کے کانوں کو چھو جاتی تو آپؐ فوراً اہل خانہ سے اُٹھ کر کھڑے ہوتے اور یوں لگتا جیسے آپؐ اِن میں سے کسی کو پہچانتے تک نہ تھے۔ آپؐ اپنی آخری بیماری میں دو صحابہ کے کندھوں کے سہارے مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے تشریف لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات آقا حضرت محمدؐ میرے حجرے میں سو رہے تھے کہ رات میں آپؐ کو بستر پر نہ پاکر مجھے پریشانی ہوئی تو دیکھا کہ آپ سر بسجود ہیں اور دعا کر رہے ہیں سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ کہ

اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اِسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت حضرت عائشہؓ سے ملتی ہے کہ مجھے آپؐ کو ایک رات بستر پر نہ پاکر تجسّس ہوا کہ کہیں کسی اور اہلیہ محترمہ کے ہاں نہ چلے گئے ہوں۔ مَیں آپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تو آپؐ کو جنت البقیع میں سجدہ کی حالت میں دُعا کرتے ہوئے پایا تو مَیں بہت شرمندہ ہوئی کہ مَیں نے کیوں ایسا گمان کیا۔ سیوطی کی روایت میں یوں درج ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب کی عبادت ہر دوسری چیز سے عزیز تر تھی۔ آپؐ ایک رات حضرت عائشہؓ کے ہاں مقیم تھے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت لے کر ساری رات عبادت الٰہی میں گزار دی۔ آپؐ کا نماز میں خشوع خضوع کا یہ عالَم ہوتا کہ آپؐ جب دعا اور مناجات الٰہی کرتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے ہنڈیا سے اُبلنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ آپؐ کی فرض نمازیں تو مقتدیوں کی کیفیات کے پیش نظر ذرا مختصر ہوتیں۔ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ بچوں کے رونے آوازیں آنے کی وجہ سے مَیں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ بلکہ باجماعت نماز کے اماموں کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ مقتدیوں کی وجہ سے نماز لمبی نہ پڑھایا کریں مگر آپؐ کی نفلی نمازوں کا کیا کہنا۔ ایک رکعت میں سورۃ البقرۃ اور دوسری میں سورۃ آل عمران کی تلاوت کر جاتے۔ بہت سے اہل خانہ آپؐ کے نفلی نماز میں برکت کی خاطر آپؐ کے شامل ہو جاتے مگر بمشکل مکمل کر پاتے۔ حضرت انس بن مالکؓ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپؓ ایک رات آپؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو گئے مگر مکمل نہ کر پائے۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت سودہؓ آپؐ کے ساتھ نماز میں ساتھ دینے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ آپؐ نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ حضرت سودہؓ نے اپنی ناک سجدہ میں دبالی کہ کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے اور جب نماز کے اختتام پر حضرت سودہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے اپنی ناک دبالی تھی تو آپؐ بہت محظوظ ہوئے۔ بہت سے صحابہ نے برکت حاصل کرنے کے لئے طبع آزمائی کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بمشکل نماز مکمل کی۔ آپؓ نے بارہا نماز کے دوران نماز چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر خوفِ خدا کی وجہ سے نماز مکمل کی مگر بہت مشکل سے۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (المائدہ:119) پڑھتے ہوئے گزار دی۔

میرے بھائیو! آپؐ کی نفلی عبادات کا ذکر ہو رہا ہے۔ آپؐ تنہائیوں میں خدا تعالیٰ کی حمد و تسبیح کے ایسے گیت الاپتے کہ اپنے خدا کو رام کر لیتے اور تہجد کا آغاز تو اَللّٰهُمَّ لَكَ الۡحَمۡدُ بار بار پڑھ کر کرتے۔ آپؐ رات کے

اندھیروں میں اتنی کثرت سے تسبیحات کرتے کہ زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان فضا حمد و تسبیحات کے عطر سے معطر ہو جاتی۔ آپؐ کی نمازوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا یہ عالَم تھا کہ آپؐ کے دشمن بھی آپؐ کی اپنے اللہ سے محبت اور پیار کے مصدّق تھے اور کہا کرتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ آپؐ نے رات کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلا حصہ عوام الناس کے لئے جبکہ دوسرا حصہ اہل خانہ کے لئے اور تیسرا حصہ جس میں فرشتے زمین پر اُترتے اور اعلان کرتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا اُسے دیا جائے گا میں آپؐ اپنے خالقِ حقیقی کے حق ادا فرماتے۔ آپؐ کی نماز کی یہ کیفیت ہوتی کہ آپؐ کے پاؤں سوجھ جاتے گویا نماز آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے۔

(طبرانی)

کہا جاتا ہے کہ آپؐ کی رات کی نماز بہت لمبی، پیاری اور حسین ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتیں کہ آپؐ کی رات کی نماز کی لمبائی اور حسن و خوبی کے متعلق مت پوچھو کیونکہ میرے پاس اس کی طوالت کے بیان کرنے کے الفاظ نہیں ہیں۔

(بخاری)

الغرض آپؐ نے نمازوں میں بروقت اور مستعدی سے ادائیگی کو اپنے صحابہؓ کے لئے بطور نمونہ چھوڑا کہ آپؐ کے صحابہؓ بھی اللہ سے پیار کرنے والے بن گئے اور انہوں نے محبتِ الٰہی اور محبتِ رسولؐ سے خوب حصہ پایا۔

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے۔ (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل

کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضلیت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118-119)

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ حضورؑ کی عبادات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"کیا اس محسن انسانیت جیسا کوئی اور ہے جو ساری ساری رات اپنے رب کے حضور لوگوں کے لئے مغفرت مانگتے ہی گزار دیتا ہے، بخشش مانگتے ہی گزار دیتا ہے۔ اپنے رب کے عشق میں سرشار ہے اور اس کی مخلوق کی ہمدردی نے بھی بے چین کر دیا ہے۔ اپنی رات کی نیند کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے اپنی سب سے چہیتی بیوی کے قرب کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خواہش ہے تو صرف یہ کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اور اس کی مخلوق عذاب سے بچ جائے۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ نعوذ باللہ دنیا کی رنگینیوں میں ملوث تھا۔ آپ کی راتیں کس طرح گزرتی تھیں اس کی ایک اور گواہی دیکھیں۔ حضرت ام سلمیٰؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے۔ پھر سو جاتے، پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے۔ غرض صبح تک یہی حالت جاری رہتی۔ (ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ماجآء کیف کان قراءۃ النبیﷺ)"

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2005ء)

ذِکر و شکر اللہ کا ہے۔ مومن کا ہے معراج یہ
پنج وقتہ وصل کے ساغَر پِلاتی ہے نماز
اے خدا ہم کو عطا کر اور ہماری نَسل کو
نعمتیں اور بخششیں جو جو بھی لاتی ہے نماز

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿40﴾ ﴿مشاہدات۔874﴾

قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (حضرت محمدؐ)

نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:104)

یقیناً نماز مؤمنوں پر ایک وقتِ مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

مُنکِر و فَحشا سے انساں کو بچاتی ہے نماز
رحمتیں اور برکتیں ہمراہ لاتی ہے نماز
اِبتدا سے اِنتہا تک ہے سراسر یہ دُعا
آدمی کو حق تعالیٰ سے مِلاتی ہے نماز
رُوح جب ہوتی ہے حاضر پیشِ رَبُّ العالَمیں
کیسی کیسی پھر مُناجاتیں سکھاتی ہے نماز

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قولِ مبارک ہے جو عربی میں یوں ہے۔ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ دنیا میں میری محبوب اشیاء میں سے عورت یعنی زوجہ محترمہ اور خوشبو ہے لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔

(نسائی:3939)

اِسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی سیرت کے حوالہ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

اَلْمَعْرِفَةُ رَاسُ مَالِيْ وَالْعَقْلُ اَصْلُ دِيْنِيْ ، وَالْحُبُّ اَسَاسِيْ ، وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ، وَذِكْرُ اللّٰهِ اَنِيْسِيْ، وَالثِّقَةُ كَنْزِيْ ، وَالْحُزْنُ رَفِيْقِيْ، وَالْعِلْمُ سَلَاحِيْ ، وَالصَّبْرُ رِدَائِيْ ، وَالرِّضَاءُ غَنِيْمَتِيْ وَالْعِجْزُ فَخْرِيْ، وَالزُّهْدُ

حِرْفَتِیْ، وَالْیَقِیْنُ قُوَّتِیْ، وَالصِّدْقُ شَفِیْعَتِیْ، وَالطَّاعَۃُ حَسَبِیْ، وَالْجِھَادُ خُلُقِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ وَثَمْرَۃُ فُؤَادِیْ فِیْ ذِکْرِہٖ وَغَمِّیْ لِاَجْلِ اُمَّتِیْ وَشَوْقِیْ اِلٰی رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ

(الشِّفَاءِ لقاضی عیاض بن موسیٰ صفحہ 81)

کہ معرفت میرا سرمایہ ہے اور عقل میرے دین کی بنیاد ہے اور محبت میری اساس ہے اور شوق میری سواری ہے اور ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے اور وثوق میرا خزانہ ہے اور غم میرا رفیق اور علم میرا ہتھیار ہے، صبر میری چادر ہے، رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر ہے اور زُہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا شفیع اور اطاعت میرا حسب، جہاد میرا خلق اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، ذکرِ الٰہی میرے دل کا پھل ہے اور میرا غم میری امت کے لئے ہے اور میرا شوق اپنے رب عزّوجلّ کی طرف ہے۔

سامعین! آنکھوں کی ٹھنڈک ایک محاورہ ہے جس کے معانی خوشی، سرور، تسلّی اور تشفّی کے ہیں جبکہ الصلوٰۃ کا لفظ عمومی طور پر نماز کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور دُعا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور یوں قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ کے درج ذیل تین معانی ہو سکتے ہیں۔

1۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

2۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اللہ کے حضور دعا کرنے میں ہے۔

3۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے میں ہے۔

سامعین! آج میں اپنی تقریر میں ان تینوں میں سے پہلے حصہ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے تک محدود رہوں گا گو دوسرے دو امور پر بھی سیر حاصل تقریریں کی جا سکتی ہیں کیونکہ آپؑ اللہ سے بہت پیار کرتے اور اُس کے در میں جُھک کر دعائیں کرنا آپؑ کا مشغلہ تھا پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ سے عشق کی حد تک محبت اور پیار تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے۔ آپؑ محبّ رسولؐ تھے۔ آپؑ نے اپنے محبوب رسولؐ کی خاطر عربی، فارسی اور اردو زبان میں قصائد کہے اور منثور تحریر میں بھی آپؑ کی مدح میں بہت کچھ لکھا۔ آپؑ کا یہ شعر بہت مشہور و معروف ہے اور غیر از جماعت بھی اسے بہت لطف اور مزے لے لے کر پڑھتے اور لکھتے نظر آتے ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے

سامعین! اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے حاضرین کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز یعنی عبادتِ الٰہی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دینے میں بھی اپنے اللہ سے محبت عیاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن میں انسان کا مقصدِ حیات عبادت کو قرار دیا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس میدان میں بھی دوسروں کے لئے نمونہ تھے جن کے جسم اور روح میں نماز کی ادائیگی سموئی ہوئی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضورؐ کی طبیعت کے بارہ میں سوال کیا تو حضورؐ نے انہیں ایک لمبا جواب دیا جس میں اللہ سے اپنی محبت کی کیفیات کا ذکر تھا اور جواب کے آخر میں فرمایا: وَقُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ میرا حال کیا پوچھتے ہو میرا حال یہ ہے کہ میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے میری رُوح کو سکون ملتا ہے تو اُن لمحات میں جن میں مَیں اپنے مولیٰ کے حضور نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں۔

(الشفاء لقاضی عیاض)

احادیث میں ذکر آتا ہے کہ آپؐ اپنی ازواج مطہّرہ (امہات المومنین) کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے ہوتے تھے مگر جب آذان کی آواز آپؐ کے کانوں کو چھو جاتی تو آپؐ فوراً اہل خانہ سے اُٹھ کر کھڑے ہوتے اور یوں لگتا جیسے آپؐ اِن میں سے کسی کو پہچانتے تک نہ تھے۔ آپؐ اپنی آخری بیماری میں دو صحابہ کے کندھوں کے سہارے مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے تشریف لائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات حضرت محمدؐ میرے حجرے میں سو رہے تھے کہ رات میں آپؐ کو بستر پر نہ پا کر مجھے پریشانی ہوئی تو دیکھا کہ آپ سر بسجود ہیں اور دعا کر رہے ہیں سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ کہ اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اِسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت حضرت عائشہؓ سے ملتی ہے کہ مجھے آپؐ کو ایک رات بستر پر نہ پا کر تجسّس ہوا کہ کہیں کسی اور زوجہ محترمہ

کے ہاں نہ چلے گئے ہوں۔ مَیں آپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی تو آپؐ کو جنت البقیع میں سجدہ کی حالت میں دُعا کرتے ہوئے پایا تو مَیں بہت شرمندہ ہوئی کہ مَیں نے کیوں ایسا گمان کیا۔

سیوطی کی روایت میں یوں درج ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب کی عبادت ہر دوسری چیز سے عزیز تر تھی۔ آپؐ ایک رات حضرت عائشہؓ کے ہاں مقیم تھے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے اجازت لے کر ساری رات عبادتِ الٰہی میں گزار دی۔ آپؐ کا نماز میں خشوع خضوع کا یہ عالَم ہوتا کہ آپؐ جب دعا اور مناجاتِ الٰہی کرتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے ہنڈیا سے اُبلنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ آپؐ کی فرض نمازیں تو مقتدیوں کی کیفیات کے پیش نظر ذرا مختصر ہوتیں۔ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ بچوں کے رونے کی آوازیں آنے کی وجہ سے مَیں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ بلکہ باجماعت نماز کے اماموں کو بھی ہدایت فرمائی کہ وہ مقتدیوں کی وجہ سے نماز لمبی نہ کیا کریں مگر آپؐ کی نفلی نمازوں کا کیا کہنا۔ ایک رکعت میں سورۃ البقرۃ اور دوسری میں سورۃ آل عمران کی تلاوت کر جاتے۔ بہت سے اہل خانہ آپؐ کی نفلی نماز میں برکت کی خاطر آپؐ کے شامل ہو جاتے مگر بمشکل مکمل کر پاتے۔ حضرت انس بن مالکؓ کے متعلق روایت میں آتا ہے کہ آپؓ ایک رات آپؐ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو گئے مگر مکمل نہ کر پائے۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت سودہؓ آپؐ کے ساتھ نماز میں ساتھ دینے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ آپؐ نے سجدہ کو اتنا طول دیا کہ حضرت سودہؓ نے اپنی ناک سجدہ میں دبالی کہ کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے اور جب نماز کے اختتام پر حضرت سودہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ مَیں نے اپنی ناک دبالی تھی تو آپؐ بہت محظوظ ہوئے۔ بہت سے صحابہ نے برکت حاصل کرنے کے لئے طبع آزمائی کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بمشکل نماز مکمل کی۔ آپؓ نے بارہا نماز کے دوران نماز چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ مگر خوفِ خدا کی وجہ سے نماز مکمل کی مگر بہت مشکل سے۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (المائدہ:119) پڑھتے ہوئے گزار دی۔

میرے بھائیو! آپؐ کی نفلی عبادات کا ذکر ہو رہا ہے۔ آپؐ تنہائیوں میں خدا تعالیٰ کی حمد و تسبیح کے ایسے گیت الاپتے کہ اپنے خدا کو رام کر لیتے اور تہجد کا آغاز تو اَللّٰهُمَّ لَكَ الۡحَمۡدُ بار بار پڑھ کر کرتے۔ آپؐ رات کے اندھیروں میں اتنی کثرت سے تسبیحات کرتے کہ زمین و آسمان اور ان دونوں کے درمیان فضا حمد و

تسبیحات کے عطر سے معطر ہو جاتی۔ آپؐ کی نمازوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا یہ عالَم تھا کہ آپؐ کے دشمن بھی آپؐ کی اپنے اللہ سے محبت اور پیار کے مصدِّق تھے اور کہا کرتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ احادیث میں بیان ہوا ہے کہ آپؐ نے رات کو تین برابر حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پہلا حصہ عوام الناس کے لئے جبکہ دوسرا حصہ اہل خانہ کے لئے اور تیسرا حصہ جس میں فرشتے زمین پر اُترتے اور اعلان کرتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا اُسے دیا جائے گا؟ میں آپؐ اپنے خالقِ حقیقی کے حق ادا فرماتے۔ آپؐ کی نماز کی یہ کیفیت ہوتی کہ آپؐ کے پاؤں سُوج جاتے گویا نماز آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے (طبرانی)۔ کہا جاتا ہے کہ آپؐ کی رات کی نماز بہت لمبی، پیاری اور حسین ہوتی تھی۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتیں کہ آپؐ کی رات کی نماز کی لمبائی اور حسن و خوبی کے متعلق مت پوچھو کیونکہ میرے پاس اس کی طوالت کے بیان کرنے کے الفاظ نہیں ہیں۔

(بخاری)

سامعین! غزوۂ احد کی شام جب لوہے کی خود کی کڑیاں دائیں رخسار میں ٹوٹ جانے سے بہت سا خون بہہ چکا تھا۔ آپؐ زخموں سے نڈھال تھے اور ستر صحابہ کی شہادت کا زخم اس سے کہیں بڑھ کر اعصاب شکن تھا۔ اس روز بھی آپؐ بلالؓ کی اذان پر نماز کے لیے اسی طرح تشریف لائے جس طرح عام دنوں میں تشریف لاتے تھے اور دنیا نے قیام عبادت کا ایسا حیرت انگیز نظارہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔

(اسوۂ انسان کامل از حافظ مظفر احمد صفحہ 50)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نمازوں کے دوران تکلیفیں بھی برداشت کیں مگر خدا کے حضور سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ابو جہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دوران اُن میں سے کسی ایک بدبخت اونٹنی کی بچہ دانی اٹھالایا اور وہ بچہ دانی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دی جب آپ سجدہ کی حالت میں تھے۔ آپؐ اِس بوجھ کی وجہ

سے اپنا سر بھی نہیں اٹھا پا رہے تھے۔ کہ حضرت فاطمہؓ نے آکر اس بچہ دانی کو آپؐ کی کمر سے اتارا اور آپؐ نے اپنا سر اٹھایا۔

(بخاری کتاب الوضوء باب اذا القی علی ظھر المصلّی قذرا و جیفۃ حدیث نمبر 240)

نماز تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دن رات کا معمول تھی اور نماز ہی میں آپؐ کی روح کی غذا تھی۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کی سہولت کی خاطر یہ رخصت دی کہ کھانا چُنا جا چُکا ہو تو کھانے سے فارغ ہو کر نماز ادا کر لو۔ مگر اپنا یہ حال تھا کہ کھانا کھاتے ہوئے بلالؓ کی آواز سنی کہ نماز کا وقت ہو گیا تو صرف اتنا کہا "اسے کیا ہوا! اللہ اُس کا بھلا کرے" (یعنی کھانا تو کھا لینے دیا ہوتا) مگر اگلے ہی لمحے وہ چھری جس سے بُھنا ہوا گوشت کاٹ رہے تھے وہیں پھینک دی اور سیدھے نماز کے لیے تشریف لے گئے۔

آپؐ نماز پنجگانہ کے علاوہ نماز اشراق، نماز چاشت، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، صلوۃ الاوابین اور صلاۃ التسبیح وغیرہ نوافل بھی ادا فرمایا کرتے تھے۔ تمام عمر نماز تہجد کے پابند رہے اور جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرف متوجہ ہوتے اور نماز ادا فرماتے۔ آپؐ نے نماز کو محبتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ قرار دیا جبکہ ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا کہ کون سا عمل خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اَلصَّلَاۃُ عَلٰی وَقْتِھَا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اسوہ کے بارے میں کچھ یوں نصیحت فرماتے ہیں:

"نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی آپؐ نے فرمایا کہ جس مذہب میں نماز نہیں وہ مذہب نہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 263)

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا پس اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ اور عبادت کرو۔ (النجم 63) کی عملی تصویر تھے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور قبلہ رُو ہو کر سجدے میں گر گئے اور بہت لمبا سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شاید آپؐ کی روح قبض کر لی ہے۔ مَیں آپؐ کے قریب ہوا تو آپؐ اُٹھ بیٹھے اور پوچھا کون ہے؟ مَیں نے عرض کیا عبد الرحمن۔ فرمایا کیا بات ہے؟ مَیں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح تو قبض نہیں کر لی۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس جبریلؑ آئے تھے انہوں نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے حق میں فرماتا ہے کہ جو آپؐ پر درود بھیجے گا مَیں اس پر اپنی رحمتیں نازل کرونگا اور جو آپؐ پر سلام بھیجے گا مَیں اس پر سلامتی بھیجوں گا۔ یہ سُن کر مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالایا ہوں۔

(مسند احمد حدیث 1664)

جنگ بدر کے موقع پر جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتوحات کے وعدے تھے اور فرشتوں کی فوجیں مسلمانوں کی مدد کے لیے نازل کی گئی تھیں تب بھی آپؐ اپنے خیمہ میں خدا کے حضور نماز و دعاؤں میں مشغول تھے۔

ہر لحہ نماز کا انتظار رہتا تھا۔ ہر وقت طبیعت نماز کے لئے بے چین رہتی تھی۔ دل مسجد میں ہی اٹکا رہتا تھا۔ حضرت بلالؓ کو فرمایا کرتے تھے

"یَابِلَالُ اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃِ"

اے بلال نماز کی اطلاع کر کے ہمیں خوشی پہنچاؤ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اوّل حدیث نمبر 364)

سامعین! آخری ایام میں بھی آپؐ کو اگر کسی چیز کی فکر لاحق تھی تو وہ نماز تھی۔ پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم شدید بخار میں مبتلا تھے مگر گھبراہٹ کے عالَم میں بھی بار بار پوچھتے تھے، کیا نماز کا وقت ہو گیا؟ آپؐ دو اصحاب کے کندھوں سے سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے گے اور نماز ادا کی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لئے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب ابو بکرؓ نے نماز پڑھانی شروع

کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لئے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہوگئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ کمی محسوس کی پس آپؐ حجرے سے مسجد کی طرف نکلے اور دو آدمی آپ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے گھسٹتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب حد المریض)

حضرت علیؓ اور حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت اور آخری پیغام جبکہ آپ جان کنی کے عالَم میں تھے اور سانس اُکھڑ رہا تھا یہ تھا کہ ”اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ“ نماز اور غلاموں کے حقوق کا خیال رکھنا۔ کسی نے اِس کا ترجمہ یوں بھی کیا ہے کہ میرے بعد اپنی اور اپنے ماتحتوں کی نمازوں کا خیال رکھنا۔

الغرض آپؐ نے نمازوں میں بروقت اور مستعدی سے ادائیگی کو اپنے صحابہؓ کے لئے بطور نمونہ چھوڑا کہ آپؐ کے صحابہؓ بھی اللہ سے پیار کرنے والے بن گئے اور انہوں نے محبتِ الٰہی اور محبتِ رسولؐ سے خوب حصہ پایا۔

آپؐ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز اور قربِ الٰہی کے تعلق میں فرماتے ہیں۔

”صلوٰۃ ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی ذریعہ نہیں۔ یہ قرب کی کنجی ہے“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 347-348)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”انسان کبھی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر تا جب تک اِقامُ الصلوٰۃ نہ کرے“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 346)

پیارے بھائیو! ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا کہ نمازوں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کا کس طرح کا نقشہ پیش نظر ہونا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

"موٹی بات ہے قرآن شریف میں لکھا ہے اُدْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اخلاص سے خدا تعالیٰ کو یاد کرنا چاہئے اور اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس کے احسانوں کا بہت مطالعہ کرنا چاہئے۔ چاہئے کہ اخلاص ہو، احسان ہو اور اس کی طرف ایسا رجوع ہو کہ بس وہی ایک ربّ اور حقیقی کارساز ہے۔ عبادت کے اصول کا خلاصہ اصل میں یہی ہے کہ اپنے آپ کو اس طرح سے کھڑا کرے کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے اور یا یہ کہ خدا اُسے دیکھ رہا ہے۔ ہر قسم کی ملونی اور ہر طرح کے شرک سے پاک ہو جاوے اور اُسی کی عظمت اور اُسی کی ربوبیت کا خیال رکھے۔ ادعیہ ماثورہ اور دوسری دعائیں خدا سے بہت مانگے اور بہت توبہ و استغفار کرے اور بار بار اپنی کمزوری کا اظہار کرے تا کہ تزکیہ نفس ہو جاوے اور خدا سے سچا تعلق ہو جاوے اور اُسی کی محبت میں محو ہو جاوے"

(بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ زیر سورۃ الاعراف آیت 30)

اس کی اعلیٰ ترین مثال ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نظر آتی ہے۔ کیونکہ ہمارے لئے وہی اُسوہ حسنہ ہے، یعنی کامل اسوہ ہے۔ اور آپ کا اللہ تعالیٰ میں فنا ہونے کا ایسا اعلیٰ مقام تھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے یہ اعلان کروایا کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام :163) یعنی تو کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کیا اس محسن انسانیت جیسا کوئی اور ہے جو ساری ساری رات اپنے رب کے حضور لوگوں کے لئے مغفرت مانگتے ہی گزار دیتا ہے، بخشش مانگتے ہی گزار دیتا ہے۔ اپنے رب کے عشق میں سرشار ہے اور اس کی مخلوق کی ہمدردی نے بھی بے چین کر دیا ہے۔ اپنی رات کی نیند کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے اپنی سب سے چہیتی

بیوی کے قرب کی بھی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ خواہش ہے تو صرف یہ کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے اور اس کی مخلوق عذاب سے بچ جائے۔ کیا ایسے شخص کے بارے میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ دنیا کی رنگینیوں میں ملوث تھا۔ آپؐ کی راتیں کس طرح گزرتی تھیں اس کی ایک اور گواہی دیکھیں۔ حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ کچھ دیر سوتے پھر کچھ دیر اٹھ کر نماز میں مصروف ہوتے۔ پھر سو جاتے، پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے۔ غرض صبح تک یہی حالت جاری رہتی۔ (ترمذی کتاب فضائل القرآن باب ماجآء کیف کان قراءۃ النبیؐ)"

(خطبہ جمعہ 18 فروری 2005ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ قیام نماز کے متعلق جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بندہ بننا چاہتا ہے، اس کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے، اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو پاک رکھنا چاہتا ہے، شیطان کے حملوں سے بچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ایک ہی ذریعہ ہے کہ عبادت کی طرف توجہ دے اور اس کے لئے سب سے ضروری چیز نماز باجماعت کی ادائیگی ہے۔"

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 24)

ذِکر و شکر اللہ کا ہے۔ مومن کا ہے معراج یہ
پنج وقتہ وصل کے ساغَر پِلاتی ہے نماز
اے خدا ہم کو عطا کر اور ہماری نَسل کو
نعمتیں اور بخششیں جو جو بھی لاتی ہے نماز

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿41﴾ ﴿مشاہدات۔39﴾

نماز کی اہمیت وضرورت اور انصار اللہ

ازروئے ارشادات حضرت مسیح موعودؑ وخلفائے کرام

میرے انصار بھائیو! مجھے آج آپ کے سامنے **نماز کی اہمیت وضرورت اور انصاراللہ** از روئے ارشادات حضرت مسیح موعودؑ وخلفائے کرام بیان کرنی ہے۔ تاہم اور ہماری اولادیں وہ نمازیں ادا کرنے والی ہو جائیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے صحابہ اور اس دور کے مسیح اور مہدیؑ، آپؑ کے صحابہ ادا کیا کرتے تھے۔

ارشادات حضرت مسیح موعودؑ

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

نمازوں کو باقاعدہ التزام سے پڑھو۔ بعض لوگ صرف ایک ہی وقت کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔ وہ یاد رکھیں کہ نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ پیغمبروں تک کو معاف نہیں ہوئیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نئی جماعت آئی۔ انہوں نے نماز کی معافی چاہی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس مذہب میں عمل نہیں وہ مذہب کچھ نہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

نماز کیا چیز ہے نماز دراصل رب العزۃ سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزہ آتا ہے اسی طرح پھر گریہ وبکا کی لذت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو اسی طرح بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہے۔ اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کرکے کہ اس سے لذت اور ذوق پیدا ہو یہ دعا کرے کہ

اے اللہ! تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور میں اس وقت بالکل مُردہ حالت میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے۔ تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جاملوں۔

جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا۔ تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوقی کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقت پیدا کر دے گی۔

میرے بھائیو! آپؑ نماز کی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہوا ہے جلدی گلے سے اُتر جاوے۔ بعض لوگ نماز تو جلدی پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دگنا تگنا وقت لے لیتے ہیں حالانکہ نماز تو خود دعا ہے۔ جس کو یہ نصیب نہیں ہے کہ نماز میں دعا کرے اس کی نماز ہی نہیں۔ چاہئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس پر ویل ہو۔ نماز خدا کا حق ہے اُسے خوب ادا کرو۔

پھر فرمایا:

انسان کی زاہدانہ زندگی کا بڑا بھاری معیار نماز ہے۔ وہ شخص جو خدا کے حضور نماز میں گریاں رہتا ہے امن میں رہتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی گود میں چیخ چیخ کر روتا ہے اور اپنی ماں کی محبت اور شفقت کو محسوس کرتا ہے اسی طرح پر نماز میں تضرع اور ابتہال کے ساتھ خدا کے حضور گڑگڑانے والا اپنے آپ کو ربوبیت کی عطوفت کی گود میں ڈال دیتا ہے۔ یاد رکھو کہ اس نے ایمان کا حظ نہیں اٹھایا جس نے نماز میں لذت نہیں پائی۔ نماز صرف ٹکروں کا نام نہیں۔ بعض لوگ نماز کو تو دو چار چونچیں لگا کر جیسے مرغی ٹھونگیں مارتی ہے ختم کرتے ہیں اور پھر لمبی چوڑی دعا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ وہ وقت جو اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرنے کے لئے ملا تھا اس کو صرف ایک رسم اور عادت کے طور پر جلد جلد ختم کرنے میں گزار دیتے ہیں اور حضورِ الٰہی سے نکل کر دعا مانگتے ہیں۔ نماز میں دعا مانگو، نماز کو دعا کا ایک وسیلہ اور ذریعہ سمجھو۔

نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے نماز سے نکل کر دعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جاوے اور اس کو اپنا عرض حال کرنے کا موقع بھی ہو، لیکن وہ اس وقت تو کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر جاوے تو اپنی درخواست پیش کرے۔ اسے کیا فائدہ؟ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں نہیں مانگتے۔ تم کو جو دعائیں کرنی ہوں، نماز میں کر لیا کرو اور پورے آداب الدُّعا کو ملحوظ رکھو۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

میں یقینی طور پر سچا مصداق اس آیت (البقرہ:86) کا انہیں لوگوں کو مانتا ہوں جو کل قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اور عملی یا اعتقادی طور پر کسی حصہ کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ کہ تم ذکر اللہ کی طرف چلے آؤ۔ صلوٰۃ کیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دیا ہے کہ نماز تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہے۔ (العنکبوت:46)

پس اگر نماز پڑھ کر بھی بے حیائیاں اور بدیاں نہیں رکتی ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ابھی تک نماز اپنے اصل مرکز پر نہیں اور وہ سچا مفہوم جو نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا اس لئے میں تم سب کو جو یہاں موجود ہیں مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی نمازوں کا اسی معیار پر امتحان کرو اور دیکھو کہ تمہاری بدیاں دن بدن کم ہو رہی ہیں یا نہیں۔ اگر نسبتاً ان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا تو پھر یہ خطرناک بات ہے۔

آپ ایک اور جگہ نماز کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں تمہیں مختصر نصیحت کرتا ہوں جو نماز میں کسل کرتے ہیں اور یہ کئی قسم کی ہے۔

1۔ وقت پر نہیں پہنچتے۔

2۔ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے۔

3۔ سنن اور واجب کا خیال نہیں کرتے۔

کان کھول کر سنو! جو نماز کا مضیع ہے اس کا کوئی کام دنیا میں ٹھیک نہیں۔

وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةَ ۔ نماز سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں۔ تسبیح، تکبیر، تہلیل تمام لوگوں کے لئے دعا اور تبتل الی اللہ، اللہ کی جانب سے پناہ، درود سب کچھ اس میں موجود ہے بلکہ اس کی ہیئت بھی جامع ہے۔ تمام تعظیمات کی اور ذکر جامع ہے۔ تمام اذکار کا اور اس میں تعظیم لامر اللہ ہے۔

ایک نماز ایسی چیز ہے کہ کلمہ شہادت کے بعد کوئی عمل نماز کے برابر نہیں حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا: کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جب تکبیر ہو جائے تو میں دیکھوں کہ کون کون نماز میں نہیں آیا اور ان کے گھر جلا دوں۔ مگر باوجود اس کے کئی لوگ جو نماز باجماعت نہیں پڑھتے تم ان میں سے نہ بنو۔ منافق اصل میں بڑا مفسد ہوتا ہے۔ اس میں شعور نہیں ہوتا خدا تمہیں سمجھ دے جو میں نے کہا ہے اسے سمجھو۔

انصار بھائیو! الصلوٰۃ کا مفہوم آپ نے یوں سمجھایا:

الصلوٰۃ! وہ خاص نماز جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر دکھلائی..... صلوٰۃ کا لفظ صلّی سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کسی لکڑی کو گرم کر کے سیدھا کرنا اور چونکہ نماز سے بھی انسان کی تمام کجی نکل کر وہ سیدھا ہو جاتا ہے اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ وہ کجیاں کیا ہیں، فحش اور غیر پسندیدہ امور کی طرف انسان کا میلان۔ ان سے یہ نماز روکتی ہے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

نماز یقیناً بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے لوگوں کو روکتی ہے۔ ان بُری باتوں سے بھی جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں اور ان سے بھی جو سوسائٹی پر گراں گزرتی ہیں۔ کیونکہ نماز باجماعت مسلمانوں میں پانچ وقت کی مقرر ہے۔ اگر نماز باجماعت ان میں قائم ہو جائے گی تو ان کا بہت سا وقت خدا تعالیٰ کی عبادت میں لگ جائے گا اور نماز میں خرچ ہونے والا وقت ان کو بے حیائیوں اور بدکاریوں سے بچاتا رہے گا۔ اسی طرح جب نماز میں دعائیں ہوتی رہیں گی اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی تو وہ دعائیں خدا تعالیٰ کا فضل کھینچ کر ان کی اپنی اصلاح کا بھی موجب ہوں گی اور دوسروں کی اصلاح اور ترقی کا موجب بھی بن جائیں گی۔ اسی طرح نماز میں جو قرآن کریم کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور تسبیح و تحمید کی کثرت ہوتی ہے اس کا دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ انسان گناہوں سے نفرت کرنے لگ جاتا ہے۔

اقامت الصلوٰۃ ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے اور اس میں خود نماز پڑھنا، دوسروں کو پڑھوانا اور اخلاص اور جوش کے ساتھ پڑھنا، باوضو ہو کر ٹھہر ٹھہر کر با جماعت اور پوری شرائط کے ساتھ نماز پڑھنا شامل ہے۔

دعا نماز کا مغز ہے اور دعا اپنے اندر ایسا مقناطیسی اثر رکھتی ہے ایک طرف جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے اور دوسری طرف اس کے لئے ایسی آسانیاں بہم پہنچا دیتی ہیں کہ جن سے وہ گناہوں سے محفوظ رہ سکے۔ جب ہماری استدعاؤں اور التجاؤں کو والدین اور حکام دنیا قبول کرتے ہیں تو کیونکر خیال کیا جائے کہ خدائے تعالیٰ جو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے اپنے بندوں کی دعاؤں کو رد کر دے گا۔ پس نماز کیا ہے؟ دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے جس سے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف دعائیں قبولیت حاصل کر کے انسان کی ہدایت اور ترقی کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

بڑا آدمی اگر خود نماز باجماعت نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے۔ مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ ان کے خونی اور قاتل ہیں اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی ان پر ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ یہ کہا جاسکے کہ ان کی اصلاح نہ ممکن ہے اور وہ قابل علاج نہیں رہے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ بچے پر دس سال کی عمر میں نماز فرض ہو جاتی ہے لیکن اس فرض نماز کی عادت ڈالنے کے لئے اگر اس سے بھی پہلے نہیں تو کم از کم سات سال کی عمر کو جب وہ پہنچے تو اس کو نماز کی طرف متوجہ کرتے رہنا چاہئے۔ تا جب نماز فرض ہو تو وہ نماز کا عادی ہو چکا ہو اور نماز سے پیار کرنے لگ چکا ہو اور نماز کی محبت اس کے دل میں گڑ چکی ہو اور وہ ذہنی طور پر اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہو کہ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز نہیں ہوتے اور اس سے دعائیں نہیں مانگتے ہمیں اس دنیا میں بھی فلاح حاصل نہیں ہو سکتی اور اخروی زندگی میں بھی ہم اس کی رضا کو حاصل نہیں کر سکتے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ

حضور نے 19 نومبر 1982ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا!

صدران محلہ جات اور زعماء انصاراللہ کا فرض ہے کہ بجائے اس کے کہ وہ صرف بیوت الذکر میں نماز کی تلقین اور یاددہانی کا پروگرام بنائیں۔ اگر کوئی ایسے گھر ہیں جو بیت الذکر میں نہیں آتے تو گھروں میں جائیں اور گھر والوں سے ملیں اور ان کی منت کریں اور ان کو سمجھائیں کہ تمہارے گھر بے نور اور ویران پڑے ہیں کیونکہ جو گھر ذکر الٰہی سے خالی ہے وہ ایک ویرانہ ہے اور جس گھر میں بے نمازی پیدا ہو رہے ہیں وہ تو گویا آئندہ نسلوں کے لئے ایک نحوست کا پیغام بن گیا ہے۔ اس لئے ہوش کرو اور اپنے آپ کو سنبھالو اور نمازوں کی طرف توجہ کرو اس سے تمہاری دنیا بھی سنورے گی اور تمہارا دین بھی سنورے گا۔ کیونکہ عبادت میں ہی سب کچھ ہے۔ عبادت پر قائم رہو گے تو خدا کے حقوق ادا کرنے والے بھی بنو گے اور بندوں کے حقوق ادا کرنے والے بھی بنو گے۔

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

میں نے بعض دفعہ ملاقاتوں میں جائزہ لیا ہے کہ نمازوں کی طرف باقاعدگی سے متعلق اگر پوچھو کہ توجہ ہے کہ نہیں تو اکثر یہ جواب ہوتا ہے کہ کوشش کرتے ہیں یا پھر کوئی گول مول سا جواب دے دیتے ہیں۔ حالانکہ نمازوں کے بارے میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نماز قائم کرو، باجماعت ادا کرو اور نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرو۔ جیسا کہ فرمایا یقیناً نماز مومنوں پر وقت مقررہ کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔ (النساء:104)

(خطبہ جمعہ 24 جون 2005ء)

ہر احمدی کو اپنی نمازوں کی حفاظت کی طرف توجہ دینی چاہئے اور انہیں وقت مقررہ پر ادا کرنا چاہئے۔ اگر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں لے کر آنا ہے، اگر توحید کو قائم کرنے کا دعویٰ کرنے والا بننا ہے تو اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے ہوں گے اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کرنی ہو گی۔

(خطبہ جمعہ 24 جون 2005ء)

نماز کی حفاظت اور نگرانی ہی اس بات کی ضامن ہو گی کہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو گناہوں اور غلط کاموں سے پاک رکھے۔ ہماری نمازوں میں باقاعدگی یقیناً ہمارے بچوں میں بھی یہ روح پیدا کرے گی کہ ہم نے بھی نمازوں میں باقاعدہ ہونا ہے۔

(خطبہ جمعہ 24 جون 2005ء)

قیام نماز اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کا نمونہ

ایک دفعہ بیت اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو شدید ضعف ہو گیا بیٹھ گئے۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ چلنے کی قوت نہ رہی چارپائی پر اٹھا کر لائے مگر راستہ میں جب بیت مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا: **کہ مجھے گھر نہ لے جاؤ۔ بیت میں لے جاؤ۔**

بمشکل تمام بیت کی چھت پر پہنچ کر نماز پڑھی اور باوجود تکلیف کے نماز مغرب کے بعد ایک رکوع کا درس دیا پھر چارپائی اٹھا کر گھر تک لائے۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 559)

حضرت سیدہ مریم صدیقہ مرحومہ (چھوٹی آپا) فرماتی ہیں:

حضرت مصلح موعود باجماعت نماز تو مختصر پڑھاتے لیکن علیحدگی میں جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ تو آپ کو عبادت الٰہی میں اتنا انہماک ہوتا تھا کہ پاس بیٹھنے والا محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص اس دنیا میں نہیں ہے..... آنکھوں سے رواں آنسو ہمیشہ نماز پڑھتے میں دیکھے چہرے کے جذبات سے یہ ظاہر رہتا تھا کہ گویا اپنی جان اور اپنا دل ہتھیلی پر رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی نذر کر رہے ہیں اور اس وقت دنیا کا بڑے سے بڑا حادثہ اور بڑے سے بڑا واقعہ بھی آپ کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف سے ہٹا نہیں سکے گا۔

(مصباح جنوری 1967ء)

حضرت سر چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے آخری لمحات کے بارے میں روزنامہ جنگ لکھتا ہے۔

"سر ظفر اللہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ دو روز تک بولتے چالتے رہے جب بھی انہیں ہوش آتی تو وہ پوچھتے کون سی نماز کا وقت ہے اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ کے بارے میں دریافت کرتے کہ وہ کس حال میں ہیں۔" (روزنامہ جنگ 2 ستمبر 1985ء صفحہ 1)

میں آخر میں اپنے انصار بھائیو سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر آپ خدا تعالیٰ کے پیارے وجود بننا چاہتے ہیں اور حقیقی مومن کہلانا چاہتے ہیں۔ اپنی پیدائش کے مقصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ رسول اللہؐ کے حقیقی امتی بننا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی پنجگانہ نمازوں کی حفاظت کرنا ہوگی اور ایسی نمازیں ادا کرنا ہوں گی جو خدا کی رحمتوں کو جذب کرنے والی ہوں۔

ہم احمدی انصار پر دوہری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم خلافت حقہ کو ماننے والے ہیں اور خلافت اور عبادت کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس طرف ہمیں بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسی نمازیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پانے والی ہوں اور ہم دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے والے ہوں۔ آمین

۞۞۞۞

﴿42﴾ ﴿مشاہدات۔55﴾

نماز باجماعت اور مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے ذرائع

میرے انصار بھائیو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ **نماز باجماعت اور مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے ذرائع**

قیام نماز، ایک مومن کے ایمان کی اساس ہے۔ ارکانِ اسلام میں سے دوسرا رکن نماز کا قیام ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔

ایک موقع پر فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے نیز آقا و مولی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے حوالے سے فرمایا کہ نماز کو وقت پر ادا کرنے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل قرار دیا گیا اور آپؐ نے باجماعت نماز کو اکیلے نماز پڑھنے سے 27 گنا افضل قرار دیا گیا ہے اور اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ کہہ کر مومن کو اپنے ایمان کو نماز کے ذریعہ عروج تک پہنچانے کی تلقین فرمائی۔

پیارے انصار بھائیو! اِس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں شرک کے بعد ”بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکمِ خدا اور رسول“ کی ادائیگی کو رکھ کر ہم احمدیوں کو قیام نماز کی طرف توجہ دلائی ہے۔

پھر ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ”اُٹھو! نمازیں پڑھیں اور قیامت کا نمونہ دیکھیں“۔ اس الہام کے تحت آپؑ نے تحریر فرمایا۔ ”اس وقت ہمارا شغل یہی ہو گا کہ نمازیں پڑھیں اور خدا کی عبرت کا نظارہ دیکھیں“

انصار بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کمزور بھائیوں کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”یہ دستور ہونا چاہئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے۔

یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض (نہیں) ہونا چاہئے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے۔ اِسکا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔ اس لئے قرآن شریف میں آیا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:3) کمزور بھائیوں کا بار اُٹھاؤ۔ عملی، ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ **کوئی جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے**..... صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے"

بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کمزوروں کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

"نیکی اور تقوی میں ہمیشہ تمہارا تعاون رہے۔ اصل تقوی تو ایک مومن کے اندر ہے اور ہونا چاہئے پس نیکی کے کاموں میں تقوی سے کام لیتے ہوئے تعاون ہمیشہ رہنا چاہئے اور تقوی ہی ہے جو پھر مزید نیکیوں کے بیج بوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز ایک مومن کو بار بار دوہرانے کی ضرورت ہے اور دوہرانی چاہئے تو وہ نیکیوں کی طرف توجہ اور نیکیوں کا فروغ ہے"

انصار بھائیو! کمزوروں کو نماز پر لانے کے لئے مواخات کا نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سعید بن ربوحؓ نابینا صحابی تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے لئے ایک غلام کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی جو نماز کے وقت ان کو مسجد لائے اور پھر واپس گھر پہنچایا کرے۔

حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ جب آخری دفعہ بیمار ہوئے تو لاہور کے ایک خادم کی ڈیوٹی آپ کے ساتھ لگائی گئی جو آپ کو نماز باجماعت کے لئے اپنے ساتھ لے کر جاتے تھے۔

پس مستعد نمازی کمزور بھائیوں کو ساتھ لیکر چلیں اور حکمت کے ساتھ مساجد کی راہ دکھائیں۔ گاڑی والے انصار کے ذمّہ ایسے انصار کو مساجد اور نماز سنٹرز پر ساتھ لانے کی ذمّہ داری لگائی جا سکتی ہے جو گاڑی نہیں رکھتے۔ یوں متقیوں کی صفت "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" پر بھی عمل ہو گا۔ کیونکہ خدمت دین کے لئے وقت دینا بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔

معزز انصار! نمازوں کی حاضری بڑھانے کے لئے ایک ذریعہ سائقین کے نظام کو مربوط کرنا ہے اور ہر حلقہ کا سائق اپنے ماتحت انصار کو نمازی بنانے کے لئے سعی کرے۔

نمازوں میں سست انصار کے گھروں کا دورہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر آتا ہے کہ آپؐ نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا رخِ مبارک کر کے بیٹھ جاتے اور حاضرین پر نگاہ ڈالتے۔ جو صحابہؓ نماز پر حاضر نہ ہوئے ہوتے ان کے گھروں میں ساتھیوں کے ساتھ جا کر حال احوال دریافت فرماتے۔

یوں نمازوں میں حاضری بڑھانے کے لئے ہر ناصر سے انفرادی رابطہ ضروری ہے اور اب تو یاد دہانی کے ذرائع بھی موبائل کے ذریعہ بہت آسان ہو چکے ہیں اور واٹس ایپ کے ذریعہ پیغام بھی بھجوا سکتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کمزور ساتھیوں کے لئے دعا کرنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

"نماز کے قیام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور پھر اپنی اولاد کی نمازوں کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ ان کی عبادات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ اس طرف بھی توجہ دینا ایک راعی (نگران) کی حیثیت سے، گھر کے نگران کی حیثیت سے تمہارا فرض ہے اور پھر اس میں من حیث الجماعت، افراد جماعت کو توجہ دلائی گئی ہے کہ ایک دوسرے کے لئے دعا کریں اپنے والدین کے لئے بھی اور تمام مومنین کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں جس دن کہ حساب قائم ہو گا"

اپنے کام میں برکت کے لئے خلیفۃ المسیح کو بھی دعا کے لئے لکھا جائے۔

سامعین! مساجد میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کے لئے مجلس عاملہ انصار ماہانہ ایک اجلاس بلانے اور جائزہ لینے کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"تنظیمیں نسبتاً زیادہ بیدار رہ سکتی ہیں اگر وہ ایک معین پروگرام بنالیں کہ ہر ہفتہ یا ہر مہینے میں ایک دفعہ اسی موضوع پر بیٹھا کریں ایک مجلس عاملہ کا اجلاس مقرر ہو جائے ہمیشہ کے لئے آج سے جس کا موضوع سوائے نماز کے کچھ نہ ہو۔ اس دن لجنہ بھی نماز کے اوپر غور کر رہی ہو، خدام بھی نماز پر غور کر رہے ہوں، انصار بھی نماز پر غور کر رہے ہوں اور **یہ فیصلہ کر لیں ہمیشہ کے لئے کہ اب ہم نے ہر مہینے کم از کم ایک مرتبہ اس موضوع پر بیٹھنا ہے، غور کرنا ہے** اور جہاں حالات ایسے ہیں کہ ہر مہینے نہیں بیٹھ سکتے وہاں 02 مہینے مقرر کر لیں، تین مہینے مقرر کر لیں مگر جہاں مقرر کر لیں پھر اس پر قائم رہیں، اس پر صبر دکھائیں اور وہ ہر دفعہ جائزہ لیا کریں کہ کتنے ہمارے Gains ہیں یعنی کتنا ہمیں فائدہ پہنچا ہے اس عرصے میں کتنے

نمازی بنائے کتنوں کی نمازوں کی حالت ہم نے درست کی ، کتنوں کو نماز میں لطف حاصل کرنے کے ذرائع بتائے اور ان کی مدد کی"

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس حکم کی تصدیق فرمائی ہے۔

میرے بھائیو! ہر مجلس کی سطح پر تربیتی کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ کم از کم ایک اجلاس ہو۔ جس میں نماز میں سست انصار کو باجماعت نمازی بنانے کے لئے لائحہ عمل بنایا جائے اور ممبران کمیٹی نمازوں میں سست انصار کے گھروں کا دورہ کریں۔

نمازوں میں سست انصار کو الگ سے چائے پر مدعو کریں

ہم نے ایک موثر ذریعہ یہ بھی دیکھا ہے کہ نمازوں میں اور خدمت دین میں سست اور کمزور انصار کو کسی کے گھر چائے پر مدعو کیا جائے۔ تو ان کو نمازی بنانے میں آسانی رہے گی۔

نماز سنٹرز کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جو لوگ جمعہ پر یا نماز پر نہیں آسکتے ان تک جمعہ اور نماز کو پہنچادیں یعنی کوئی بے نمازی نہ رہے۔

اس ارشاد کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ نماز سنٹرز کا قیام ضروری ہے۔ جتنے زیادہ سنٹرز ہوں گے اتنے ہی باجماعت نمازی بڑھیں گے۔ صحابہؓ تو جنگل میں بھی نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

ایک بدری صحابیؓ حضرت عتبان بن مالکؓ قبیلہ بنی سالم میں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ بارشوں کے دنوں میں راستہ میں ایک نالہ تھا جسے عبور کرنا مشکل تھا۔ آپ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر میں نماز سنٹر بنایا جس کا افتتاح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 20 اکتوبر 2013ء کو نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ آسٹریلیا کی میٹنگ پر قائد صاحب تربیت کو انصار کی نمازوں کا ریکارڈ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

مساجد میں اگر کمیونٹی سنٹر بنانے کی گنجائش ہو تو وہاں Indoors کھیلوں کا انتظام کر کے نمازیوں کی حاضری بڑھائی جاسکتی ہے۔

نئی ایجادات کو بروئے کار لا کر نمازیوں کی حاضری بڑھانے کی کوشش بھی کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے آج کل نت نئی ایجادات مہیا کر دی ہیں جن کے منفی اور مثبت دونوں اثرات ہیں۔ مثبت معنوں میں ہم جہاں اپنے موبائل فونز کو دیگر تربیتی و عملی سرگرمیوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ نماز کے اوقات بتانے کے لئے Apps بنائی جاسکتی ہے۔ Play Store میں جا کر اذان کو یا الارم کو Set کیا جاسکتا ہے۔ میسجز کے ذریعہ نمازوں کے اوقات اپنے ساتھیوں کو بتائے جاسکتے ہیں۔ آج کل تو مختلف موبائل کمپنیوں نے پیکجز جاری کئے ہیں ان سے استفادہ کر کے انصار کو نمازوں سے آگاہ کیا جاسکتا ہے اور نماز کی اہمیت و برکات بارے قرآن، حدیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے ارشادات Share کئے جاسکتے ہیں۔

انصار بھائی! نماز میں لذت و سرور حاصل کرنے کے واقعات بھی اجلاسات میں Share کریں

جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کے نماز میں لذت و سرور حاصل کرنے کے واقعات بیان ہوں۔ احمدی گھرانے اپنے خاندان کے بزرگوں کے واقعات بھی بیان کر سکتے ہیں جو نوجوانوں کی سطح پر زیادہ موثر ہونگے۔ اس طرح کے واقعات واٹس ایپ کے ذریعہ بھی Share ہو سکتے ہیں۔

قرآن و احادیث اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کے خطبات و خطابات میں نماز باجماعت کے قیام کی برکات و انعامات کے تذکرے بھی ہیں اور تنبیہی پیغامات بھی ہیں لیکن نمازوں کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے برکات اور انعامات کے تذکرے فائدہ مند ثابت ہونگے۔ جیسے صحیح وضو کرنے، مساجد کی طرف قدم اٹھنے، تکبیر سے قبل نماز میں شمولیت کی برکات کا ذکر ہو کہ اللہ تعالیٰ گناہ بخش دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "نماز امام ہے نہ کہ ماموم"۔ جب تکبیر ہو جائے تو کوئی اور کام کرنا منع ہے بلکہ جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو نوافل بھی منع ہیں۔ حضرت ملک سیف الرحمن صاحب مرحوم مفتی سلسلہ، ترمذی کتاب الطہارۃ کی ایک حدیث "تَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَ تَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ" کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

یعنی اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز کے علاوہ کوئی اور بات یا کام کرنا منع ہو جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک جگہ فرمایا ہے۔

"ڈیوٹی کے بہانہ سے نمازیں ضائع نہ ہوں"

پھر آپ نے 2016ء کے دورہ کینیڈا کے دوران نیشنل مجلس عاملہ کے اجلاس میں سیکرٹری صاحب تربیت کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

"عاملہ کے ممبران ساری رات بھی جاگیں تو اُن کا فرض ہے کہ فجر کی نماز پڑھ کر سوئیں۔ اور اگر نیند نہیں آتی تو نہ سوئیں۔ یہ تو بہانے ہیں۔ یہ سب Flimsy excuses ہیں۔ ایسے لوگ جو یہ کہتے ہیں چاہے وہ لوکل عاملہ کے ممبر ہیں یا ریجنل عاملہ یا مرکزی عاملہ کے ان کو دو دفعہ وارننگ دیں کہ یہ کوئی بہانہ نہیں ہے اور تیسری دفعہ امیر صاحب کو خط لکھیں اور اس کی کاپی مجھے بھی بھیج دیں۔ ایسا شخص پھر عاملہ کا ممبر بھی نہیں رہ سکتا، کہہ دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا کہ اللہ کو تیرے کام تیری نمازوں سے زیادہ پسند آئے یا اسی قسم کے الفاظ ہیں۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے تھا، میرے اور آپ کے لئے نہیں تھا"

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر ذرا غم پہنچتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے"

آج کل جماعت جس تکلیف دہ اور مشکل دَور سے گزر رہی ہے۔ اس کے ازالہ کے لئے نمازوں کی طرف ترغیب بھی ضروری ہے۔ اسی لئے ہمارے موجودہ حضور ایدہ اللہ نے صدقات، استغفار اور نماز باجماعت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اسی طرح ایک اور بات کی طرف بھی اس حوالے سے توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ایک عام احمدی اور ایک عہدیدار میں بھی جو فرق ہے وہ عہدیداروں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے اور نمازوں کے قیام کے لئے بھی اور دوسری نیکیاں بجالانے کی طرف بھی اپنے نمونے قائم کریں۔ تبھی ایک عام احمدی جو ہے اس کی بھی اس طرف توجہ ہو گی"

اللہ تعالیٰ نے ہمارے بہت ہی پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے افضال اور نعماء کی بارش کی تو سورۃ الکوثر کا نزول فرما کر فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ کا حکم دیا کہ جو کوثر تجھے عطا کی گئی ہے اس کے شکرانے کے طور پر اپنے رب کی نماز ادا کر اور قربانی کر۔

یہ پیغام ہم تمام احمدیوں کے لئے بھی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور انعام ہیں۔ ان کے شکرانے کے لئے نمازیں پڑھنا اور قربانی دینا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی فرمایا۔

"ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے"

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز موجودہ حالات کے تناظر میں جماعت کو خصوصی توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک چیز جس کی طرف دنیا کے ہر احمدی کو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے عبادات، صدقات اور استغفار کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا۔ یہی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رحم کو جوش میں لاتی ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہے"

انصار بھائیو! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ایک خطبہ سے ارشادات پیش کرتا ہوں جن میں انصار کو ان کی ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ فرماتے ہیں۔

❖ "نمازوں کا حق ادا کرنا کیا ہے؟ بہت سے لوگ جو خاص طور **انصار اللہ کی تنظیم** میں پہنچے ہوئے ہیں نمازیں تو پڑھنے والے ہیں لیکن ان کی اولادیں ان سے نالاں ہیں۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی نمازوں کی نگرانی بھی ماں باپ کا فرض ہے"

❖ "چالیس سال کی عمر جیسا کہ میں نے کہا۔ بڑی پختگی کی عمر ہے لیکن اس عمر میں اگر ہم جائزے لیں تو بہت سے ایسے لوگ نکل آئیں گے جو اپنی نمازوں کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔ اپنے فرائض کو ادا نہیں کر رہے ہوتے۔ تو پھر اپنے بچوں سے کس طرح امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ نیکیوں پر قائم ہوں۔ یا ان کی کیا ضمانت ہے کہ وہ احمدیت کے ساتھ جڑے رہیں گے۔"

❖ ”**انصاراللہ** کا نام جو چالیس سال سے اوپر کے مردوں کی تنظیم کو دیا گیا ہے اور جو پیغام نَحْنُ اَنْصَارُاللّٰہ کے اعلان میں ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر غیر معمولی قربانی پیش کرنے کے لئے بھی تیار ہیں اور دین کے قیام کے لئے ہم اپنی ہر کوشش اور ہر صلاحیت اور ہر ذریعہ بروئے کار لانے کے لئے تیار ہیں“

❖ ”انصار اللہ کی عمر ایک تو پختہ عمر ہے اس میں عارضی اور جذباتی کوششوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ اپنے مستقل جائزے لیتے ہوئے اس حق کو ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جس کا ادا کرنا ہم پر فرض ہے۔ دعاؤں کا حق، نمازوں اور نوافل کے ذریعے ہی صحیح طور پر ادا ہو سکتا ہے“

(خطبہ جمعہ یکم اکتوبر 2010ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ممکنہ ذرائع کو بروئے کار لا کر مساجد اور نماز سنٹرز میں نمازیوں کی تعداد بڑھانے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿43﴾ ﴿مشاہدات۔953﴾

مساجد کے آداب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ

(اعراف:32)

اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

رغبتِ دل سے ہو پابند نماز و روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

پیارے بچو! مجھے نہایت اختصار سے آپ بچوں کے سامنے اللہ کے گھر جس کو ہم مسجد، بیتُ الذکر بولتے ہیں کے آداب رکھنے ہیں۔ ہر انسان کی کوئی نا کوئی پسندیدہ جگہ ہوتی ہے۔ جہاں ان کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ جیسے ہم بچے ہیں۔ ہم میں سے بعضوں کو کرکٹ گراؤنڈ بہت پسند ہوگی، کسی کو فٹبال گراؤنڈ اور کسی کو عزیز و اقارب میں سے نانا نانی کا گھر اچھا لگتا ہوگا۔ بعضوں کو دادا دادی کا گھر اچھا لگے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک ذات ہے، ایک وجود رکھتا ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔ اس کو اپنا بنایا ہوا گھر پسند ہے جسے مسجد، عبادت گاہ یا بیتُ الذکر کہتے ہیں۔ چونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ بہت پیارا ہے اس لیے اُس کی پسندیدہ جگہ، ہماری پیاری جگہ ہے اور لگنی بھی چاہیے۔ مسجد ہم مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ جہاں ہم اللہ کے حضور جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں کیونکہ مسجد کے لغوی معنی بھی سجدہ کرنے کی جگہ کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مساجد کو پسندیدہ جگہ اور بازاروں کو ناپسندیدہ جگہ قرار دیا ہے۔

پیارے بچو! جو آیت مَیں نے اوپر تلاوت کی ہے اُس میں پہلا ادب اس مبارک اور مقدّس جگہ کو صاف ستھرا رکھنا بیان ہوا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ہم انسان جس جگہ رہتے ہیں۔ اس کو صاف ستھرا رکھنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ حتّٰی کہ ہمارے ارد گرد ماحول میں بسنے والے جانور، چرند پرند بھی اپنی ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ آج کل تو چرند پرند اور جانوروں کے متعلق معلومات مختلف نیشنل جیوگرافک ٹی وی چینلز پر لگی رہتی ہیں۔ ہم جب بغور اِن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان جانوروں میں بہت خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جیسے چرند پرند کے گھونسلوں کو ہی دیکھیں تو یہ پرندے اندر سے گندگی باہر لاتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بھیٹ وغیرہ باہر آکر کرتے ہیں۔ بلّی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنی پاٹی کو مٹی سے چھپا دیتی ہے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے۔ ہمیں تو بدرجہ اولیٰ اپنی رہنے کی جگہوں کو صاف سُتھرا رکھنا ہے۔ بالخصوص اللہ کے پیارے گھر کو۔ جہاں صاف ستھرے کپڑے پہن کر جانا چاہیے۔ ہماری جرابیں دُھلی ہوئی ہوں تا ان کی بدبو دوسرے نمازیوں کے لیے بے سکونی کا باعث نہ بنے اگر ممکن ہو اور خوشبو میسر ہو تو اس کے لگا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ لہسن، پیاز اور بدبودار کوئی چیز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیے۔

پیارے بچو! ہمارے پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جگہ، ہر مجلس اور ہر مقام پر جانے کی دعائیں سکھلا رکھی ہیں۔ اللہ کے گھر مسجد میں داخل ہوتے وقت نمازیوں کو نہایت مہذب انداز میں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ" کہنا چاہیے۔ اگر نماز باجماعت ہو رہی ہو تو پھر سلام بلند آواز سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقعہ ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کی دعا پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ اللہ کے نام سے، اُس کی سلامتی ہو اللہ کے رسول پر، اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور اپنی رحمت کے دروازے مجھ پر کھول دے اور مسجد سے باہر آتے ہوئے رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ کے الفاظ کہنے چاہئیں یعنی فضل کے دروازے کھلنے کی استدعا اللہ تعالیٰ سے کرنے کا حکم ہے۔

پیارے بچو! ان الفاظ میں معمولی سی تبدیلی میں بڑی حکمت ہے۔ ہم جب مسجد میں داخل ہوں تو اللہ کی عبادات کی توفیق اُس کے پورے اصول وضوابط سے کرنے کی دعا مانگیں جو رحمتِ الٰہی میں آتی ہے اور مسجد سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ کا فضل مانگیں۔ یعنی کاروبار اور دیگر ضروریاتِ زندگی میں برکت مانگیں۔ یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے ہمیں سورۃ الجمعہ میں وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (آیت 11) کے الفاظ میں سمجھایا کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد فضلِ الٰہی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں۔

پیارے بھائیو! مسجد کی طرف آرام اور آہستہ آہستہ بڑھنا چاہیے، دوڑ کر یا تیز تیز چل کر نہ آئیں۔ مسجد میں داخلے سے قبل بایاں پاؤں جوتے سے پہلے اُتاریں اور مسجد میں دایاں پاؤں پہلے اندر رکھیں۔ اور نکلتے وقت بایاں پاؤں پہلے مسجد سے نکالیں اور جوتا پہنتے وقت دایاں جوتا پہلے پہنیں۔ مسجد میں خاموشی سے بیٹھ کر تسبیح و تحمید اور درود شریف پڑھنے میں وقت گزاریں اور اگر ممکن ہو تو مسجد میں داخل ہونے پر دو نفل ادا کریں۔ جسے "تحیّۃُ الصلاۃ" بولتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کو جنت کے باغ کہا ہے جس طرح باغات میں ہم کچھ کھا پی لیتے ہیں۔ اسی طرح مسجد میں تسبیح و تحمید کرنا چاہیے۔ یہ جنت کے باغ کے پھل ہیں۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں بہت دفعہ ہمیں توجہ دلائی ہے جیسے ایک موقع پر فرمایا کہ

"سب سے اہم عمارات مساجد ہیں۔ مسجد کے ماحول کو پھولوں، کیاریوں اور سبزے سے خوبصورت رکھنا چاہیے... اِس کے ساتھ ہی مسجد کے اندر کی صفائی کا بھی خاص اہتمام ہونا چاہیے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 272)

پھر فرمایا:

"زینت ظاہری کے بارہ میں اور نماز میں توجہ رکھنے کی وجہ سے وضو کا بھی حکم ہے۔ اس سے ایک تو صفائی پیدا ہوتی ہے دوسرا ذرا آدمی ایکٹو ہو جاتا ہے۔"

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 364)

پھر موبائل فون کے حوالے سے آپ نے فرمایا کہ

"نمازوں کے دوران اپنے موبائل فون بند رکھیں... بعضوں کو عادت ہوتی ہے کہ فون لے کے نمازوں پر آجاتے ہیں اور پھر جب گھنٹیاں بجنا شروع ہوتی ہیں تو بالکل توجہ بٹ جاتی ہے نماز سے"

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 195)

اللہ تعالیٰ ہمیں مساجد کے حقوق اور اِس کے آداب کو ہمیشہ مدّ نظر رکھنے کی توفیق دیتا رہے۔ آمین

(کمپوزڈ: عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴿44﴾ ﴿مشاہدات۔57﴾

تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت، برکات اور آداب

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت، برکات اور آداب**

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی پیاری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ جس کو دنیا بھر میں کروڑوں لوگوں نے حفظ کر رکھا ہے اور اتنی ہی تعداد میں مسلمان اِسے روزانہ پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس مبارک کتاب کی تلاوت کی بہت برکات ہیں۔ اس کا ایک لفظ پڑھنے سے 10 نیکیاں پڑھنے والے کے حق میں لکھی جاتی ہیں اور 10 بدیاں اس کے اعمال نامہ سے مٹادی جاتی ہیں۔

سامعین! اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کتاب کی فضیلت، برکات اور آداب تلاوت مختلف جگہوں پر بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا۔ الرُوح الامین یعنی جبرائیلؑ نے اِسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اتارا ہے۔ یہ لوح محفوظ اور کتاب مکنون ہے۔ یہ کتاب مسطور اور الفرقان ہے۔ یہ ذکر مبارک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی لفظی و معنوی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور گزشتہ تمام صحیفوں کی ہر بہترین تعلیم اس میں جمع کر دی گئی ہے۔ اس قرآن میں شفاء ہے اور مومنوں کے لیے رحمت ہے۔ قرآن فصیح و بلیغ زبان میں نازل ہوا گویا فصاحت و بلاغت کا مرقع ہے۔

سامعین! جہاں تک تلاوت قرآن کے فضائل اور برکات کا تعلق ہے اس حوالہ سے پہلی آیت سورۃ بنی اسرائیل 79 بیان کی جاسکتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا

ترجمہ: فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اُس کی گواہی دی جاتی ہے۔

یعنی فجر کی تلاوت کو اہمیت دیا کرو۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے یعنی پڑھا ہوا قرآن آخری روز انسان کے سامنے پیش کیا جائے گا اور ایک مقام پر رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (المزمل:5) کہہ کر ایک مسلمان کو توجہ دلائی کہ قرآن کو خوش الحانی سے پڑھا کرو۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ بابرکت کتاب نازل ہوئی نہ صرف خود اس کی تلاوت فرمایا کرتے۔ اپنے نوافل نمازوں کی ایک ایک رکعت میں سورۃ البقرہ اور سورۃ ال عمران پڑھا کرتے تھے بلکہ خوش الحان صحابہ کو بُلوا کر اُن سے قرآن سننا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"جو شخص قرآن مجید خوش الحانی سے اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 219)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ قرآن مجید سناؤ۔ میں نے حیران ہو کر عرض کیا۔ حضور! میں آپ کو قرآن سناؤں! حالانکہ قرآن آپؐ پر نازل کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ تب میں نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا کہ "کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امّت میں سے گواہ لائیں گے اور ان سب پر تجھے گواہ بنائیں گے۔" آپؐ نے فرمایا بس کر دو۔ تلاوت ختم کر کے جب میں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 220)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔

(کنز العمال حدیث نمبر:41496)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کے اوقات میں اس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرو اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دو اور اس کے الفاظ کو صحیح طریق سے پڑھو اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس کی وجہ سے کسی دنیاوی فائدے کی خواہش نہ کرنا۔ بلکہ خدا کی خوشنودی کے لئے اس کو پڑھنا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

پھر ایک دفعہ صحابہ سے مخاطب ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اہل قرآن! قرآن پڑھے بغیر نہ سویا کرو اور اس کی تلاوت رات کو اور دن کے وقت اس انداز میں کرو جیسے اس کی تلاوت کرنے کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس کے مضامین پر غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 222)

سامعین! اب میں آپ کے سامنے ارشاداتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رکھتا ہوں جن سے تلاوت قرآن کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ فرمایا:

"قرآن شریف تدبر و تفکّر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارِیٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰن۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 157 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے، نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتا لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور قاف اور عین کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا بھی ایک اچھی بات ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پھر تلاوتِ قرآن کی اصل غرض بیان کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب وغریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدّ نظر نہ رکھا جاوے اس پر پورا غور نہ کیا جاوے قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429۔ ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

پھر فرمایا:

"پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محبّ کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 283)

پھر جماعت کو یوں نصیحت فرمائی:

"انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے اور جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے۔ جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی... دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمتِ الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 519۔ ایڈیشن 2003ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ جن کو قرآن سے بہت محبت تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تلاوتِ قرآن اپنی ماں کے پیٹ میں سنی ہے اور جب آپؓ جب خلافت کے مسند پر آپ متمکن ہو چکے تھے کسی نے قرآن ہی پڑھاتے رہنے پر اعتراض کیا تو آپؓ نے بڑے جلال سے فرمایا۔ ہاں! مَیں قرآن پڑھاتا رہوں گا۔

اپنی وفات کا وقت قریب آنے پر اپنی بیٹی حضرت امۃ الحیؓ سے کہا کہ اگر میاں محمود خلیفہ بن جائیں تو اُنہیں درس القرآن جاری رکھنے کا کہہ دینا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو اور اس پر عمل کرو"

(الحکم 21 جنوری 1911ء صفحہ 8)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کے ساتھ عشق و محبت کے اتنے ہی معنے نہیں ہیں کہ ایک عمدہ قرآن شریف لے کر اس کی سونے کی جدول بنا کر اور عمدہ جلد کرا کے ایک ریشمی غلاف میں بند کر کے ایک کھونٹی کے ساتھ لٹکا دیا اور کبھی اسے کھول کر بھی نہ دیکھا کہ اس میں کیا لکھا ہے یا اگر کھول کر دیکھا بھی تو اس کی غرض صرف اس قدر سمجھ لی کہ اس کی معمولی تلاوت کافی ہے۔ اگر کوئی شخص اس قدر سمجھتا ہے تو وہ سخت غلطی کھاتا ہے اور وہ قرآن شریف کی عزت اور عظمت کا حق ادا نہیں کرتا اور نہ اس کی تلاوت کے اصل مقصد کو پاتا ہے یاد رکھو تلاوت کا اصل مقصد قرآن شریف پر عمل کرنا ہے اگر کوئی عمل نہیں کرتا اور عملدرآمد کے واسطے اسے نہیں پڑھتا تو اسے کچھ بھی فائدہ اس تعظیم سے نہیں ہو گا۔"

(الحکم 10 اپریل 1904ء)

ایک اور موقع پر فرمایا:

"مَیں نے دُنیا کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور بہت ہی پڑھی ہیں مگر ایسی کتاب دُنیا کی دِلرُبا راحت بخش، لذّت دینے والی، جس کا نتیجہ دُکھ نہ ہو نہیں دیکھی جس کو بار بار پڑھتے ہوئے، مطالعہ کرتے ہوئے اور اس پر فِکر کرنے سے جی نہ اُکتائے، طبیعت نہ بھر جائے اور یا بدخُو دِل اُکتا جائے اور اسے چھوڑنہ دینا پڑا ہو۔"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 34)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت اور اس پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر مسلمان کو چاہیے کہ قرآن کریم کو پڑھے۔ اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے۔ عربی جاننے والوں پر قرآن کریم کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں..... جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآن کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس

مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں، کامیاب نہ ہوں گے۔"

(خلفائے احمدیت کی تحریکات صفحہ 66)

پھر ایک اور موقع پر آپؒ نے فرمایا:

"ہماری جماعت کو چاہیے کہ قرآن کے پڑھنے اور پڑھانے کو اتنا رواج دے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی نہ رہے جسے قرآن نہ آتا ہو"

(الفضل 9/ دسمبر 1947ء)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 5/ اگست 1966ء کو انجمن موصیان اور موصیات قائم کرنے کا اعلان فرمایا۔ اپنے خطبہ جمعہ 4/ اپریل 1969ء میں آپ نے موصیان کو قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کا خاص فریضہ سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا چاہتا تھا کہ یہ تنظیم قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے سے اپنا کام شروع کرے۔"

ہر احمدی بچے کو قرآن پڑھانے کے متعلق 4/ فروری 1966ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا:

"ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دو تین سال کے اندر ہمارا کوئی بچہ ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم پڑھنا نہ آتا ہو۔"

(خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 125)

پھر ایک موقع پر فرمایا:

"اپنی انتہائی کوشش کریں کہ جماعت کا ایک فرد بھی ایسا نہ رہے نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ مرد نہ عورت، نہ جوان نہ بچہ، کہ جسے قرآن کریم ناظرہ پڑھنا نہ آتا ہو۔"

(خطبات ناصر جلد 1 صفحہ 298)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 4 جولائی 1997ء کو کینیڈا میں خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"کلام الٰہی سے محبت ایک ایسی چیز ہے جو نسلوں کو سنبھالے رکھتی ہے... قرآن کریم پر زور دینا اور تلاوت سے اس کا آغاز کرنا بہت ہی اہم ہے۔ مگر تلاوت کے ساتھ ان نسلوں میں، ان قوموں میں جہاں عربی سے

بہت ہی ناواقفیت ہے ساتھ ترجمہ پڑھنا ضروری ہے..... قرآن سے محبت کے بغیر دین سے محبت رکھنا کوئی معنے نہیں رکھتا اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے.....پس تلاوت قرآن کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور سکھانا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کنجی ہے جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی... ہر گھر والے کا فرض ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ دے، قرآن کے معانی کی طرف توجہ دے، ایک بھی گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کے پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآن کریم کو پھر مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہو اس کے ساتھ ملا کر پڑھے... قرآن کریم کے ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہئے کوئی بھی ایسا نہ ہو جس کے پاس سوائے اس کے کہ شرعی عذر ہو جو روزانہ قرآن کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔

تلاوت کا آغاز تلاوت کے برتن قائم کرنے سے ہوتا ہے اور برتن سے میری مراد یہ ہے کہ شروع کر دیں تلاوت پھر رفتہ رفتہ علم بڑھائیں اور تلاوت کو معارف سے بھرنے کی کوشش کریں، معارف سے پہلے علم سے بھرنے کی کوشش ضرور کریں... میں چاہتا ہوں کہ اس صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں روزانہ تلاوت قرآن کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہیں کرو۔"

(الفضل انٹرنیشنل 12؍اگست 1997ء)

سامعین! جہاں تک ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات، فرمودات اور احبابِ جماعت کو تلاوتِ قرآن کرنے اور تدبّر کرنے کا تعلق ہے آپ نے خود اپنی تلاوت کرنے کے متعلق واقفینِ نو اور اطفال و ناصرات کی کلاسز میں متعدد بار بتایا اور احباب و خواتین کو اس اہم امر کی طرف توجہ دلائی۔ ایک موقع پر آپ فرماتے ہیں۔

"ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کوئی قوم قرآن کریم پڑھنے کے لئے اور ایک دوسرے کو پڑھانے کے لئے خدا تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اکٹھی ہوتی ہے تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور رحمت

ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کے گرد حلقے بنا لیتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد۔ کتاب الوتر۔ باب فی ثواب قراءۃ القرآن)

پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہو گا۔ اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ بھی سکھایا ہے، کس طرح پڑھنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ”قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھو اور اس کے غرائب پر عمل کرو۔“ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب فضائل القرآن الفصل الثالث)

(خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ، احباب جماعت کو قرآن کریم کی تلاوت، اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کی نصیحت کرتے ہوئے خطبہ جمعہ 24 ستمبر 2004ء میں فرماتے ہیں:

”ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآن کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔ پھر ترجمہ پڑھیں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر پڑھیں... پس بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی پڑھیں۔ ہر گھر سے تلاوت کی آواز آنی چاہئے۔ پھر ترجمہ پڑھنے کی کوشش بھی کریں اور سب ذیلی تنظیموں کو اس سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے، خاص طور پر انصاراللہ کو کیونکہ میرے خیال میں خلافت ثالثہ کے دور میں ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا۔ اسی لئے ان کے ہاں ایک قیادت بھی اس کے لئے ہے جو تعلیم القرآن کہلاتی ہے۔ اگر انصار پوری توجہ دیں تو ہر گھر میں باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی کلاسیں لگ سکتی ہیں... اللہ کرے کہ ہم خود بھی اور اپنے

بیوی بچوں کو بھی اس طرف توجہ دلانے والے ہوں اور اپنے دلوں کو منور کرنے والے ہوں اور قبولیت دعا کے نظارے دیکھنے والے ہوں۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ انصاراللہ کے ذمّہ خلافت ثالثہ میں یہ لگایا گیا تھا کہ قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کریں، قرآن کریم کی تلاوت کی طرف توجہ دیں۔ گھروں کو بھی اس نور سے منور کریں لیکن ابھی بھی جہاں تک میرا اندازہ ہے انصاراللہ میں بھی 100 فیصد قرآن کی تلاوت کرنے والے نہیں ہیں۔ اگر جائزہ لیں تو یہی صورتحال سامنے آئے گی اور پھر یہ کہ اس کا ترجمہ پڑھنے والے ہوں"۔

(روزنامہ الفضل 7 دسمبر 2004ء)

سامعین! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر تلاوتِ قرآن کریم کے آداب بیان کر دیتا ہوں۔

قرآنِ مجید عزت والا کلام ہے۔ اس لئے اسے پاکیزگی کی حالت میں چُھوا اور پڑھا جائے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کے لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم پاک حال اور پاک دل ہو کر قرآن کریم کو چھوئیں۔ جنبی، محتلم، حائضہ اور مستحاضہ ہونے کی حالت میں قرآن کریم کو نہ پکڑا جائے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے پہلے تعوّذ پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے سے غلطی کا امکان نہیں رہتا۔ ہمیشہ رموز و اوقاف کا لحاظ رکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت بالکل واضح ہوتی اور ہر حرف جدا جدا ہوتا تھا۔

(ترمذی شریف)

قرآن کریم کی ہر روز باقاعدگی کے ساتھ تلاوت کرنی چاہئے۔ اس کے پڑھنے کے لئے وقت کی تخصیص نہیں ہوتی۔ جب بھی وقت میسر ہو اس پاک کلام کو پڑھنا چاہئے۔ انسان جب چاہے اور جس وقت چاہے وہ کلام پاک کی تلاوت کر سکتا ہے۔ لیکن فجر کے وقت قرآن کریم پڑھنا ایک مقبول عمل ہے۔ قرآن کریم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا چاہئے کیونکہ قرآن کریم کی تلاوت دلوں کے زنگ دُور کرتی ہے اور روحانی بیماریوں سے شفا حاصل کرنے میں مدد دیتی ہے۔ قرآن کریم کی آیات میں اتّصال اور مناسبت ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت ترتیب اور ربط کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت درمیانی آواز میں کرنی چاہئے۔ نہ بہت بلند آواز سے اور نہ بہت ہی آہستہ آواز سے۔ قرآن مجید کی تلاوت خشوع و خضوع کے ساتھ کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کو ہمیشہ سوز و گداز اور حضورِ قلب سے

پڑھنا چاہئے۔ قرآن مجید کو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہئے تا کہ اس کے معانی اور مطالب سے واقفیت ہو سکے اور اوامر و نواہی پر عمل کیا جا سکے۔ قرآن کریم کو قوالوں اور گویّوں کی طرز پر نہیں پڑھنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ آپؐ فرماتے تھے۔ تم عربوں کے طریقہ اور ان کے لحن اور لہجہ پر قرآن کریم پڑھا کرو اور ان کی آوازوں کو اختیار کرو۔

(مشکوٰۃ: جلد 2)

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا چاہئے اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ قرآن مجید سننا چاہئے تا کہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے حصہ حاصل کیا جا سکے۔ قرآن مجید کو اس یقین کے ساتھ پڑھنا چاہئے کہ اس کے اندر معارف اور علوم کے غیر محدود خزانے ہیں اور یہ "**شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ**" کا مصداق ہے اور فتنوں سے بچنے کا ایک بھاری ذریعہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت اگر سجدے کی آیات آجائیں تو خواہ انسان کھڑا ہو یا بیٹھا ہوا سے سجدہ تلاوت بجالانا چاہئے۔ بامر مجبوری بعد میں بھی سجدہ کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرنا چاہئے تا کہ ہم حاملین قرآن بن کر خدا تعالیٰ کے مقرب شمار کئے جا سکیں۔ قرآن کریم پڑھ کر، یا سیکھ کر یا حفظ کر کے بھلانا نہیں چاہئے۔ تلاوت کرتے وقت جہاں عذاب کا ذکر ہو وہاں یہ دعا کرنی چاہئے۔ **اَللّٰهُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا**۔ اے اللہ! ہم کو عذاب میں مبتلا نہ کر اور جہاں جنت کا ذکر ہو تو دعا کریں۔ **اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ** اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔

قرآن کریم پڑھانے کا معاوضہ نہ طلب کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ **وَلَا تَعْجِلُوْا ثَوَابَهٗ** اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو۔ کیونکہ آخرت میں اس کے لئے بڑا اجر ہے۔ قرآن کریم کو عزت و احترام کے ساتھ بلند جگہ پر رکھنا چاہئے تا کہ آتے جاتے ہوئے اس کی طرف پشت نہ ہو۔ رکوع اور سجود میں قرآنی آیات کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے بلکہ عبودیت کے رنگ میں رنگین ہو کر اپنی زبان میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ سجدہ اور رکوع فروتنی کا وقت ہے اور قرآن کریم بزرگ و برتر اور خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام عظمت کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے نماز میں ہمیشہ کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجدہ انتہائی تذلل کا مقام ہے۔

قبروں پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے اور احادیث سے بھی یہ بات ثابت نہیں کہ کبھی صحابہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا ہو۔ میت کے لئے صف بچھا کر اور بیٹھ کر قرآن کریم

نہیں پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت نہیں۔ یہ بدعت ہے اور رسم ہے اور نہ ہی روٹیوں پر قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ یہ سب بدعت کے دروازے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"سمجھ کر قرآن کریم کی تلاوت ہونی چاہئے۔ قرآن کریم کا ادب بھی یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ اگر اچھی طرح ترجمہ آتا بھی ہو تب بھی سمجھ کر، ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے تاکہ ذہن اس حسین تعلیم سے مزید روشن ہو... جتنی بھی سمجھ ہے، بعض تو بڑے واضح احکام ہیں، سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی بھی اچھی بات کا یا نصیحت کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے جب وہ نصیحت پڑھ یا سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو رہی ہو گی۔ کیونکہ تلاوت کا ایک مطلب پیروی اور عمل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمادیا ہے کہ یہ قرآن میں نے تمہارے لئے، ہر اس شخص کے لئے جو تمام نیکیوں اور اچھے اعمال کے معیار حاصل کرنا چاہتا ہے اس قرآن کریم میں یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے تمام اصول اور ضابطے مہیا کر دیئے ہیں۔ ہر قسم کے آدمی کے لئے، ہر قسم کی استعداد رکھنے والے کے لئے، اور نہ صرف یہ کہ جیسا کہ مَیں نے کہا کسی خاص آدمی کے لئے نہیں رکھے ہیں بلکہ ہر طبقے اور ہر معیار کے آدمی کے لئے رکھے ہیں۔ اور اس میں ہر آدمی کے لئے نصیحت ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق سمجھ لے۔ فرمایا کہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:18) اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنادیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ اب یہ ہمارے پر ہے کہ ہم اس تعلیم کو کس حد تک اپنے اوپر لاگو کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 21/ اکتوبر 2005ء)

۞۞۞۞

﴿45﴾ ﴿مشاہدات۔3﴾

تلاوت قرآن پاک اور بعض مسنون کلمات

رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کثرت سے ہو رہی ہوتی ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احباب کے سامنے ایسے کلمات رکھے جائیں جو کسی آیت یا آیت کے ٹکڑے کے اختتام پر پڑھنا مسنون ہے۔

- غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ (الفاتحہ:7)

(مسنون الفاظ) آمین

ترجمہ: اے اللہ! میری دعا قبول فرما۔

(قرآن کریم میں جہاں کہیں دعائیہ کلمات آئیں وہاں ''آمین'' کہنا چاہئے)

- فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (البقرہ:19)

(مسنون الفاظ) رَبِّ اغْفِرْلِي اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ: اے میرے رب! میرے گناہ معاف فرما۔ اے اللہ! جو ہمارا رب ہے تمام حمد تیرے لئے ہے۔

- شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران:19)

(مسنون الفاظ) وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ اَنْتَ رَبِّ وَاَنَا اَشْهَدُ بِهٖ

ترجمہ: اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو میرا رب ہے۔

- وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا (بنی اسرائیل:112)

(مسنون الفاظ) اَللّٰهُ اَكْبَرُ یا تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

(تفسیر ابن کثیر عربی جلد 3 صفحہ 70)

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے۔

یا

ترجمہ: میں اس ذات پر جو زندہ ہے جس پر موت وارد نہیں ہوتی توکل کرتا ہوں۔

(جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور تکبیر کا ذکر ہو وہاں "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" کہنا چاہئے)

- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (الفتح:30)

(مسنون الفاظ) صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی سلامتی ہو محمدؐ پر اور آپؐ کی آل پر۔

- فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (الرحمٰن)

(مسنون الفاظ) لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ

(ترمذی ابواب التفسیر سورۃ الرحمٰن)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کی بھی تکذیب نہیں کرتے تمام حمد تیرے لئے ہے۔

- اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ (الواقعہ:60)
- اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (الواقعہ:65)
- اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (الواقعہ:70)
- اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ (الواقعہ:73)

(مسنون الفاظ) بَلْ اَنْتَ یَا رَبِّ

ترجمہ: یقیناً اے میرے رب!

- فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِیْمِ (الواقعہ:97)

(مسنون الفاظ) سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ (تفسیر ابن کثیر جلد 4 صفحہ 301)

پاک ہے میرا رب بڑی عظمت والا

(جہاں کہیں تسبیح باری تعالیٰ ہو تو تسبیح کرنا مسنون ہے)

- فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (الملک:31)

(مسنون الفاظ) اَللّٰہُ رَبُّ العٰلَمِین

(تفسیر جلالین جلد 3 صفحہ 466 مطبع نظام دہلی)

ترجمہ: اللہ سب جہانوں کو پالنے والا ہے۔

- وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ (المزمل:21)

(مسنون الفاظ) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں

(جہاں کہیں بھی استغفار کا ذکر ہو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہنا چاہئے)

- اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی (القیمہ:41)

(مسنون الفاظ) اَللّٰھُمَّ بَلٰی

(تفسیر ابن کثیر جلد 4 صفحہ 452 عربی مصر)

ترجمہ: ہاں اے اللہ! یقیناً

- فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ (المرسلٰت:51)

(مسنون الفاظ) اٰمَنَّا بِاللّٰہِ

(الاتقان جلد اوّل عربی صفحہ 106 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: ہم اللہ پر ایمان لائے۔

- یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (النبا:41)

(مسنون الفاظ) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ

میں اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتا ہوں

- سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی (الاعلیٰ:2)

(مسنون الفاظ) سُبْحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی

(جواہر الاحسان تفسیر سورۃ الاعلیٰ)

ترجمہ: پاک ہے میرا ربّ جو بلند شان والا

- ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (الغاشیہ:27)

(مسنون الفاظ) اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 478)

ترجمہ: اے اللہ! میرا حساب آسان کر دے۔

(اگر نماز باجماعت ہو رہی ہو تو حَاسِبْنِيْ کی جگہ جمع کا صیغہ حَاسِبْنَا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے)

- فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا (الشمس:9)

(مسنون الفاظ) اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَ أَنْتَ مَوْلَاهَا

ترجمہ: اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ سے آراستہ فرما، اسے پاکیزگی عطا فرما، تو سب سے بہتر پاکیزگی عطا کرنے والا ہے، تو ہی ولی ہے اور تو ہی مولیٰ ہے۔

- اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ (التین:9)

(مسنون الفاظ) بَلٰى وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ

(جواہر الاحسان تفسیر سورۃ التین)

ترجمہ: ہاں! اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں۔

- فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (النصر:4)

(مسنون الفاظ) سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي

(بخاری کتاب التفسیر)

ترجمہ: اے ہمارے رب! تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے ہی لئے تو ہے۔ تو ہمیں بخش دے۔

- **تلاوت کے دوران جہاں جہاں عذاب کا ذکر ہو۔**

(مسنون الفاظ) اَللّٰھُمَّ لَا تُعَذِّبْنَا

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں عذاب میں مبتلا نہ کرنا۔

- **جہاں جہاں جنت کا ذکر ہو۔**

(مسنون الفاظ) اَللّٰھُمَّ أَدْخِلْنَا فِی رَحْمَتِكَ

(الاتقان جلد 1 صفحہ 106)

ترجمہ: اے اللہ! ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔

- **جہاں سجدہ تلاوت ہو، وہاں سجدہ کرنا اور یہ دعا پڑھنی مسنون ہے۔**

(مسنون الفاظ) سَجَدَ لَكَ رُوحِیْ وَجَسَدِیْ وَجِنَانِیْ

(ترمذی ما یقول فی سجود القرآن جلد 2 صفحہ 106)

ترجمہ: اے اللہ! سجدہ کیا تیرے لئے میری روح نے اور میرے جسم نے اور میرے دل نے۔

یہ دعا بھی پڑھی جاتی ہے۔

(مسنون الفاظ) اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَكَ سَوَادِیْ وَخَیَالِیْ وَآمَنَ بِكَ فُؤَادِیْ

ترجمہ: اے اللہ! میرا جسم تجھے سجدہ کرتا ہے اور میرا دل تجھ پر ایمان لاتا ہے۔

- **قرآن کریم کے اختتام پر "دعائے ختم القرآن" پڑھنی مسنون ہے۔ یہ دعا قرآن کریم کے آخر میں درج ہوتی ہے۔**

۞۞۞۞

﴿46﴾ ﴿مشاہدات۔286﴾

ترجمہ قرآن کریم کی اہمیت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (ص:30)

ترجمہ: عظیم کتاب جسے ہم نے تیری طرف نازل کیا، برکت دی گئی ہے تاکہ یہ (لوگ) اس کی آیات پر تدبر کریں اور تاکہ عقل والے نصیحت پکڑیں۔

قرآں کتابِ رحماں سِکھلائے راہِ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں
ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں اِن سے ملے ولایت

معزز سامعین! میں نے آج اپنی تقریر کے لیے جس موضوع کو چنا ہے وہ ہے "ترجمہ قرآن کریم کی اہمیت"

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو ہمارے لئے ہدایت، علم و عرفان اور زندگی گزارنے کے اصولوں پر مشتمل پیغامات لیے ہوئے ہے۔ لیکن ہمیں کیسے علم ہو کہ قرآنِ کریم ہمیں کیا بتانا اور سکھانا چاہتا ہے؟ یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب قرآنِ کریم کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ ہم اس تعلیمات پر شرح صدر کے ساتھ عمل کر سکیں۔

حضرت ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک شعر میں کیا خوب فرمایا ہے:

مطلب نہ آئے جب تک کیونکر عمل ہے ممکن
بے ترجمے کے ہرگز اپنا نہیں گزارا

سامعین! ہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے گواہ اُسی وقت بن سکتے ہیں جب ہمیں قرآنِ مجید کا علم ہو یعنی اس کے حقائق ومعارف پر آگاہی ہو۔ ہمیں اپنے گھروں کو تلاوتِ قرآنِ کریم سے بھرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ تلاوت کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی پڑھیں تا کہ اُس کے احکام سمجھ میں آئیں۔ گھروں میں بھی بچوں کے سامنے قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ اس کے سمجھنے اور اس کے ترجمے کے تذکرے کریں اور ان کو سکھانے کی کوشش بھی ہو۔ صرف تلاوت کی عادت نہ ڈالی جائے بلکہ ترجمہ پڑھنے کی عادت بھی ہو۔

ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم کو ظاہر کر کے پڑھنے والا، ظاہری طور پر صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور قرآن کریم کو چھپا کر پڑھنے والا خفیہ طور پر صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ پس جیسا کہ روایت میں ہے کہ صدقہ بلاؤں، خطرات اور فتنوں کو دور کرتا ہے، ان کو ٹالتا ہے۔ قرآن کریم کا پڑھنا اور اس طرح پڑھنا کہ اس کی سمجھ بھی آ رہی ہو صدقے کے طور پر قبول ہو گا۔ اور اس کی برکت سے تمام فتنوں سے بھی بچا جا سکتا ہے تمام بُرائیوں سے بھی بچا جا سکے گا اور ابتلاؤں سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھا جا سکے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قرآن کے ماننے والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کے اوقات میں اس کی ٹھیک ٹھیک تلاوت کرو اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو رواج دو اور اس کے الفاظ کو صحیح طریق سے پڑھو اور جو کچھ قرآن میں بیان ہوا ہے ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے اس پر غور و فکر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس کی وجہ سے کسی دنیاوی فائدے کی خواہش نہ کرنا۔ بلکہ خدا کی خوشنودی کے لئے اس کو پڑھنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اور اِس کا مطلب بھی سمجھو۔ اپنی زبان میں بھی دعائیں کر لو۔ قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو۔ بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ 191)

پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"قرآنِ شریف تدبُّر و تفکّر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارِیٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰن۔ یعنی بہت سے ایسے قرآنِ کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآنِ کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اُس پر عمل نہیں کرتا اُس پر قرآنِ مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآنِ کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبُّر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے"۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 157۔ ایڈیشن 2003ء)

سامعین! اس پر عمل ہم اُسی وقت کر سکتے ہیں جب ہمیں قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہو اس کی تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ہو۔ یہ خاص تعلق ہم نے اپنے دلوں میں قرآنِ کریم کے لئے پیدا کرنا ہے۔ بعض لوگوں کے اس بہانے اور یہ کہنے پر کہ قرآنِ شریف سمجھنا بہت مشکل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"بعض نادان لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم قرآنِ شریف کو نہیں سمجھ سکتے"۔ (اس واسطے) اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے کہ یہ بہت مشکل ہے۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ قرآنِ شریف نے اعتقادی مسائل کو ایسی فصاحت کے ساتھ سمجھایا ہے جو بے مثل اور بے مانند ہے اور اس کے دلائل دلوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ یہ قرآن ایسا بلیغ اور فصیح ہے کہ عرب کے بادیہ نشینوں کو جو بالکل اَن پڑھ تھے سمجھا دیا تھا تو پھر اب کیونکر اس کو نہیں سمجھ سکتے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 177۔ ایڈیشن 2003ء)

اس زمانے میں تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمارے لیے اس آخری دور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے جنہوں نے ہمیں ظاہری احکام ہی نہیں بتائے بلکہ قرآنِ کریم کے گہرے حقائق و معارف ہمیں کھول کر بیان کر دیئے۔ لہٰذا اگر ہم قرآنِ کریم کو اس کے ترجمہ اور تفسیر کے

ساتھ غور و فکر سے پڑھیں تو کئی باتیں خود بخود سمجھ میں آنے لگتی ہیں اور آج کل کے دور میں تو لفظی ترجمہ سیکھنے کے کئی ذرائع بھی موجود ہیں ہمیں ان سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو! قرآن شریف پڑھو اس لیے کہ اس پر عمل ہو۔ ایسی صورت میں اگر تم قرآن شریف کھول کر اس کا عام ترجمہ پڑھتے جاؤ اور شروع سے اخیر تک دیکھتے جاؤ کہ تم کس گروہ میں ہو کیا منعم علیہم ہو یا مغضوب ہو یا ضالّین ہو اور کیا بننا چاہیے۔ منعم علیہم بننے کے لیے سچی خواہش اپنے اندر پیدا کرو پھر اس کے لیے دعائیں کرو۔ جو طریق اللہ تعالیٰ نے انعامِ الٰہی کے حصول کے رکھے ہیں ان پر چلو اور محض خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے واسطے چلو۔ اس طریق پر اگر سورۃ فاتحہ ہی کو پڑھ لو تو مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے نزول کی حقیقت کو تم نے سمجھ لیا اور پھر قرآنِ شریف کے مطالب و معانی پر تمہیں اطلاع دینا اور اس کے حقائق و معارف سے بہرہ ور کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ ایک صورت ہے مجاہدہ صحیحہ کی۔"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 4)

سامعین! قرآن کا ترجمہ سیکھنے کے حوالے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہیے کہ خواہ کوئی اسّی برس کا بوڑھا ہی کیوں نہ ہو پھر بھی قرآن کریم کے پڑھنے اور معنی سیکھنے کی کوشش کرے۔ یہ ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ کم از کم قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لے اور انسان باخدا انسان بنے نہ کہ میاں مٹھو بنے۔ قرآن شریف کے معنی نہ سمجھنا اور یونہی پڑھنا میاں مٹھو بننا ہے۔ پس تم ترجمہ سیکھو اور معنی اور مطلب سمجھو تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کیا حکم دیتا ہے، تم قرآن کے بامعنی پڑھنے کی کوشش کرو۔ یہود کی طرح نہ بنو کیونکہ یہ صرف یہود کی (عادت) ہے کہ توریت اُن کے پاس موجود تھی مگر وہ اس کے معنی نہیں جانتے تھے۔ تم مسلمان بنو اور مسلمان ہو کر قرآن کے معنے سیکھو جب سیکھ جاؤ گے تو اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو گے اور جب عمل کرو گے تو خدا کے مقرب بن جاؤ گے"

(خطبات محمود سال 1914ء صفحہ 187)

پھر آپ رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت اور اس پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہر مسلمان کو چاہیے کہ قرآن کریم کو پڑھے۔ اگر عربی نہ جانتا ہو تو اردو ترجمہ اور تفسیر ساتھ پڑھے۔ عربی جاننے والوں پر قرآنِ کریم کے بڑے بڑے مطالب کھلتے ہیں..... جب ایک شخص بار بار قرآن پڑھے گا اور اس پر غور کرے گا تو اس میں قرآنِ کریم کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ پس مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآنِ کریم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ہے جب تک مسلمان اس کے سمجھنے کی کوشش نہ کریں، کامیاب نہ ہوں گے۔"

(خلفائے احمدیت کی تحریکات صفحہ 66)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے زمانے میں دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآنِ کریم کی اشاعت و تراجم کا کام بھی ہوا اور آپؓ کی خواہش یہ تھی کہ دنیا کے وہ ممالک جہاں عربی نہیں سمجھی جاتی وہاں بھی قرآنی انوار پہنچیں اور لوگ اپنی اپنی زبانوں میں قرآنی تعلیمات کا مطالعہ کر سکیں۔ آپ کی خلافت میں سب سے پہلے انتہائی نامساعد حالات کے باوجود انگریزی زبان میں ترجمہ و تفسیر کا کام مکمل ہوا اور آپؓ کی وفات کے وقت چودہ مزید زبانوں میں تراجم کا کام جاری تھا۔

سامعین! آئیں سنیں! حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ترجمہ قرآن سیکھنے بارے کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

"قرآن کریم کا سمجھنا ہمارے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس الٰہی سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے قائم ہی اس لیے کیا ہے کہ قرآن کی تعلیم کو دنیا بھر میں اس رنگ میں پھیلائیں کہ دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے کہ اگر ہم اس دنیا اور اُخروی زندگی کی فلاح چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا ہو گا۔ دنیا میں قرآن کریم کی تعلیم آپ کیسے پھیلا سکتے ہیں جبکہ خود آپ کو ہی اس کا علم حاصل نہ ہو۔ تو جو ہماری پیدائش کی غرض، ہمارے قیام کی غرض اور ہماری زندگی کا مقصود ہے وہ حاصل ہی نہیں ہو سکتا جب تک ہم خود قرآن کریم کو نہ سمجھیں۔"

(خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 211)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مطالب پر غور کرنے کی بہت تحریک فرمائی، جس کے ضمن میں MTA پر آپؒ کی ترجمۃالقرآن کلاس اور ربوہ میں خصوصی کلاسز کا اجراء قابلِ ذکر ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"ہر گھر والے کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی طرف توجہ دے۔ قرآن کے معنی سمجھنے کی طرف توجہ دے ایک بھی آپ کے گھر کا فرد ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآن کریم پڑھنے کی عادت نہ رکھتا ہو اور قرآنِ کریم کے مضامین سمجھ کر پڑھے اور جو بھی ترجمہ میسر ہے اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ پس قرآن کریم کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہیے۔"

پھر آپؒ فرماتے ہیں:

"میں چاہتا ہوں کہ نئی صدی سے پہلے پہلے ہر گھر نمازیوں سے بھر جائے اور ہر گھر میں تلاوتِ قرآنِ کریم ہو۔ کوئی بچہ نہ ہو جسے تلاوت کی عادت نہ ہو۔ اس کو کہیں کہ تم ناشتہ چھوڑ دیا کرو مگر سکول سے پہلے تلاوت ضرور کرنی ہے اور تلاوت کے وقت کچھ ترجمہ ضرور پڑھو، خالی تلاوت نہ کرو۔

ہماری نسلوں کو اگر سنبھالنا ہے تو قرآن کریم نے سنبھالنا ہے۔ تلاوتِ قرآنِ کریم کی عادت ڈالنا اور اس کے معانی پر غور کرنا یہ ہماری تربیت کی بنیادی ضرورت ہے اور تربیت کی کُنجی ہے، جس کے بغیر ہماری تربیت ہو نہیں سکتی۔ قرآنِ کریم کو ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی طرف ساری جماعت کو متوجہ ہونا چاہیے۔ کوئی بھی ایسا نہ ہو جو روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت سے محروم رہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7 جولائی 1997ء)

سامعین! پھر ایک اور موقع پر آپؒ نے فرمایا:

"سب سے پہلے قرآنِ کریم کی طرف توجہ ہے۔ جن گھروں میں باقاعدہ روزانہ قرآنِ کریم کی تلاوت ترجمے کے ساتھ نہیں ہوتی اور ترجمے کے ساتھ قرآن کریم نہیں پڑھایا جاتا آپ بودی نسلیں آگے بھیجیں گے۔ نام کے احمدی رہیں گے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کب تک رہیں اور کام کے کبھی بن بھی سکیں گے یا نہیں۔ مگر جن کو بچپن سے قرآن سکھایا جائے اور قرآن کا... علم ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا قرآن باقی بستی پر غالب آیا کرتا ہے۔ قرآن کو اپنے گھروں پر غالب کر دیں اپنے بچوں پر غالب کر دیں۔ ہر بچے پر یہ فرض کر دیں

کہ وہ قرآن کریم کو سوچے سمجھے اور روزانہ کچھ نہ کچھ اتنا ضرور قرآن کا عرفان حاصل کرے کہ اس کے نتیجے میں اس کی اپنی تربیت شروع ہو جائے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 29؍اگست 1997ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ سورتوں کے مختصر تعارف کے ساتھ تحریر فرمایا جس میں قرآنی معارف کو سمویا۔ آپ کے دور خلافت میں متعدد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہوئے۔ 117 زبانوں میں قرآن کریم کی منتخب آیات کے تراجم صد سالہ جوبلی کے تحفہ کے طور پر شائع کیے گئے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اس (قرآن) کا پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ہدایت دلائل کے ساتھ ہے۔ تم لوگوں کو صرف یہ حکم نہیں دے دیا کہ تم اس کو پڑھو، اس میں ہدایت ہے بلکہ ہر ہدایت کی دلیل دی گئی ہے۔ اس کو سمجھو، پڑھو اور اپنے اوپر لاگو کرو کیونکہ دلائل کے ساتھ سمجھی ہوئی بات پر عمل دل کی گہرائی سے ہو سکتا ہے، حقیقی رنگ میں ہو سکتا ہے۔ اس ہدایت کی روح کو سمجھتے ہوئے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ بَیِّنَات کے ساتھ، دلائل کے ساتھ جو ہدایت ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے اور غیروں کو سمجھانے میں بھی آسانی پیدا ہوتی ہے اور یوں قرآن کریم کے ذریعہ تبلیغ کا، ایک جہاد کا جو حکم ہے وہ بھی پورا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس میں فرقان بھی ہے۔ ایسے ٹھوس اور بیّن دلائل ہیں جو حق اور باطل میں فرق کر دیتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے والا بھی دوسروں سے مختلف نظر آتا ہے۔ جو بھی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کر رہا ہے وہ دوسروں سے بہر حال مختلف نظر آئے گا۔ اس کی عملی اور روحانی اور اعتقادی حالت بھی دوسروں سے نمایاں طور پر اعلیٰ درجے پر پہنچی ہو گی اور قرآن کے مقابل پر جب ہم دوسروں سے بات کرتے ہیں تب بھی جب ہم قرآن کی دلیل سے بات کریں گے تو قرآن کے مقابل پر کوئی اور کتاب یا کوئی اور دین کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں ایسی تعلیمات ہیں، ایسے تاریخی شواہد ہیں، دوسرے دینوں کے مقابل پر ایسے دلائل ہیں جو روز روشن کی طرح اپنی برتری ثابت کر دیتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 11 جولائی 2014ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر بچوں کو قرآن ترجمے کے ساتھ پڑھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن شریف جب آپ پڑھیں پندرہ سولہ سال کی عمر کے بچے ہیں بلکہ 14 سال کی عمر میں بھی۔ اب یہ بڑی عمر کے بچے ہیں، میچور ہو گئے ہیں، سوچیں ان کی بڑی میچور ہونی چاہئیں اس عمر میں آ کے آپ اپنے مستقبل کے بارے میں، اپنے فیچر کے بارے میں بھی سوچنا شروع کر دیتے ہیں تو اس میں خاص طور پر یاد رکھیں کہ قرآن شریف جب آپ پڑھ رہے ہیں تو اس کا ترجمہ سیکھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ یہ بھی ایک حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف جو ہے اس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں۔ یہی مطلب ہے کہ اگر تم لوگ اس کو پڑھو اور اس پر عمل کرو اس کو سمجھو تو تم نیکیاں کرنے کی کوشش کرو گے اور جب تم نیکیاں کرو گے اللہ تعالیٰ تک تم پہنچ سکو گے۔ دعائیں کرنے کا تمہیں موقع ملے گا۔ نمازیں پڑھنے کا تمہیں مزہ آئے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں ان کو سمجھنے کی توفیق ملے گی۔ تو یہ جس طرح میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ صرف طوطے کی طرح یاد کرنا کہ زبانی یاد کر لیا اور بس کافی ہو گیا۔ جو سیکھنا ہے اس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کرنی ہے۔"

(بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 364-365 ایڈیشن انڈیا 2007ء)

ایک اور جگہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ صحیح طور پر قرآنِ کریم نہیں پڑھا جاتا جماعت کو صحتِ تلفظ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ اس طرح پڑھا جائے کیونکہ زیر زبر پیش کی بعض غلطیاں ہو جاتی تھیں کہ ان غلطیوں کی وجہ سے معنے بدل جاتے ہیں یا مفہوم واضح نہیں ہوتا، تو اس طرح آپ نے صحتِ تلفظ کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے بعد جماعت میں اس طرف خاص توجہ پیدا ہوئی۔ لیکن اب اس بات کی ضرورت ہے کہ ترجمۂ قرآن کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ ذیلی تنظیمیں بھی کام کریں، جماعتی نظام بھی کام کرے یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے انصاراللہ یو کے نے شروع کیا ہے یہ انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھی پڑھا رہے ہیں اس سے استفادہ کرنا چاہئے ترجمہ آئے گا تو پھر ہی صحیح اندازہ ہو سکے گا کہ احکامات کیا ہیں؟ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ غور کرو تبھی غور کی عادت پڑے گی۔ عمل کرنے کی طرف توجہ پیدا ہو گی اور یہی تلاوت کا حق ہے۔"

(تلاوت قرآن مجید کی اہمیت اور برکات صفحہ 39)

پھر فرمایا۔

"اب ایسے بہت سے ہیں جن کی تلاوت بہت اچھی ہے۔ دل کو بھاتی ہے لیکن صرف آواز اچھی ہونا ان پڑھنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی جب تک کہ وہ اس کو سمجھ کر نہ پڑھیں۔ کسی بھی اچھی آواز کی تلاوت اُس شخص کو تو فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اچھی آواز میں یہ تلاوت سُن رہا ہو اور اس کا مطلب بھی جانتا ہو۔ جب پیشگوئیوں کے بارے میں سنتا ہے اور پھر اپنے زمانے میں انہیں پُوری ہوتے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بنتا ہے کہ اس زمانے کی پیشگوئیوں کو پورے ہونے کے نظارے دیکھے ..... پھر نئے سائنسی انکشافات ہیں ان کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل لبریز ہوتا ہے، دل بھر جاتا ہے ..... پُرانی قومیں جنہوں نے نبیوں کا انکار کیا اور اس انکار کی وجہ سے ان سے جو سلوک ہوا اس پر خدا کا خوف رکھنے والا قرآنِ کریم کا ترجمہ سمجھنے والا استغفار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس حالت سے بچایا ہوا ہے اور آئندہ بھی بچائے رکھے۔ تو جتنا فہم و ادارک ہو گا اتنا اتنا اللہ تعالیٰ کی کامل کتاب پر ایمان اور یقین بڑھتا چلا جائے گا۔"

(تلاوت قرآن مجید کی اہمیت اور برکات، ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ صفحہ 40)

شکرِ خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے
کیا وصف اُس کے کہنا ہر حرف اُس کا گہنا
دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے
دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسی خوابیں
خالی ہیں اُن کی قابیں خوانِ ہدیٰ یہی ہے

(تیار کردہ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿47﴾ ﴿مشاہدات۔574﴾

درست تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت وضرورت

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (المزمل 5)

قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔

قرآں کتابِ رحماں دکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں

معزز سامعین! آج مجھے درست تلاوتِ قرآنِ کریم کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالنی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاسَ قرآن کریم سیکھو اور اِسے لوگوں کو سکھاؤ۔

(سنن الدارمی، المقدمہ، باب الاقتداء بالعلماء، حدیث نمبر 227)

پھر فرمایا۔ خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

(بخاری۔ کتاب فضائل القرآن)

کہ تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور سکھاتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم قرآن کریم کو عربوں کے لب ولہجہ اور ان کی آواز کی طرح پڑھو۔

(شعب الایمان کتاب التاسع عشر)

قرآن کریم کا صحیح تلفظ سیکھنا اور سکھانا علوم القرآن کے مبارک سفر میں پہلے قدم کا درجہ رکھتا ہے۔ قرآنِ کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس کی تلاوت کرتے وقت بعض امور کو مد نظر رکھنا نہایت ضروری

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِسے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا فرمایا ہے جس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تلاوت میں عربی زبان کے قواعد کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ وہ معروف طریق اور قواعد جن پر عمل کرنے سے ہم قرآن کریم درست تلفظ سے پڑھ سکتے ہیں وہ تجوید و قراءت کا علم ہے۔ یہ نہایت مبارک علم ہے کیونکہ یہ کلامِ الٰہی کی تلاوت سے متعلق ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے معلّم و مدرّسِ قرآن تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ اور محنت سے بہت سے اساتذہ قرآن تیار ہوئے جنہوں نے مختلف علاقوں اور قبائل میں جاکر تعلیمُ القرآن کے چراغ روشن کئے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اگر عربوں کے لئے قراءت سیکھنا ضروری تھا تو ہمیں اس علم کو سیکھنے کی کتنی زیادہ ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قرآن تمہارا محتاج نہیں پر تم محتاج ہو کہ قرآن کو پڑھو، سمجھو اور سیکھو جب دنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم استاد پکڑتے ہو تو قرآن شریف کے واسطے استاد کی ضرورت کیوں نہیں"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 245)

سامعین! قرآن کریم کو خوش الحانی اور عربی لب و لہجہ میں پڑھنا سنت نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کے طریق کے مطابق ہے۔ پس جہاں تک ممکن ہو قرآن کریم کو خوش الحانی سے اور صحیح عربی میں پڑھنا چاہئے۔ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر قراءت کرتے تھے آپؐ ہر حرف جدا جدا کر کے خوبصورتی سے پڑھتے۔ یعنی الحمد للہ رب العالمین پڑھ کر ٹھہر جاتے پھر الرّحمان الرّحیم پڑھ کر ٹھہر جاتے پھر مالک یوم الدین پڑھتے۔

(ترمذی ابواب القراءۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر اور الفاظ کو علیحدہ علیحدہ کر کے اور مدّات کو لمبا کر کے خوبصورتی سے پڑھتے تھے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب مد القراءۃ)

دراصل اسی علم کا نام تجوید ہے جسے عرف عام میں قراءت کہا جاتا ہے۔ یہی ترتیل ہے جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً (المزمل: 5) کہ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر عمدگی سے پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترتیل کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا۔ ”هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ“

(الاتقان فی علوم القرآن)

اور ترتیل سے مراد ہے۔ حروفِ (قرآن) کو خوب نکھار کر واضح پڑھنا اور اس بات کی پہچان ہونا کہ دورانِ تلاوت کب اور کہاں ٹھہرنا ہے۔ علم التجوید کا مقصد اور غرض وغایت یہی ہے کہ قرآنِ کریم صحیح تلفظ سے پڑھا جائے اور حروف کی ادائیگی صحیح کی جائے تا کہ تلاوت کا جو اجر و ثواب مقدر ہے وہ پورے طور پر تلاوت کرنے والے کو عطا ہو۔

قرآن کریم کی تلاوت صحیح تلفظ کے ساتھ سیکھنا ابتدائے اسلام سے لازمی قرار دیا گیا اور اشاعتِ اسلام کے مختلف ادوار میں خلفائے راشدین نے بھی اس سلسلہ میں متعدد اقدامات کئے۔ اس علم کا سیکھنا عربوں کے علاوہ باقی لوگوں کے لئے خصوصاً بہت اہم ہے کیونکہ وہ عربی سے عدم واقفیت کی بناء پر عربی حروف میں فرق و تمیز نہیں کر سکتے اور عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کا تو یہ حال ہے کہ بعض دفعہ آواز کے معمولی اُتار چڑھاؤ سے عبارت کا مفہوم بدل جاتا ہے اور حروف کی آواز بدلنے سے اس کے معانی غلط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً لَا تُؤَاخِذْنَا کے معنی ہیں ”ہمارا مؤاخذہ نہ فرما“ اس میں ”لَا“ کو بے احتیاطی سے پڑھتے ہوئے الف کے بغیر اگر ”لَ“ پڑھا جائے اور لمبا نہ کیا جائے تو معنی بنیں گے کہ ”ضرور ہمارا مؤاخذہ کرنا“۔ اسی طرح اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ کا مطلب ہے ”یقیناً تو خدا کے رسولوں میں سے ہے“ اگر ”لَمِنَ“ کی بجائے ”لَامِنَ“ پڑھ دیا جائے تو اس کے معنی ہیں ”تو خدا کے مُرسلوں میں سے نہیں ہے۔“ معاذاللہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ایسے معاملات جو آپکی زندگی کا مقصد ہوں۔ قرآن کریم پڑھانا کوئی معمولی سی بات نہیں۔ قرآن کریم کو سمجھنا پہلے اس کی تلاوت کرنا پھر اسے سمجھ کر اس پیغام کو دنیا بھر تک پہنچانا ایک احمدی کی زندگی کا مقصد ہے۔ پس یہ میری آرزو ہے بلکہ شاید آرزو کا لفظ اس سلسلہ میں درست نہ ہو۔ یہ صرف ایک آرزو نہیں

ہے بلکہ میرا مطمع نظر یہ ہے کہ اسی طرح ہونا چاہیے تمام احمدیوں سے یہ خدا تعالیٰ کا کم از کم مطالبہ ہے۔ چنانچہ ایک احمدی سے خدا تعالیٰ کے کم از کم مطالبہ کے میرے تصور کے مطابق ہر احمدی کو قرآن کریم کی عربی زبان میں تلاوت کرنے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے قابل ہونا چاہیے۔"

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اپریل 1992 صفحہ 24-25)

سامعین! حُسنِ قرأت کا مطلب ہے اچھی آواز سے قرآنِ کریم پڑھنا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنی عمدہ آوازوں کے ساتھ قرآنِ کریم پڑھو کیونکہ اچھی اور عمدہ آواز قرآنِ کریم کو حسن میں بڑھا دیتی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ ہر چیز کے لئے ایک زیور ہوتا ہے اور قرآنِ کریم کا زیور خوش آوازی ہے۔

(معجم الاوسط حدیث نمبر 7531)

پھر آپؐ نے فرمایا: "جو شخص خوش الحانی سے اور عمدگی کے ساتھ قرآن کریم نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔"

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب کیف یستحب الترتیل فی القرآن)

ایک اور موقع پر فرمایا۔ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ

(صحیح البخاری۔ حدیث 7527)

جو قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں سورۃ التین تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ مَیں نے کسی کو اتنا اچھا قرآن پڑھتے نہیں سنا جس کی آواز آنحضورؐ سے زیادہ اچھی ہو۔

(بخاری کتاب الاذان باب القراءۃ فی العشاء)

اچھی آواز سے قراءت میں تاثیر پیدا ہوتی ہے جو سننے والے کو متاثر کرتی ہے۔ اچھی تلاوت کا اثر انسان کے جسم و روح پر پڑتا ہے۔ لیکن قرآنِ کریم پڑھنے کا مقصد صرف اچھی آواز نکالنے تک محدود نہیں رہنا چاہئے۔ یاد رہے کہ خوش الحانی کی خاطر اگر قواعد تجوید بگڑ جائیں۔ حروف کے مخارج اور اوقاف کا خیال نہ

رکھا جائے اور اپنی مرضی کی سُریں نکالی جائیں تو یہ جائز نہیں، خوش آوازی فنِ تجوید سے زائد امر ہے، آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ بعض کی اچھی ہوتی ہے اور بعض کی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو تو تجوید کے قواعد کا خیال رکھتے ہوئے تلاوت کرنا ہی کافی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ایک تقریب کے سلسلہ میں تعلیم الاسلام کالج لاہور میں تشریف لائے تقریب کی کاروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئی جو ایک دوست نے بڑی سریلی آواز میں اور نہایت ترنم اور خوش الحانی سے کی مگر حضرت مصلح موعودؓ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور حضور نے اس کے بعد قرآن کریم کے موضوع پر ہی حاضرین سے خطاب فرمانا شروع کیا۔ حضور نے فرمایا آپ سب کا اس تلاوت کے بارے میں یہی تاثر ہو گا کہ بہت عمدہ اور مترنم اور سریلی آواز میں تلاوت کی گئی ہے مگر جہاں تک عربی زبان کے طبعی اور قدرتی اصولوں اور قواعد وضوابط کا تعلق ہے یہ تلاوت سر تاپا اغلاط سے پُر اور غلط تلاوت تھی اس کے بعد حضور نے عربی زبان کے بعض وہ قواعد وضوابط بیان فرمائے جن کو مد نظر رکھنا تلاوت قرآن کریم کے وقت بہت ضروری ہے۔

(ماہنامہ انصار اللہ ربوہ فروری 1992 صفحہ 18)

سامعین! تلاوت کرتے وقت اگر قراءت کے اصولوں کو مد نظر رکھا جائے تو تلاوت میں ایک طبعی قدرتی ترنم خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اگر عربی کے قواعدِ قراءت کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو وہ تلاوت خواہ کیسی ہی سریلی اور مترنم آواز میں ہو عربی زبان کے قواعد کے لحاظ سے غلط اور غیر صحتمند تلاوت ہو گی۔

قراءت کے شوق میں بعض لوگ "ء" کو "ع"، "ک" کو "ق" اور "ہ" کو "ح" بنا دیتے ہیں۔ اس طرح الفاظ کے سیدھے سادھے تلفظ کو بگاڑ کر ادا کرتے ہیں یہ زیادہ قبیح اور ناپسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ آپ سادہ پڑھ لیں۔ اپنے تلفظ اور لہجے کو درست کریں اور روانی سے تلاوت کی عادت ڈالیں پھر محبت واخلاص اور سوز وگداز کے ساتھ اپنی طبیعت کے موافق آواز بنائیں اور خوش الحانی سے تلاوت کریں۔ تلاوتِ قرآنِ کریم میں حروف کی حرکات کی صحت کو قائم رکھنا ضروری ہے۔ بعض دفعہ چھوٹی سی غلطی سے مضمون میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو جاتا ہے اور معانی بالکل غلط اور الٹ ہو جاتے ہیں۔ جیسے حروف کو صحیح مَخْرَج سے ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے ترجمہ میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر قُلْ کو کُلْ

پڑھنے سے تو کہہ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کے معانی تُو کھا (کُلَا فِیهَا رَغَدًا) کے معانی بن جائیں گے۔ عَلِیْمٌ کو اَلِیْمٌ پڑھنے سے بہت اُلٹ معانی ہو جائیں گے کیونکہ عَلِیْمٌ بہت جاننے والا (اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ) جبکہ اَلِیْمٌ بہت دردناک (وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیمٌ) کے معانی ہیں۔ قَلْبٌ دل (فِی قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ) کو کہتے ہیں جبکہ کَلْبٌ کے معنی کتے کے ہیں۔

سامعین! حضرت علیؓ نے ترتیل اور تجوید کی جو تعریف بیان فرمائی اس کے مطابق ضروری ہے کہ قرآن کریم میں "رموزِ اوقاف" یعنی وقف کی علامتوں سے بھی واقفیت ہو۔ تلاوتِ قرآن کے دوران مختلف مقامات پر وقف کرنے کی تاریخ نزولِ قرآن کے وقت سے شروع ہوتی ہے۔ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تو صحابہ کرامؓ اس سورۃ کے مضامین کے علاوہ اس سورۃ کے اوقاف بھی سیکھتے تھے۔ رموزِ اوقاف بھی اس لئے وضع کئے گئے کہ تلاوت کرنے والوں کو علم ہو کہ کہاں ٹھہرنا ہے اور کہاں ملا کر پڑھنا ہے۔ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ اگر ان امور کا خیال نہ رکھا جائے تو قرآن کریم کے معانی اور مفہوم میں ردّوبدل ہو جاتا ہے۔ مثلاً اردو کے جملے کی مثال پیش کرتا ہوں۔

1۔ رو کو۔۔۔ مت جانے دو۔

2۔ رو کو مت۔۔۔ جانے دو۔

دونوں جملوں کے درمیان وقف کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ علامت وقف کو آگے پیچھے کرنے سے معانی بدل جاتے ہیں بعینہ عربی زبان میں بھی وقف اور وصل کی بہت اہمیت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جولائی 1991 میں انٹرنیشنل مجلس شوریٰ کے موقع پر اپنے خطاب میں اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ افراد جماعت میں قرآن کریم کی درست تلاوت کی اہلیت پیدا کرنے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب الٰہی پڑھو، بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی دن رات جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے

شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔"

(الحکم 17 اکتوبر 1900)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ 16 ستمبر 2005ء میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کے لئے اور فرشتوں کے حلقے میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن کریم پڑھے اور اس کو سمجھے، اپنے بچوں کو پڑھائیں، انہیں تلقین کریں کہ وہ روزانہ تلاوت کریں۔ اور یاد رکھیں کہ جب تک ان چیزوں پہ عمل کرنے کے ماں باپ کے اپنے نمونے بچوں کے سامنے قائم نہیں ہوں گے اس وقت تک بچوں پہ اثر نہیں ہو گا۔ اس لئے فجر کی نماز کے لئے بھی اٹھیں اور اس کے بعد تلاوت کے لئے اپنے پر فرض کریں کہ تلاوت کرنی ہے پھر نہ صرف تلاوت کرنی ہے بلکہ توجہ سے پڑھنا ہے اور پھر بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ وہ بھی پڑھیں، انہیں بھی پڑھائیں۔ جو چھوٹے بچے ہیں ان کو بھی پڑھایا جائے۔"

(الفضل 7 فروری 2006ء)

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے اور اسکی برکات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿48﴾ ﴿مشاہدات۔571﴾

حفظِ قرآنِ کریم کی اہمیت وبرکات

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:18)

اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنادیا۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا

معزز سامعین! آج مجھے حفظِ قرآنِ کریم کی اہمیت وبرکات پر گفتگو کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا پاک کلام قرآنِ کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ منیر پر نازل فرمایا۔ یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ قرآن کریم واحد الہامی کتاب ہے جو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی تحریف سے محفوظ ہے۔ یہ وہ زندہ وجاوداں کلام ہے جس کی حفاظت کا وعدہ خود خدا تعالیٰ نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) میں فرمایا ہے کہ یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ لاکھوں افراد نے اس کو حفظ کرنے کی سعادت پائی۔ یہ فضیلت صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے جب کہ دیگر مذاہب کی کتب کو حفظ کرنے والا دنیا میں کوئی نہیں ملتا۔

نہ ہو کیوں ممتاز اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

احادیث میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات ملتے ہیں۔

فرمایا۔

"جو شخص قرآن کریم کو حفظ کرلے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عذاب نہیں دے گا"

(سنن داری کتاب فضائل القرآن باب فضل من قراء القرآن)

پھر فرمایا۔

"جس شخص کو قرآن مجید میں سے کچھ بھی حصہ زبانی یاد نہیں وہ ایک ویران گھر کی مانند ہے۔"

(جامع ترمذی کتاب فضائل القرآن، حدیث 2913)

قرآن کو حفظ کرنے کی اہمیت بارے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید اِرشادات سنئے۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ

"میری امت کے بہترین لوگ حاملینِ قرآن یعنی قرآن کریم حفظ کرنے والے اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔" (شعب الایمان کتاب فی تعظیم القرآن فصل فی تنویر موضع القرآن جلد 2 صفحہ 556 حدیث نمبر 2703)

فرمایا:

"جس شخص نے قرآن کریم پڑھا پھر اس کو حفظ کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام سمجھا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھرانے کے ایسے دس لوگوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہو۔"

(ترمذی ابواب فضائل القرآن باب ما جآء فی فضل قاری القرآن)

قرآں کتاب رحماں دکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں

سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حفظِ قرآن کی یہ دعا سکھائی۔

"اے اللہ! اے رحمان! میں تیرے جلال اور تیرے چہرے کے نور کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تو میرے دل میں اپنی پاک کتاب کے حفظ کو جس طرح تو نے مجھے سکھایا ہے خوب پختہ کر دے اور مجھے توفیق دے کہ میں اس کو اس طرح پڑھوں جو تجھے راضی کر دے۔"

(جامع ترمذی کتاب الدعوات باب فی دعاء الحفظ حدیث نمبر 3493)

ابتدائے اسلام سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، پھر تابعین اور عام مسلمان کثرت سے قرآنِ کریم حفظ کرتے رہے یہاں تک کہ بعض خاندانوں میں یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہا۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو حصہ قرآن کریم کا نازل ہوتا تھا۔ آپؐ اس کو حفظ کر لیتے تھے اور ہمیشہ قرآنِ کریم کو دہراتے رہتے تھے اس طرح آپؐ ساری وحی کے کامل حافظ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا تاکہ آسانی سے مسلمان اس کو حفظ کر سکیں۔ صحابہ کرامؓ بہت جوش و خروش سے قرآنِ کریم حفظ کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ

"تمام زمانہ نزول میں وحی میں اوّل سے لے کر آخر تک صحابہؓ کی یہ عادت تھی کہ وحی کو فوراً حفظ کر لیا کرتے تھے۔"

(کتاب زبدۃ البیان فی مصاحف عثمان)

مسلمانوں کے لئے روزانہ پانچ وقت کی نماز میں تلاوتِ قرآنِ کریم لازمی امر ہے۔ گویا حفظِ قرآن کو چند حصے ہی سہی کے بغیر عبادات ناممکن ہیں اس لئے بھی قرآن کریم کا حفظ کرنا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقرر امام کے اصول بیان کرتے ہوئے ایک اصول یہ بھی بیان فرمایا کہ لوگوں میں سے وہ نماز کے لئے امام بنے جس کو زیادہ قرآن یاد ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ اپنی کتاب دیباچہ تفسیر القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حفظِ قرآن کی فضیلت پر بڑا زور دیتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ فرماتے تھے جو شخص قرآن کریم کو حفظ کر لے گا۔ قیامت کے دن قرآن اس کو دوزخ میں جانے سے بچائے گا اور اس میں تو کوئی بھی شبہ نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے وہ صحابی دئے تھے جو ہر ثواب کے لئے جان توڑ کوشش کرتے تھے اس لئے جب آپؐ نے یہ اعلان فرمایا تو کثرت کے ساتھ صحابہؓ نے قرآن شریف کو یاد کرنا شروع کیا حتّٰی کہ ایسے ایسے لوگ بھی قرآنِ کریم کو حفظ کرنے کی کوشش کرتے تھے جن کی زبانیں صاف نہیں تھیں اور جن کے علم بہت کمزور تھے۔

ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! مَیں قرآن تو پڑھتا ہوں مگر میرا دل اس کو سمجھتا نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف علمی طبقہ ہی قرآن شریف کو یاد کرنے کی کوشش نہیں کرتا تھا بلکہ عوام الناس بھی قرآن کو حفظ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حفظِ قرآن کا دستور اتنا عام ہو چکا تھا کہ عامی اور دور دور کے علاقوں کے لوگ بھی قرآنِ شریف کو حفظ کرتے تھے۔ چونکہ لوگوں میں حفظِ قرآن کا اشتیاق بہت تیز ہو گیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانے والے اساتذہ کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جو سارا قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھیں اور لوگوں کو قرآن پڑھائیں پھر ان کے ماتحت اور بہت سے صحابہؓ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے اساتذہ کے نام یہ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ۔ حضرت معاذ ابن جبلؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ۔ یہ چار تو وہ تھے جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا آپؐ کو سنا کر اس کی تصحیح کرالی لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔ مہاجر صحابہ میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت عثمان غنیؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت سعدؓ۔ حضرت ابن مسعودؓ۔ حضرت حذیفہؓ۔ حضرت سالمؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت عبد اللہ بن سائبؓ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور عورتوں میں سے حضرت عائشہؓ۔ حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ ان میں سے اکثر نے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآن شریف حفظ کر لیا تھا اور بعض نے آپؐ کی وفات کے بعد حفظ کیا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ صحابہؓ میں سے بہت سے قرآنِ کریم کے حافظ تھے۔ دو ہجری میں بعض قبائل کی درخواست پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر آدمی، لوگوں کو دین سکھانے کے لئے بھیجے تھے جو سب کے سب قرآن کریم کے حفاظ تھے۔ قراء کی تعداد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اتنی بڑھ چکی تھی کہ وہ ہزاروں کی تعداد تک پہنچ گئے تھے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 270-274)

سامعین! آج کے دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی تمنا تھی کہ آپ کی قائم کردہ جماعت قرآن کریم سے وابستہ ہو جائے اور آپ کی یہ بھی دلی خواہش تھی کہ کوئی ایسا انتظام ہو جس کے ماتحت

لوگ قرآن کریم حفظ کریں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانیؓ نے آپ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں ایک حافظِ قرآن مقرر کیا جائے جو قرآنِ مجید حفظ کرائے۔

آپؑ نے فرمایا:

"میرا بھی دل چاہتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے گا کرے گا"

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ 177)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دادا مرزا گل محمد صاحب کے متعلق بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان کے دربار میں پانچ سو حفاظ تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سپاہی وغیرہ ہر قسم کے پیشہ کے لوگ جو ان کے دربار میں تھے ان میں سے ایک کثیر حصہ نے قرآنِ کریم حفظ کیا ہوا تھا۔

(الفضل لندن 4 فروری 2005ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دلی تمنا کی تکمیل کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک کے نتیجہ میں خلافت ثانیہ کے آغاز میں 1920ء سے قبل حافظ کلاس کی ابتداء ہو چکی تھی۔ 1976ء میں اس کا نام تبدیل کر کے "مدرسۃ الحفظ" رکھ دیا گیا۔ اب تک سینکڑوں طلباء اس ادارہ سے قرآن کریم حفظ کر چکے ہیں۔ اسی طرح احمدی بچیوں کو قرآن کریم حفظ کروانے کے لئے عائشہ اکیڈمی قائم ہے۔ اسی طرح دنیا کے مختلف ممالک میں بھی جماعتی انتظام کے تحت بچوں اور بچیوں کو قرآنِ کریم حفظ کروانے کے لئے مدرسے اور اکیڈمیاں قائم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد بار قرآن کریم حفظ کرنے کی تحریک فرمائی ہے۔ اسی طرح یہ تحریک بھی فرمائی کہ ایک ایک پارہ حفظ کیا جائے اور اس طرح تیس آدمی مل کر قرآن کریم مکمل حفظ کر لیں تا رمضان میں نمازِ تراویح میں قرآن مکمل ہو سکے۔ جیسے اپریل، مئی 1922ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت میں حفظ قرآن کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کم از کم تیس آدمی قرآنِ کریم کا ایک ایک پارہ حفظ کریں جس پر کئی احباب نے لبیک کہا۔

(الفضل 4 مئی 1922ء صفحہ 1)

اِسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے 7 دسمبر 1917ء کو وقفِ زندگی کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

"جو لوگ اپنے بچوں کو وقف کرنا چاہیں وہ پہلے قرآن کریم حفظ کرائیں کیونکہ مبلغ کے لئے حافظِ قرآن ہونا مفید ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں اگر بچوں کو قرآن حفظ کرانا چاہیں تو تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔ لیکن جب بچوں کو دین کے لئے وقف کرنا ہے تو کیوں نہ دین کے لئے جو مفید ترین چیز ہے وہ سکھالی جائے۔ جب قرآن کریم حفظ ہو جائے گا تو اور تعلیم بھی ہو سکے گی۔ میرا تو ابھی ایک بچہ پڑھنے کے قابل ہوا ہے اور میں نے تو اس کو قرآن شریف حفظ کرانا شروع کرا دیا ہے۔"

(الفضل 22 دسمبر 1917ء از خطبات محمود جلد 5 صفحہ 612)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"احمدیوں کو جس حد تک قرآن کریم حفظ ہو سکے حفظ کرنا چاہئے اور بالعموم اتنی کوشش تو کرنی چاہئے کہ سارا قرآن کریم نہیں تو ایک پارے کے برابر مختلف جگہوں سے حفظ ہو اور اگر اتنی بھی توفیق نہیں تو بچوں کو کم سے کم چیدہ چیدہ اتنی سورتیں یاد ہو جانی چاہئیں کہ وہ مختلف نمازوں میں مختلف سورتیں پڑھ سکیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 اپریل 1988ء بحوالہ مشعل راہ جلد سوم صفحہ 370)

حضور رحمہ اللہ نے جرمنی میں قرآن کے اُن حصوں کو ازبر یاد کرنے اور اپنے بچوں کو یاد کروانے کی تلقین فرمائی جو حضورؒ نمازوں میں تلاوت فرماتے ہیں۔

پھر فرمایا۔

"ایک بات جو میں نے محسوس کی ہے قرآن مجید کی چھوٹی سورتیں یا بعض آیات یاد کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں ہے اور قرآن کریم کے حفظ کا رواج اٹھ گیا ہے۔ ہر احمدی بچے و بچی کو اس عمر میں اچھے تلفظ کے ساتھ بہت سی آیات یاد ہونی چاہئیں۔ پھر جس کی آواز اچھی ہے وہ بغیر قرآن سامنے رکھے اسے پڑھے لیکن یہ رواج بالکل ختم ہو رہا ہے اور یہ نہایت خطرناک بات ہے.... جو کچھ قرآن یاد کریں اس کی تلاوت کرتی رہا کریں اور جو کچھ یاد ہو اس کا ترجمہ بھی خوب اچھی طرح یاد کریں۔ قرآنِ کریم رٹنے کے لئے نہیں ہے۔ جب مَیں حفظ کی بات کرتا ہوں تو مراد یہ ہے کہ ایسا حفظ ہو کہ اس کے ساتھ ترجمہ بھی حفظ ہو۔"

(الفضل انٹرنیشنل 14 جون 1996ء)

حضرت مولوی شیر علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تفسیر قرآن کریم انگریزی کی Introduction میں تحریر فرمایا ہے کہ

قرآن شریف کی طرزِ عبارت ایسی ہے کہ اس کو آسانی سے یاد کیا جاسکتا ہے اور اپنی جماعت کے تین افراد کی مثالیں تحریر فرمائی ہیں جنہوں نے بڑی عمر میں بہت تھوڑے سے عرصہ میں قرآنِ شریف کو یاد کیا۔ ان میں سے ایک مثال حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے والدِ مرحوم کی ہے۔ دوسری صوفی غلام محمد صاحب کی اور تیسری ڈاکٹر بدر الدین صاحب کی ہے۔ گزشتہ مشاورت کے موقع پر مَیں نے صوفی صاحب کو مبارک باد دی تھی کہ آپ کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ترجمۃ القرآن انگریزی کی Introduction میں فرمایا ہے۔ صوفی صاحب مرحوم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بعد میں فرمایا کہ مجھے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن شریف یاد کرنے کی تحریک فرمائی تھی۔

(الفضل ربوہ 19 مارچ 2001ء)

حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ، حضرت قطب الدین صاحب کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ احمدیت نے ایسی تبدیلی پیدا کی کہ وہ ہر وقت قرآنِ مجید پڑھتے رہتے تھے اور اس طرح قرآن مجید کے حافظ ہو گئے۔

(الحکم 7 مئی 1934ء)

سامعین! قلیل عرصہ میں حفظِ قرآن کی بہت سی مثالیں جماعت میں موجود ہیں۔ جیسے حضرت مولوی حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ نے صرف ایک ماہ میں ایک سفر کے دوران چودہ پارے حفظ کر لئے تھے اور باقی پارے بھی بعد میں حفظ کر لئے۔ حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوریؓ نے ایک ماہ میں۔ حافظ غلام محمد صاحب مبلغ ماریشس نے تین ماہ میں۔ مولانا عزیز الرحمن منگلا صاحب نے سوا تین ماہ میں اور حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ کے والد محترم حضرت چوہدری نصر اللہ خاں صاحبؓ نے ساٹھ سال کی عمر میں چند مہینوں میں۔

حضرت ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس کھیوا باجوہ سیالکوٹ (جو حضرت مسیح موعودؑ کے قدیمی صحابہ میں شامل تھے) ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صحبت میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت ارشاد فرمائیں۔

حضور نے فرمایا:

مولوی صاحب (مَیں) نہیں سمجھتا کہ کوئی چیز کرنے کی ہو اور آپ کر نہ چکے ہوں۔ اب تو حفظ قرآن ہی باقی ہے۔ چنانچہ تقریباً 65 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنا شروع کیا۔ باوجود اتنی عمر ہونے کے حافظ قرآن ہو گئے۔

(الفضل قادیان 21/19 اپریل 1947ء)

سامعین! صحابیاتِ رسولؐ کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیات نے قرآن حفظ کرنے مَیں پیش پیش تھیں۔ حضرت حافظہ زینب بی بی صاحبہؓ کے بارہ میں روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے دریافت فرمایا کہ آپ میں کتنی عورتیں حافظہ قرآن ہیں۔ اس بات نے آپ پر گہرا اثر کیا اور باوجود اِس کے کہ آپؓ کے چھوٹے چھوٹے تین بچے تھے اور زمیندار گھرانہ تھا۔ آپ نے واپس آکر قرآن کریم حفظ کرنا شروع کر دیا اور پورا قرآن کریم حفظ کر لیا۔

(الفضل ربوہ 5 جولائی 1999ء)

حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر سکول قادیان میں ہر طالبعلم کے ذمّہ ایک رکوع یاد کرنا لگایا تھا اس طرح ساری کلاس نے مل کر پورا پارہ یاد کر لیا اور سارے سکول نے مل کر پورا قرآن پاک حفظ کر لیا۔

(الفضل ربوہ 28 فروری 2011ء صفحہ 4)

حضرت مرزا ایوب بیگؓ نے آخری مرض میں حفظ کرنا شروع کیا اور کچھ حصہ حفظ بھی کر لیا تھا۔

(رفقائے احمد جلد اول صفحہ 86)

مکرم حافظ چوہدری غلام محی الدین صاحب آف کھاریاں ہر وقت حمائل شریف اپنے پاس رکھتے۔ کھیتوں میں جاتے ہوئے بھی ساتھ لے جاتے۔ جب بھی وقت ملتا وضو کرتے اور تلاوت شروع کر دیتے۔ آپ نے اپنے ذاتی شوق پر خود ہی قرآن کریم حفظ کیا۔ پنجابی ترجمہ بھی اسی روانی سے یاد تھا۔ آپ قرآن کریم ناظرہ و ترجمہ پڑھایا بھی کرتے تھے۔ قادیان جا کر مختلف محلہ جات میں نماز تراویح پڑھاتے رہے۔

(الفضل ربوہ 12 جنوری 2012ء صفحہ 4)

مکرم مشتاق احمد بٹ صاحب سابق صدر جماعت بریڈفورڈ انگلینڈ جوانی میں ہی ٹیکسٹائل مل میں مشینوں پر کام کرتے ہوئے روزانہ چند آیات زبانی یاد کرتے رہے اس طرح آپ نے اللہ کے فضل سے قرآن مجید کا خاصا حصہ زبانی حفظ کر لیا تھا۔

(الفضل ربوہ 12 جنوری 2012ء صفحہ 6)

سامعین! تقریر کے آخر پر یہ بتادوں کہ قرآن مجید پڑھ کر یا ترجمہ سیکھ کر یا حفظ کر کے بھلانا نہیں چاہئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس نے قرآن مجید پڑھا اور اسے سیکھا اور پھر اسے بھلا دیا تو وہ قیامت کے دن مجذوم ہونے کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن اونٹ باندھے ہوئے کی مثل ہے اگر اس کی خبر داری کرو تو رکا رہے گا اور اگر اس کو کھولا تو چلا جائے گا۔"

(کتاب آداب حیات از لجنہ اماء اللہ کراچی صفحہ 19)

حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات بُری ہے کہ تم میں سے کوئی کہے کہ فلاں فلاں آیت مَیں بھول گیا ہوں بلکہ یہ کہے کہ وہ آیت مجھ سے بھلا دی گئی۔ اور قرآن یاد رکھو کیونکہ وہ آدمیوں کے سینوں سے چلے جانے میں وحشی جانور سے زیادہ ہے۔

(تجرید بخاری صفحہ 867)

ہم پر لازم ہے کہ ہم قرآن کریم کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور حفظ کریں اور اِس کی برکات سے مستفیض ہوتے رہیں۔ خدا کرے کہ ہم شب و روز قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے بنیں اور اس کے نور سے اپنے گھروں کو منور کریں تا قیامت کے دن یہ نور ہمارا شفیع بن جائے۔ آمین

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

۞۞۞۞

﴿49﴾ ﴿مشاہدات۔722﴾

رمضان اور محفوظ قلعے میں داخل کرنے والی دعائیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ (النمل:63)

پھر وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اُسے پکارے اور تکلیف دُور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا وارث بناتا ہے۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"مَیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو زیادہ یاد کرو اور ذکر کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کسی آدمی کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ پیچھا کر رہے ہوں یہاں تک کہ اس آدمی نے بھاگ کر ایک مضبوط قلعے میں پناہ لی اور دشمنوں کے ہاتھ لگنے سے بچ گیا۔ اِسی طرح انسان شیطان سے نجات پا سکتا ہے ورنہ کوئی ذریعہ نہیں۔"

(شعب الایمان جزء دوم صفحہ 73 حدیث 534)

سامعین کرام! آج کی تقریر کا عنوان ہے **"رمضان اور محفوظ قلعے میں داخل کرنے والی دعائیں"**

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں۔

1۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

2۔ أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ إِلَیْہِ

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

100 دفعہ ورد کریں۔

3۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

100 دفعہ ورد کریں۔

سامعین! حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"مَیں یہاں ایک تحریک بھی کر دینا چاہتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ایک رؤیا تھا کہ اِن کو کسی بزرگ نے کہا کہ اگر جماعت کا ہر فرد، ہر بڑا دو سو 200 دفعہ یہ درود شریف پڑھے

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

اور پھر آپؒ نے فرمایا کہ جو درمیانی عمر کے ہیں پندرہ سے پچیس سال کے لوگ وہ بھی کم از کم سو 100 دفعہ پڑھیں۔ بچے بھی کم از کم تینتیس 33 دفعہ پڑھیں۔ چھوٹی عمر کے جو بچے ہیں اُن کو اُن کے ماں باپ تین 3 چار 4 دفعہ یہ پڑھائیں اور ساتھ ہی سو 100 دفعہ استغفار بھی کریں۔

اِسی طرح مَیں یہ بھی شامل کرتا ہوں کہ سو 100 دفعہ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ کا ورد بھی اِن دنوں میں خاص طور پہ اور عموماً ہمیشہ کے لیے کریں۔ آپؒ کو رؤیا میں یہی دکھایا گیا تھا کہ اگر یہ کرو گے تو تم ایک محفوظ قلعہ میں محفوظ ہو جاؤ گے جہاں شیطان کبھی داخل نہیں ہو سکتا اور لوہے کی دیواریں ہیں اس قلعہ کی جس کی دیواریں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ پس کوئی سوراخ ایسا نہیں رہے گا جہاں سے شیطان حملہ کر سکے۔

(ماخوذ از رپورٹ مجلس مشاورت جماعت احمدیہ بمطابق 5، 6، 7 اپریل 1968ء صفحہ 233)

اِن دنوں میں جبکہ شیطان ہر حیلے سے ہمارے پر بحیثیت جماعت بھی اور مجموعی طور پر، عمومی طور پر دنیا میں بھی حملے کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس سے بچنے کے لیے ایک ہی ذریعہ ہے کہ خاص طور پر دعاؤں پہ زور دیں... یہ درود شریف اور ذکرِ الٰہی جو ہے، یہ ورد جو ہے اِسے اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں اور اس پر ہر ایک کو، بچے کو، بڑے کو، عورت کو، مرد کو، سب کو توجہ دینی چاہیے۔"

(خطبہ جمعہ 23 اگست 2024ء)

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"دعا ایسی مصیبت سے نجات کے لیے بھی فائدہ دیتی ہے جو نازل ہو چکی ہو اور ایسی مصیبت سے بھی بچاتی ہے جو ابھی نازل نہ ہوئی ہو۔ فرمایا: پس اے اللہ کے بندو! دعا کو اپنے اوپر لازم کر لو۔"

(سنن الترمذی ابواب الدعوات باب من فتح له منکم باب الدعاء حدیث 3548)

سامعین! ہمیں دعا کی اہمیت کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔ عقلمند وہ ہے جو مصیبت سر پر آنے سے پہلے نصیحت حاصل کرے نہ کہ بعد میں پچھتائے۔ اس زمانہ کا سب سے بڑا ہتھیار دُعا ہی ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے۔ کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ نفوس جن کو اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام میں روزہ رکھنے کی سعادت نصیب کرتا ہے اور وہ روزہ رکھ کر اپنا اکثر وقت یادِ الٰہی، ذکرُ اللہ اور دعاؤں میں گزارتے ہیں کیونکہ یہ دن نہایت ہی انقلابات کے دن ہیں۔ دعا کرنے کی فضیلت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

"دُعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہو گا دعا ہی کے ذریعہ ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دُعا ہی ہے اور اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 36)

سامعین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ہر بڑے فردِ جماعت کو دو سو 200 دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ الہامی دعا جس میں درود شریف بھی شامل ہے پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

1880ء کے قریب حضرت مسیح موعود علیہ السلام قولنج زحیری میں مبتلا ہوئے اور سولہویں دن حالت سخت نازک ہو گئی۔ تین مرتبہ سورۃ یٰسین سنائی گئی۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہو گا۔ تب ایسا ہوا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے:

"سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 208)

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو بولنے کے لحاظ سے زبان پر نہایت ہی ہلکے ہیں لیکن وزن کے لحاظ سے ترازو میں بہت وزنی ہیں اور وہ خدائے رحمان کے بہت ہی پیارے ہیں اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ دونوں خدائے رحمان کو بہت پیارے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح حدیث نمبر 6406)

پس اللہ تعالیٰ کے رحم کو اُبھارنے کے لئے یہ دعا بھی بہت ضروری ہے اور درود شریف کے ساتھ اس کی افادیت اور بڑھ جاتی ہے۔ درود کے بغیر ہماری دعائیں ہوا میں معلّق ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچتی نہیں۔ اس لیے دعاؤں کے ساتھ درود کا ورد ضرور کرنا چاہیے۔

دوسری دعا جو حضورِ انور نے روزانہ سو دفعہ پڑھنے کے لیے بیان فرمائی وہ استغفار ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

یعنی مَیں اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش مانگتا ہوں جو میرا رب ہے اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ استغفار اللہ تعالیٰ کو پانے کا ایک ذریعہ ہے اور ہمیں رمضان میں کثرت کے ساتھ استغفار کرنا چاہیے۔ لفظ استغفار غَفَر سے لیا گیا ہے جس کے معنی ڈھانکنے کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قوت کے ساتھ استغفار کرنے والے کی کسی بھی فطری کمزوری کو ڈھانک لے اور اپنی طاقت سے اِسے بُرائی سے بچنے کی طاقت دے۔ انسان تو انتہائی کمزور ہے اور وہ صرف اپنی طاقت کے بل بوتے پر بُرائیوں سے نہیں بچ نہیں سکتا۔ بعض

دفعہ نفسِ اَمّارہ انسان پر غالب آجاتا ہے یعنی اُس کو بدی کی طرف مائل کرتا ہے۔ انسان کے نفس کے اندر یہ شیطان اُٹھتا رہتا ہے۔ پس اِس سرکشی سے، اِس بغاوت اور بُرائی سے تبھی بچا جاسکتا ہے جب انسان بار بار خدا تعالیٰ کو پکارے۔ اُس سے استغفار کے ذریعہ مغفرت طلب کرے۔

اللہ تعالیٰ نے استغفار کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوشش کریں گے ان کو مَیں ہدایت کے راستے دکھاؤں گا اور یہ کوشش ہمیں مستقل کرتے رہنا ہے۔ اگر شیطان ہر راستے پر ورغلانے کے لئے بیٹھا ہے تو خدا تعالیٰ کا بھی وعدہ ہے کہ جو ایک کوشش سے میری طرف آئیں گے۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہم انہیں اپنے راستے کی طرف ہدایت دیں گے۔ پس استغفار بھی جو خالص ہو کر مستقل مزاجی سے کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے بُرائیوں کے خلاف طاقت حاصل کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے دروازے کھلے ہیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ انسان صحت کی حالت میں توبہ کرے نہ یہ کہ آخری سانس لیتے ہوئے۔ پس ان دنوں میں ہمیں بہت زیادہ توبہ اور استغفار کرنی چاہیے کہ یہ رمضان کا مہینہ قبولیتِ دعا کا مہینہ بھی ہے اور پھر اس کا آخری عشرہ جہنم سے نجات دینے والا بھی ہے۔ گناہوں سے معافی اور نیکیاں کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ سے ہی ملتی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے جُڑ جائیں اور اس سے مغفرت طلب کریں تو ہماری دنیا و عاقبت سنور جائے گی۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ استغفار کے بارے میں فرماتے ہیں:

"پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو حقیقی استغفار کرنے والے اور خالص توبہ کرنے والے ہیں اور رمضان کے بابرکت مہینے میں اس کے اثرات اپنے پر دیکھتے ہوئے خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کے نظارے دیکھنے والے ہیں۔ اگر سستیاں ہوتی ہیں تو بندوں کی طرف سے، اگر کوتاہیاں ہوتی ہیں تو بندوں کی طرف سے ورنہ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے سے بہت زیادہ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہی یہ ہے کہ بندہ اس کے پاس آئے اور وہ اس کی توبہ کرے جیسا کہ فرمایا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ (النساء: 28) اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر شفقت کرے اور توبہ قبول کرتے ہوئے جھک جائے۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جس کام کو اپنے

لئے اللہ تعالیٰ نے خود چنا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے پورا نہ کرے۔ پس یہ بندے کا کام ہے کہ استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے پھر دیکھے اللہ تعالیٰ کس طرح اس کی طرف بڑھتا ہے۔

پس اس ماہ میں جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش پہلے سے بہت بڑھ کر اس کے بندوں پر نازل ہو رہی ہے ہمیں چاہئے اس سے فیض پانے کی حتی المقدور کوشش کریں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 ستمبر 2008ء)

تیسری دعا جو کہ ہمیں روزانہ سو مرتبہ کم از کم کرنی چاہیے وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک الہامی دعا ہے۔

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

یعنی اے میرے رب! ہر چیز تیری خادم ہے۔ پس مجھے حفاظت میں رکھ۔ میری مدد فرما اور میری حفاظت فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر مَیں ہوں اور وہ کوچہ سربستہ سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بھینسے آئے ہیں۔ ایک اُن میں سے میری طرف آیا تو مَیں نے اسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اُسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُرزور معلوم ہوتا تھا کہ مَیں نے خیال کیا کہ اب اِس سے مَفَرّ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہوا تو اُس نے اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ مَیں نے اُس وقت یہ غنیمت سمجھا کہ اِس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ مَیں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا۔ مگر مَیں نے پھر کر نہ دیکھا۔ اُس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر مندرجہ ذیل دعا القا کی گئی: "**رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ**"۔ یعنی اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسمِ اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اُسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے نجات ہو گی۔" (تذکرہ صفحہ 442-443)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ دعا بھی آجکل بہت زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ مجھے بھی اس دعا کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے۔ اس لئے یہ دعا خاص طور پر ہر احمدی کو پڑھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ دین اور دنیا اور آخرت کی حَسَنَہ سے ہمیں نوازے۔ نیکیوں پر قائم فرمائے۔ لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرمائے اور آئندہ اُن سے ہمیشہ بچائے۔"

(خطبہ جمعہ 8 مارچ 2013ء)

بیشک خدا تعالیٰ کی رحمت بہتوسیع ہے اور رمضان میں نیکیوں کا کئی گنا ثواب ہیں۔ رمضان رحمت اور مغفرت کے حصول اور جہنم سے دُوری کا ذریعہ ہے لیکن ان باتوں سے مستقل فائدہ اٹھانے والے وہی ہوں گے جو ایک لگن کے ساتھ اس کے حصول کی کوشش کریں گے۔ وہ لوگ خوش قسمت ہوں گے جو اس رمضان کو رحمت اور بخشش کے حاصل کرنے اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بنالیں گے۔ اپنی روحانی کمزوریوں کو دُور کریں گے اور گناہوں سے ہمیشہ کے لیے بچنے کی کوشش اور دعا کریں گے۔ اللہ کرے یہ رمضان ہمارے لئے ہمیشہ بُرائیوں سے دور رکھنے والا اور ہمیشہ نیکیوں کی طرف لے جانے والا بن جائے۔ سچی توبہ کی طرف ہماری توجہ ہو اور ایسی توبہ ہو جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بناتی چلی جائے۔ آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ جرمنی کے موقع پر ان تین دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ

"جو مَیں نے تحریک کی ہے درود شریف دو سو دفعہ پڑھنے اور استغفار سو دفعہ پڑھنے اور رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ پڑھنے کی اس طرف بھی بہت توجہ کریں اور یہ صرف تین دنوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ مستقل تحریک ہے۔ ہر احمدی کو مستقل پڑھتے رہنا چاہیے۔ مائیں اپنے بچوں کو بھی یہ دہراتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 23/ اگست 2024ء)

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿50﴾ ﴿مشاہدات۔549﴾

اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ کَانَ مَشۡہُوۡدًا

(بنی اسرائیل:79)

سورج کے ڈھلنے سے شروع ہو کر رات کے چھا جانے تک نماز کو قائم کر اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دے۔ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے۔

قرآں کتابِ رحماں سِکھلائے راہِ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضاں
ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں اِن سے ملے ولایت

معزز سامعین! ہر زمانہ کی چند ایک ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو اُس زمانہ کی پہچان بن جاتی ہیں۔ ہم جب چھوٹے تھے تو وہ زمانہ خط و کتابت کے لحاظ سے اپنی پہچان رکھتا تھا۔ نہ میڈیا اپنی پہچان بنایا یا تھا اور نہ سوشل میڈیا تھا اور Gadgets بھی بالکل نہ ہونے کے برابر تھے۔ ہاں خطوط کا سلسلہ عام تھا۔ اتنا عام کہ غرباء کے لئے Post cards تھے جو معمولی رقم پر اپنے پیغام کو Convey کرنے کا آسان ترین اور سستا ذریعہ تھے۔

اُدھر تعلیم بھی عام نہ تھی۔ ہماری مائیں اور بزرگ خواتین یا تو ان پڑھ ہوا کرتیں یا چند جماعتیں پڑھی ہوتی تھیں۔ یہی کیفیت ہمارے بزرگوں کی تھی اور جب کبھی خط آتا تو وہ اس کو پڑھانے کی خاطر کسی معمولی پڑھے لکھے کا سہارا ڈھونڈتے تھے اور جب تک اس خط کو کسی سے پڑھا نہ لیتے تو چین سے نہ بیٹھتے تھے۔ اسی مضمون کو حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحب رَضِیَ اللہ عنہ نے اپنے ایک منظوم کلام میں اپنی بیٹی حضرت

سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ المعروف چھوٹی آپا کے نام بہت احسن طریق سے بیان فرما کر مکرمہ چھوٹی آپا اور دیگر بچوں کو قرآن کریم کے مطالعہ اور تلاوت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

قرآن سب سے اچھا
قرآن سب سے پیارا
قرآن دِل کی قُوّت
قرآن ہے سہارا
اللہ میاں کا خط ہے
جو میرے نام آیا
استانی جی پڑھاؤ
جلدی مجھے سیپارہ

یہ اشعار قابل غور اور سبق آموز ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا خط ہے جو ہر مسلمان کے نام ہے۔ جسے پڑھنا اور پڑھانا اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر ضروری ہے جس طرح کچھ عرصہ پہلے کی مائیں یا بزرگ اپنے نام آئے خطوط کو کسی سے پڑھایا کرتے تھے۔ یہی وہ مضمون ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں بیان فرمایا ہے۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(بخاری کتاب فضائل القرآن)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے۔

یعنی تم میں سے بہتر وہ شخص یا خاتون ہے جو قرآن کریم پڑھتا، پڑھاتا، سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

حضرت سید میر محمد اسماعیل صاحبؓ کے شعر میں ”استانی جی“ سے Teachers یا محلہ کی بزرگ خواتین ہی مراد نہیں بلکہ مائیں اور خاندان کے بزرگ افراد بھی مراد ہیں۔ جن کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن کریم سے آراستہ کرنے کے لئے پہلے دن سے ہی سعی کریں بلکہ حضرت مولانا نور الدین صاحب

خلیفۃ المسیح الاولؓ تو فرمایا کرتے تھے کہ مجھے قرآن سے محبت ماں کے پیٹ سے ہی ہوگئی تھی جب وہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کیا کرتی تھیں جب وہ امید سے تھیں۔ ہمیں یاد ہے کہ ہم جب بچے تھے ہمیں صبح "چنگیر" پر اُس وقت تک ناشتہ کے لئے آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی جب تک ہم تلاوتِ قرآن نہ کر لیتے خواہ سکولز سے دیر ہی ہو رہی ہوتی۔ بلکہ بعض دفعہ مائیں ان الفاظ سے بچوں کو مخاطب ہو کر پوچھا کرتی تھیں "کیا خدا تعالیٰ کا خط جو تمہارے نام آیا ہے پڑھ آئے ہو۔"

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قرآن کریم سے بہت پیار تھا، محبت تھی اور عشق تھا۔ آپؐ خود بھی میٹھے لحن میں تلاوت فرماتے اور دوسروں سے خوش الحانی سے قرآن کریم سنا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم سناؤ۔ مَیں نے عرض کی کہ حضورؐ! آپؐ پر قرآن نازل ہوا اور مَیں آپؐ کو قرآن سناؤں۔ آپؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

(صحیح بخاری، باب حسن الصوت بالقراءۃ)

پھر ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

جس نے خوش الحانی سے اور سنوار کر قرآن نہ پڑھا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصّلوٰۃ)

ہماری جماعت میں قرآن کے درس و تدریس کی ذمّہ داری صرف ماں باپ یا خاندان کے بزرگوں تک ہی محدود نہیں بلکہ جماعتی عہداران کو بھی مکلّف بنایا گیا ہے کہ وہ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ کے تحت اپنے اپنے دائرے میں موجود بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت اور قرآنِ کریم کی تدریس کے ذمّہ دار ہیں۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ نے جماعتی بچوں کو انصار کے بچے قرار دیا ہے۔ لہٰذا انصار اِس الٰہی خط کو اپنے روحانی بچوں کو پڑھانے کے ذمّہ دار ہیں۔

سامعین! آج کل بچے عموماً راتوں کو دیر سے سونے اور صبح دیر سے اٹھنے کی عادت اپنا چکے ہیں اور مائیں بھی بچوں کو دیر سے یا عین اُس وقت بیدار کرواتی ہیں جب اسکولز کا وقت ہو چکا ہوتا ہے جس سے نماز یا قرآن کی تلاوت رہ جاتی ہے یا بعض گھرانوں میں دوپہر کو تلاوت کروائی جاتی ہے۔ جبکہ سورۃ بنی اسرائیل کی

آیت جس کی تلاوت مَیں اوپر کر آیا ہوں کے مطابق صبح کی تلاوت آخری روز انسان کے سامنے پیش کی جائے گی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

پیارے بھائیو! لکھا ہے کہ حضرت سر چوہدری محمد ظفر اللہ خانؓ کو کسی جماعت میں خطبہ دینے کی دعوت دی گئی اور درخواست کی گئی کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔ آپؓ خطبہ جمعہ میں چند عربی فقرے ارشاد فرما کر بیٹھ گئے۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت چوہدری صاحبؓ کے ارد گرد دوست جمع ہو گئے اور خطبہ کا خلاصہ یا مفہوم پوچھنے لگے۔ آپؓ نے فرمایا۔

آپ لوگ میرے خطبہ کا مفہوم جاننے کے لئے بہت فکر مند ہیں۔ جو خطبہ (خط) اللہ تعالیٰ نے 1400 سال قبل قرآن کریم کی صورت میں نازل فرمایا ہے اس کی کوئی فکر نہیں۔ الغرض قرآن کریم کو خطبہ الٰہی سمجھیں یا اللہ کی طرف سے خط۔ اس کا پڑھنا، پڑھانا اور اپنی اولادوں اور نسلوں کو سکھلانا اور اس کی تلاوت اور مفہوم کے سمجھنے کا عادی بنانا بہت ضروری ہے۔ ہماری جماعت میں قرآن کریم کے 78 سے زائد زبانوں میں تراجم موجود ہیں اور پھر اس کی تفاسیر بھی چند زبانوں میں موجود ہیں۔ اس طرف توجہ دینی اور اپنی اولادوں اور ماتحتوں کو متوجہ کرنا بہت ضروری ہے۔

آج کل بعض مغربی اقوام قرآن کریم کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو کثرت سے قرآن کریم کی طرف متوجہ ہونے کی طرف توجہ دلا چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ جتنی یہ مستشرقین قرآن کی مخالفت کرتے ہیں اُتنی ہی زیادہ زور اور طاقت سے قرآنِ کریم کی تلاوت کریں اور اِس معانی و معارف کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہ اللہ میاں کا خط جو ہے وہ میرے نام آیا ہے اور مَیں نے اِسے خود پڑھنا ہے اور دوسروں کو پڑھانے کا فرض بھی ادا کرنا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بہرحال ایک احمدی کو خاص طور پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اُس نے قرآنِ کریم پڑھنا ہے، سمجھنا ہے، غور کرنا ہے اور جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضاحتوں سے یا پھر اُنہیں اصولوں پر چلتے ہوئے اور مزید وضاحت کرتے ہوئے خُلفاء نے جو وضاحتیں کی ہیں ان کو ان کے مطابق

سمجھنا چاہئے اور پھر اس پر عمل کرنا چاہئے..... کیونکہ اب آسمان پر وہی عزّت پائے گا جو قرآن کو عزت دے گا اور قرآن کو عزت دینا یہی ہے کہ اس کے سب حکموں پر عمل کیا جائے..... پس ہر احمدی کو اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ وہ خود بھی اور اس کے بیوی بچے بھی قرآنِ کریم پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دیں۔"

(خطباتِ مسرور جلد 2 صفحہ 686-687)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ نازِ ایمان و اعتقاد ہوتے، تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے لائق کتاب ہو گی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے اس نور کے آگے کوئی ظلمت نہ ٹھہر سکے گی۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 386 ایڈیشن 1988ء)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو قرآن کریم سے ایسی محبت عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کی لقا اور اس کی رضا کا موجب بنے۔ آمین

۞۞۞۞